سلسلہ مطبوعات پشتو اکیڈیمی نمبر ۳۹

بار اول

پہلا ایڈیشن ۱۹۷۱

تعداد ۱۰۰۰

قیمت .... ۹۵/- .... Rs. 80-00 /-

پبلشر:- پشتو اکیڈیمی

پشاور یونیورسٹی

پرنٹر :- نظام الدین

بہ اہتمام سید خیال بخاری

نظام پرنٹنگ پریس میں چھپا اور

پشتو اکیڈیمی پشاور یونیورسٹی سے شائع ہوا

تشکر

پشتو اکیڈمی پشاور یونیورسٹی

مرکزی وزارت معارف دولت پاکستان

کی بیحد ممنون ہے

جس نے اس ادارے کو مناسب مالی امداد فراہم
کر کے اس کتاب کی طباعت کیلئے اہم وسیلہ بہم پہنچایا ہے

پیش لفظ

پشتو اکیڈیمی، قاسم علی خان آفریدی کا اردو دیوان وزارت تعلیم، دولت پاکستان، کی مالی امداد سے، شائع کررہی ہے۔ قاسم علی خان آفریدی کے بزرگ فرخ آباد میں جاکر بس گئے تھے۔ وہ ایک اعلیٰ پایہ کے شاعر تھے۔ انہوں نے پشتو، اردو اور فارسی، تینوں زبانوں میں شعر کہے۔ اُن کا کلام اردو دیوان اور پشتو دیوان پر مشتمل ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ پشتو اکیڈیمی اُن کے پشتو دیوان کو بھی جلدی شائع کرنے کی کوشش کرے گی۔ میں انہیں یقین دلاتا ہوں کہ یونیورسٹی اس سلسلہ میں اکیڈیمی کی پوری پوری امداد کرے گی۔

قاسم علی خان کا دیوان نہایت اہمیت کا حامل ہے، کیونکہ یہ اُس شاعر کی تخلیق ہے، جس کی مادری زبان پشتو ہے۔ اس لحاظ سے شعری وادبی خوبیوں کے علاوہ ماہرین لسانیات کے لئے بھی اس کی قدر و قیمت بڑھ جاتی ہے۔

میں آخر میں مرکزی وزارت تعلیم کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جنہوں نے پشتو اکیڈیمی، پشاور یونیورسٹی کی مالی امداد کرکے اسے قاسم علی خان آفریدی کے اردو دیوان کے شائع کرنے کا موقع بہم پہنچایا۔

عبدالہاشم
(ستارہ قائداعظم)
وائس چانسلر
پشاور یونیورسٹی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

قاسم علی خان آفریدی — مختصر حالات زندگی

قاسم علی خان قوم کا سلطان خیل آفریدی تھا۔ اس کے آباواجداد درۂ آدم خیل میں "آخور کوٹیا" کے رہنے والے تھے۔ اس کا پردادا الف خان اپنے علاقے کا ملک تھا۔ مگر اس کی وفات کے بعد اس کا دادا نیکنام خان کمسن ہونے کے علاوہ بے یارومددگار رہ گیا۔ اور بعد میں مخالفین کے ساتھ تنازعات کی وجہ سے اسے اپنا ملک چھوڑنا پڑا۔ چنانچہ وہ ۱۱۱۹ھ میں ہند چلا گیا۔ یہ سلطنت مغلیہ کے زوال اور ملک میں طوائف الملوکی کے آغاز کے دن تھے۔ مغلیہ سلطنت کی کمزوری کے بعد دہلی سے دور کے علاقوں کے راجوں مہاراجوں اور نوابوں نے اپنی حکومتیں قائم کرلی تھیں۔ آپس کے مقابلوں کے علاوہ ان کو انگریزوں کا بھی خطرہ لاحق تھا۔ اس لئے ان دنوں سپاہیوں کی بڑی قدرو منزلت تھی۔ اٹک کے اس طرف بھی ایک رو سی چل پڑی تھی۔ کہ پٹھان نوجوان ٹولیاں بنا کر اپنے گھوڑے اور تلواریں لے کر قسمت آزمائی کے لئے ہند اور دکن

آیا جایا کرتے تھے۔ اس وقت کی اسی قسم کی قسمت آزمائیوں کے متعلق پشتو کی عوامی شاعری خصوصاً ٹپوں میں بہت کچھ کہا گیا ہے۔ مثال کے طور پر پڑھنے والوں کے تفنن طبع کے لئے دو ایک ٹپے (جنہیں مصرعے اور لنڈئ بھی کہتے ہیں) عرض ہیں۔

څوک په رضا د ملکه نـهٔ ځـي　　　　یا د یر عاجز شي یا د یار د غمه ځینه

کوئی اپنی مرضی سے ملک نہیں چھوڑتا۔ یا تو بہت ہی مفلس ہو جاتا ہے۔ اور یا محبوب کے غم سے مجبور ہو جاتا ہے۔

د ہندوستان سفـر دِ لنډشـه　　　　زما په تور او بل کښې سپین ولګیدنه

تیرا ہند کا سفر (مسافری) خدا مختصر کردے۔ میری تو سیاہ لٹوں میں سفید بال نظر آنے لگے ہیں۔

ولې به تور دکن ته نهٔ ځې　　　　د عاشقانو سفر تور دکن ته وینه

تم کالے (کوسوں دور) دکن کو کیوں نہ جاؤ گے۔ جو عاشق ہوتے ہیں۔ وہ اتنی دور دکن کے سفر کیا ہی کرتے ہیں۔

د ہندوستان په میرو ورکه　　　　په تن نازکه یاره خدائے به دِ ساتینه

اے میرے ہندوستان کے صحراؤں میں بھٹکنے والے نازک بدن محبوب! خدا تمہارا حافظ ہوگا۔

یہ چند مثالیں میں نے پشتو کی عوامی شاعری کی اس لئے دی ہیں۔ کہ اس وقت سرحد کے نوجوان عموماً فوجی ملازمت کے لئے (یا پھر محنت مزدوری کے لئے) ہند جایا کرتے تھے۔ اور یہاں ان کا انتظار کرنے والوں کے دل پر جو گذرتی تھی، اس کا اظہار پشتو کی عوامی شاعری کی اس صنف (ٹپہ) میں، اس کمال سے کیا گیا ہے کہ اس کا جواب نہیں۔ قاسم علی خان کے اجداد بھی انہیں حالات میں ہند چلے گئے تھے۔ قاسم علی خان کے پردادا، ان کے بعد ان کے دادا ملازمت کے سلسلہ میں شمالی ہند کے مختلف علاقوں میں رہے۔ ان کے والد بھی مختلف مقامات میں رہنے کے بعد آخر میں کولہار آ بسے۔ اور اس وقت سے قاسم علی خان کی تربیت کا آغاز ہوا۔ قاسم علی خان کا باپ برہان خان خود بھی ایک قابل اور عالم فاضل شخص تھا۔ قاسم علی اس کی تعریف میں لکھتا ہے۔ ''گندم گون، خوبرو و خوشخو، خوش صورت و خوش سیر، خوش لقا، صاحب محابا مشہور آفاق، ہمہ دان، لاثانی ازمنہ، دانا۔ چنانچہ بیر بل دوام ہمجلیس امرایاں ہندوستان و در زبان افغانی یعنی پشتو و ہمچنیں در زبان فارسی اصفہانی، در زبان ترکی و زبان ہندی اعنی اردو معلیٰ مروجہ دارالسلطنت شاہجہان آباد طاق و مہارت درہریک فنون سپہ گری میداشت............''

اس تعریف میں گومبالغہ بھی شامل ہے۔ مگر قاسم علی خان کی قابلیت اور استعداد کو دیکھا جائے تو کہا جاسکتا ہے۔ کہ برہان خان بھی واقعی ایک اچھا عالم فاضل اور مختلف زبانوں میں ماہر اور ایک عزتمند اور نامور فوجی افسر تھا۔ اس نے کولہار آکر اپنے بیٹے کی تعلیم و تربیت کے لئے حضرت

شیخ الشیوخ خلیل الرحمن ملیح آبادی کو اس کا اتالیق مقرر کیا۔ مگر بدقسمتی سے قاسم علی ابھی نو ہی برس کا تھا۔ کہ (۱۱۹۲ھ میں) والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ اور کمسنی ہی میں اس کے سر بڑی ذمہ داری آ پڑی۔ برہان خان کے مربی خان محمد سعید خان نے اس کے والد کی خدمات کی وجہ سے قاسم علی خان کے لئے ۶۰ روپے کا وظیفہ مقرر کردیا۔ اس قابل استاد ہی کے فیضانِ نظر کے نتیجہ کے طور پر قاسم علی کا رجحان علوم دین اور ادب کی طرف پیدا ہوا۔ اور آگے چل کر پشتو، اردو اور فارسی کا ایک اچھا صاحب علم اور شاعر ثابت ہوا۔ علم و ادب کے ساتھ ساتھ قاسم علی نے اپنے آباو اجداد کی طرح سپاہیانہ فنون میں بھی مہارت حاصل کی۔ اور بعد میں اپنی روزی کمانے کے لئے ایک سپاہی کی زندگی اختیار کی۔ اور اسے اپنا شہر چھوڑ کر دوسرے شہروں خصوصاً دکن میں جاکر اپنی تلوار کے جوہر دکھانے پڑے۔ اس سلسلہ میں اس نے اس وقت کے بڑے بڑے راجاؤں اور نوابوں کی ملازمت کی، جن میں مہاراجہ جسونت راوہلکر، مہاراجہ دولت راو سندھیا اور نواب امیر خان کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ کئی سال تک دکن میں قسمت آزمائی کرنے کے بعد جب قاسم علی خان اپنے شہر کو لوٹا تو شومئی قسمت سے اپنے اس دور کی تمام کمائی رستہ ہی میں کھو بیٹھا۔ اسے اتنے عرصہ کی جانفشانی کے اس درد ناک انجام سے بہت دکھ ہوا۔ خاص طور پر اس وجہ سے کہ وہ اتنا عرصہ باہر رہنے کے بعد اپنے بیوی بچوں کے پاس ''خالی ہاتھ،، لوٹا تھا۔ اس سے اسکا دل ٹوٹ گیا اور پھر دکن جانے کا ارادہ ترک کردیا۔ کچھ عرصہ کے بعد اسے شمس آباد میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی ایک ملازمت مل گئی۔ مگر

کچھ عرصہ کے بعد یہ ملازمت بھی جاتی رہی۔ اور وہ بے کار ہوگیا۔ وہ اپنی بے کاری کے آخری ایام کا ذکر یوں کرتا ہے۔ ''باز عالم بے کاری بر خیال جناب باری بظہور آمدہ بخانہ خود استقامت دارم وقتیکہ امرالہلی خواہد بود ،از اسلوب روزگار خود بخود بکدام عنوان لاریب از غیب السموات درست خواہد شد۔ اگرچہ دریں ولا بیکاربخانہ نشتہ ام لیکن محتاج ہیچیک کس نیستم و انشاءاللہ تعالےٰ نخواہم شد۔ بخوشی گذران اوقات از فضل الہلی بسرمی شود،،۔

قاسم علی خان کی خود نوشت سوانح میں مذکورہ الفاظ آخر میں دے گئے ہیں۔ اس کے بعد اس نے اپنی زندگی کے متعلق کچھ نہیں لکھا۔ اس لئے ہم اس بارہ میں یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتے۔ کہ اس نے کہیں اور ملازمت کی یا نہیں۔ مگر اس کے کلام خصوصاً پشتو دیوان میں اس کے تصوف کی طرف میلان اور گوشہ نشینی کی طرف کچھ اشارے ملتے ہیں۔ اور پھر خاص طور پر اپنے ایک پیر و مرشد حافظ غلام محمد کا ذکر بار بار اور بڑی عقیدت سے کرتا ہے۔ اس طرح وہ سلسلہ قادریہ کا ایک مخلص پیرو کار بھی تھا۔ اس لئے بہت ممکن ہے کہ اس نے باقی ماندہ عمر عبادت وریاضت میں گذار دی ہو۔

قاسم علی نے اپنی خود نوشت سوانح عمری کے آخر میں یہ خیال بھی ظاہر کیا ہے۔کہ اگر مجھے موقع ملا تو میں اپنے وطن جاؤں گا اور وہاں کے حالات لکھوں گا۔ مگر غالباً حالات یا عمرنے اسے فرصت نہیں دی۔

قاسم علی خان اردو، فارسی اور پشتو کی نظم و نثر مختلف کی کتابوں کا مصنف ہے۔ اس کی کچھ تصانیف تو لندن کے برٹش میوزیم کے کتب خانہ

میں ہیں۔ اور ایک مکمل مجموعہ اسلامیہ کالج پشاور کی لائیبریری میں موجود ہے۔
زیر نظر دیوان اسلامیہ کالج پشاور کی لائیبریری کا عطیہ ہے۔

اپنی تصانیف کے متعلق وہ اپنی خود نوشت حالات (آفریدی نامہ) میں لکھتا ہے۔ کہ اس نے ۳۹ سال کی عمر میں چھ کتابیں لکھی ہیں یعنی:

(۱) دیوان آفریدی (پشتو)

(۲) خواب نامہ بزبان افغانی، یعنی پشتو۔

(۳) دیوان آفریدی بزبان ہندی رواج ملک ہندوستان۔

(۴) آفریدی نامہ جس میں فارسی۔ پشتو۔ کشمیری۔ ہندی اور فرنگ (انگریزی) زبان کے مترادف الفاظ کی ایک فہرست دی ہے۔

(۵) شفاعت نامہ۔ جس میں سلسلہ قادریہ کے خلفاء کے نام۔ قصائد اور مناقب وغیرہ ہیں۔

(۶) رسالہ آفریدی۔ جس میں اس نے اپنے خاندان کے حالات لکھے ہیں۔

آفریدی کی پیدائش کا سال ۱۱۸۳ھ (۱) ہے۔ اگر اس کے ساتھ مذکورہ ۳۹ سال جمع کئے جائیں تو ۱۲۲۲ھ کا سال بنتا ہے۔ گویا اس نے مذکورہ

---

(۱) آفریدی قادری قاسم علی آمد ملک عدم چوں درد جود
یکہزار و یکصد و ہشتادوسہ در سن ہجری ست تولیدش نمود

کتابیں ۱۲۲۲ھ تک مکمل کرلی تھیں۔ مگر اسی رسالہ میں اس نے اپنے ماموں زاد بھائیوں کی وفات کے ذکر کے سلسلہ میں ۱۲۲۴ھ کا سنہ دیا ہے۔ چونکہ یہ ذکر مذکورہ کتابوں کے ذکر کے بعد آتا ہے۔ اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ اس نے کتابوں کے ذکر کے بعد بھی اپنے حالات لکھنے کا سلسلہ جاری رکھا۔ اس سلسلہ میں ایک قابل ذکر بات یہ ہے۔ کہ اس نے مذکورہ کتابوں میں اپنی ایک اور تصیف ''رسالہ تصوف،، کا ذکر نہیں کیا۔ یہ رسالہ ہمارے قلمی نسخہ میں اس کی زندگی کے حالات کے معاً بعد شروع ہوتا ہے۔ بیچ میں کوئی حد فاصل یا عنوان وغیرہ نہیں ہے۔ اس نے ویسے تو تقریباً اپنی ہر تصیف کے آخر میں یا کہیں اور اس کے لکھنے کی تاریخ دے دی ہے۔ مگر سوانح چونکہ ختم نہیں ہوتے اس لئے اس کے آخر میں کوئی ایسی تاریخ یا سنہ وغیرہ نہیں جس سے ہم اس کی تحریر کے آخری سال کا کچھ اندازہ لگ سکیں۔ مگر مذکورہ رسالہ تصوف کے آخر میں اس نے اس کی تحریر کا سنہ یوں دیا ہے۔

سال ہجرت راگرآری در شمار   بست پنج و دوصد و تا یک ہزار

اس سے ۱۲۲۵ھ بنتے ہیں۔ اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ اس نے چونکہ یہ رسالہ مذکورہ چھ کتابوں کے بعد لکھا ہے۔ اس لئے اس کی (معلوم) تصیفات کی تعداد سات ہے۔ نیز یہ کہ وہ کم ازکم ۱۲۲۵ھ تک زندہ تھا۔

اس کی زندگی کے متعلق کچھ اور بعلوم کرنے کے لئے ہمیں اس کی تصیفات کے ان نسخوں کی طرح رجوع کرنا ہے۔ جو برٹش میوزیم کے کتب خانہ میں ہیں۔ اس کتب خانہ کی ایک فہرست جے ایف بلوم ھارٹ نے ۱۹۰۵ء میں مرتب کی تھی۔ اور "دوسری جزائر برطانیہ کے مختلف کتب خانوں میں پشتو کتابوں کی فہرست" بھی جو بلوم ہارٹ کے ساتھ ڈاکٹر میکنزی نے ملکر مرتب کی ہے۔ اور حال ہی میں (۱۹۶۵ء) شائع ہوئی ہے۔ چونکہ قاسم علی خان کی کتابوں کے قلمی نسخوں کے متعلق پچھلی کتاب کا ماخذ بھی بلوم ہارٹ کی اول الذکر کتاب ہے۔ اس لئے ہم اس کا حوالہ دیں گے۔ اس میں قاسم علی خان کے "پشتو" دیوان کے دو نسخوں کا ذکر ہے۔

(۱) پہلا نسخہ۔ (فہرست کا نمبر ۳۸ اور لائبریری کا نمبر او آر۔۴۹۳)
اس نسخہ میں دیوان سے پہلے شجرہ قادریہ (منظوم) بھی دیا گیا ہے۔ اس کے آخر میں خاتمہ کے الفاظ یوں ہیں۔ "دیوان آفریدی بدستخط فقیر کثیر لتقثیر من تصنیف قاسم علی خان آفریدی بروز پنجشنبہ تحریر بستم شہر ربیع الاول ہجری سنہ ۱۲۰۹ جلوس شاہ عالم رونند (۱) بادشاہ جلوس سنہ ۲۶ اتمام یافت (۲)۔

اس تتمہ سے ہم دو ایک اہم باتیں اخذ کرسکتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ پشتو کا یہ دیوان ۱۲۰۹ھ میں مکمل ہوا۔ دوسری بات جو ہم قابل محقق بلوم ہارٹ کی ماہرانہ رائے سے اخذ کرتے ہیں یہ ہے۔ کہ یہ نسخہ خود قاسم علی خان کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ بلوم ہارٹ لکھتے ہیں :۔

---

(۱) پشتو لفظ ہے بمعنی "اندھا"، (۲) فہرست بلوم ہارٹ "پشتو کتابیں" صفحہ ۲۳

"یہ نسخہ مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ سارے دیوان میں بہت اصلاحیں اور اضافے اسی ایک خط سے کئے گئے ہیں۔ اور یہ نسخہ مصنف کی مہر کی چھاپ بھی رکھتا ہے۔ دیوان کے شروع میں اول مسودہ کتاب دیوان آفریدی لکھا ہے۔ (۱)

ہمارے پاس جو نسخہ قاسم علی کے پشتو دیوان کا ہے۔ اس کے ایک شعر سے اس کا سال ۱۲۰۶ء نکلتا ہے۔ مگر خاتمہ میں تاریخ نہیں دی گئی اس سے ہم اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ اس نے یہ دیوان ۱۲۰۶ء میں مکمل کیا۔ مگر اصلاح وغیرہ کے بعد مذکورہ سال ۱۲۰۹ء میں تحریر مکمل ہوئی۔ بالفاظ دیگر ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ قاسم علی خان نے یہ دیوان صرف (۲۳) سال کی عمر میں مکمل کیا۔ گھوڑے کی پیٹھ پر شمشیر بکف عمر گذارنے والے اس سپاہی کا یہ کارنامہ بہت قابل قدر ہے۔ خصوصاً یہ بات کہ اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنی دوسری تصنیفات میں بھی مصروف رہا۔ قاسم علی خان کی قابلیت واستعداد کو اور بھی حیرت افزا بنادیتی ہے۔

مذکورہ فہرست میں اس نسخہ کے آغاز و انجام کے جو اشعار دیئے ہیں۔ اگر انکا مقابلہ اسلامیہ کالج والے نسخہ سے کیا جائے تو دونوں میں نمایاں فرق ظاہر ہوجاتا ہے۔ جو فاضل بلوم ہارٹ کے نظریہ کی تصدیق کرتا ہے۔ اگرچہ یہ پشتو زبان میں ہیں۔ مگر ہم بعض قارئین کرام کی تشنگی دور کرنے کے لئے ذیل میں دونوں کے اشعار آمنے سامنے لکھ دیتے ہیں۔

---

(۱) فہرست بلوم ہارٹ صفحہ ۴۴ اسلامیہ کالج کے نسخہ میں دیوان کے بعد یہ خاتمہ نہیں ہے۔ بلکہ صرف تمت تمام شد کے الفاظ لکھے ہیں۔

شجرۂ قادریہ کے اشعار یہ ہیں ۔ (۱)

	نسخہ برٹش میوزیم لندن	نسخہ اسلامیہ کالج پشاور
آغاز	مومنان خبر اوری پسه ربهیا	د شجره پقصائد شوم اوس گویا
	زسینی هم ما قسم دی په خدا	وی په کار می پد نما هم دعقما
اشعار	زاحوال‌ی د شجره پخپل بیان کړم	حقیقت به د شجره خپل بیان کړم
	تاسی مکوی شبه پکښ پیدا	چه ظاهر شی پمالی او په ادنا
خاتمه		
	قاسم علی گنهگار بنده دی	قاسم علی گنهگار ستا بنده دی
	له کرم دیدار را اوښائی مولا	مشرف په خپل دیدار کړه یا مولی

دیوان کے شروع کے اشعار :

برٹش میوزیم لندن	اسلامیہ کالج پشاور
حق مالک د کل جهان دی رب حما	حق مالک د دو جهان دی رب حما
چه ښښتن د هر مکان دی رب حما	هم ښښتن د لا مکان دی رب حما
نهرچز به ستوګه وطن ونه	به هیجرته معین وطن ستوګه

---

(۱) یہ شجرہ اسلامیہ کالج کے نسخہ میں حمد و نعت وغیرہ کے بعد پشتو کے دیوان میں شامل کیا گیا ہے ۔

نسخہ اسلامیہ کالج پشاور	نسخہ برٹش میوزیم لندن
بیا ظاهر باطن عیان دی رب تہا	پہ ظاہر باطن عیال دے رب تہا (۱)

برٹش میوزیم کے اس نسخہ کے آخر میں خواب نامہ بھی دیا ہوا ہے۔ جو اسلامیہ کالج کے نسخہ میں علیحدہ طور پر لکھا ہے۔ اس کے اشعار ہیں :-

آغاز :

تا سی آورای مومن اهل دین	نا سی آورای مومنان اهل دین
الله یودی لا شریک للمتقں	الله یودی لا شریک پآن واین
محمد باند درود شه دل تر تل	محمد باند درود لوله تـه تل
اوس ته پوه په خوب نامه شه حمادل	اوس به پوه پخوب نامه شرحمادل

خاتمه :

له بخوب توغ نقاره نا ته لیدہشی	که په خواب توغ نقاره و نا لیدہشی
چه بادشاه یا امرا حه بحسیده شی	شاه امرا بو یه پتا خه بخشبدہسی
قاسم علی آفریدی اوس زبه بندکره	قاسم علی آفریدی اوس ژبه بند کره
پښتانان ته خوب نامه باندخورسند کره	پښتنوته خوب نامه باندخورسند کره

(۱) بلوم ہارٹ کے پہلے نسخہ میں مذکورہ خط کشیدہ الفاظ یونہی یعنی ''چزته،، ''عیال،، اور ''آورای،، لکھے ہیں۔ چھاپے کی یہ غلطیاں بعد میں بلوم ہارٹ اور میکنزی کے نسخہ میں درست کردی گئی ہیں۔ جہاں ''چره،، اور ''عیان،، اور ''اوری‌ای،، لکھا ہے۔

ہم عرض کر آئے ہیں۔ کہ اسلامیہ کالج کے پشتو کے دیوان آفریدی میں کوئی خاتمہ موجود نہیں صرف ''تمت تمام شد،، کے الفاظ دیئے گئے ہیں۔ مگر خواب نامہ کے آخر میں دونوں نسخوں میں خاتمہ کے الفاظ موجود ہیں۔ جو قابل غور ہیں۔ برٹش میوزیم کے نسخہ کے الفاظ بعینہ یوں ہیں :-

''تمت تمام سد بدستخط فقیر حقیر کثیرالتقئیر من تصنیف قاسم علی خان آفریدی سنہ اتمام یافت بروز ادینہ وقت غرمہ بتاریخ بست و یکم شہر ربیع‌لاول سنہ ۱۲۰۹ ہجری -،، (۲)

اب ہمارے نسخہ کے الفاظ ملاخظ فرمائیے :-

''تمت تمام شد نسخہ خواب نامہ تصنیف قاسم علی خاں آفریدی بخط خام احقرالعباد سید کلام الدین بتاریخ پنجدہم ماہ شعبان المعظم ۱۲۳۰ ہجری اتمام یافت،،

اس سے صاف ظاہر ہوجاتا ہے۔ کہ لندن کا نسخہ خود مصنف کے ہاتھ کا ہے اور ہمارا نسخہ سید کلام الدین نے اس سے اکیس سال بعد میں لکھا ہے۔اور جیسا کہ بلوم ہارٹ نے خیال ظاہر کیا ہے کہ مصنف نے اس میں جگہ جگہ اصلاح اور اضافے وغیرہ کئے ہیں۔ اس کی تصدیق بھی ہوجاتی ہے کہ ہمارے نسخے اصلاح و اضافوں کے بعد نقل کئے گئے ہیں۔ ہمیں افسوس ہے کہ ہمیں اردو کے دیوان کا کوئی اور نسخہ نہیں مل سکا۔ تا ہم مذکورہ مقابلہ کی بنا پر کہہ سکتے ہیں کہ اس کے اردو کے دیوان کا یہ نسخہ جو غالباً سب

---

(۲) پشتو لفظ بمعنی دوپہر (۱) یہ الفاظ بلوم ہارٹ اور میکنزی کی نئی فہرست سے لئے گئے ہیں۔ بلوم ہارٹ کی پرانی فہرست میں کچھ غلطیاں تھیں۔

سے آحر میں یعنی ۱۲۳۷ء میں نقل کیا گیا ۔ قاسم علی خان کے اصلاح شدہ نسخہ کی نقل ہی ہوگا ۔

اب ہم ان نسخوں کے نقول کے سلسلہ میں ایک اور اہم بات کی طرف آتے ہیں ۔ وہ یہ کہ برٹش میوزیم کے دوسرے نسخہ (بلوم ہارٹ فہرست نمبر ۹۳ ب م کتب خانہ نمبر ۳۹۵ OR) کے تتمہ کے الفاظ قابل غور و فکر ہیں ۔ اس نسخہ کے متعلق بلوم ہارٹ نے رائے ظاہر کی ہے کہ یہ نسخہ احتیاط کے ساتھ نظر ثانی شدہ ہے ۔ اور اس میں پچھلے نسخہ (جسکا ذکر گذر چکا ہے) کی اصلاحات کے علاوہ اور بھی کچھ منفرد تبدیلیاں اور اضافے کئے گئے ہیں ۔ (۱)

اس نسخہ کے خاتمہ کے الفاظ یہ ہیں ۔

"تمت تمام شد نسخہ دیوان آفریدی خاتمہ شد بتاریخ سلخ شعبان المعظم ۱۲۳۱ ہجری بخط خام احقرالعباد محمد کلام الدین قادری پیر عاسی کہ لقب از قاسم خان آفریدی یافت و تصنیف دیوان مسمی دیوان آفریدی نیز بہ خان موصوف بود و مہارت در چند زبان می داشت و بلکہ چند دیوان بزبان فارسی و ہندی و چند ملفوظاف انگریزی و کشمیری و نیز ترکی تصنیف می‌نمود و علامہ عصر و اہل دول بود ۔ واین احقرنیز از سلسلہ ملا زمان او ملازم بود، اتمام یافت،، (۲)

اس نسخہ کے خاتمہ میں جو ۱۲۳۱ھ میں لکھا گیا کاتب نے ماضی کے صیغے یعنی بود ۔ داشت ۔ نمود استعمال کئے ہیں ۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے ۔ کہ اس وقت

---

(۱) فہرست بلوم ہارٹ حصہ پشتو صفحہ ۴۴ ۔ (۲) یہ الفاظ بلوم ہارٹ اور میکنزی کی نئی فہرست (مطبوعہ لندن ۱۹۶۵) سے لئے گئے ہیں ۔ بلوم ہارٹ کی پرانی فہرست میں کچھ کمی تھی ۔

قاسم علی خان وفات پاچکے تھے۔ بالفاظ دیگر ہم وثوق کے ساتھ اتنا کہہ سکتے ہیں۔کہ قاسم علی خان نے ۱۲۲۷ اور ۱۲۳۱ کے درمیان وفات پائی۔

اس کے علاوہ سید کلام الدین (کاتب) نے اپنے متعلق لکھا ہے۔ کہ وہ ان کے ملازم تھے اس سلسلہ میں ایک اور بات جو قابل ذکر ہے وہ یہ ہے کہ اسلامیہ کالج والے نسخہ کی نقلیں بھی اسی سید کلام الدین کے ہاتھ کی تیار کی ہوئی ہیں۔ اور جن دیوانوں (بزبان فارسی و ہندی) اور جن ملفوظات کی طرف اس نے تتمہ مذکور میں اشارہ کیا ہے۔ بعد میں اس کے ہاتھ کی لکھی ہوئی اس مجموعہ میں موجود ہیں۔ اور تقریباً ان سب کتابوں کے اول و آخر میں قاسم علی خان کی مہر ثبت کی گئی ہے۔ غالباً یہ وہی مہر ہے۔ جس کے متعلق بلوم ہارٹ نے ذکر کیا ہے۔ کہ لندن کے نسخہ پر لگی ہوئی ہے۔ اس مہر پر ''قاسم علی خان،، اور ۱۱۹۱ کا سنہ دیا گیا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ سید کلام الدین قاسم علی خان کے منشی و کاتب تھے۔ اور یہ مہر اس کے پاس رہتی تھی۔ جو قاسم علی خان کی وفات کے بعد بھی حتٰی کہ ۱۲۳۷ تک (جبکہ اس نے زیر نظر اردو کا دیوان نقل کیا) موجود تھی۔ اور جسے اس نے نقل کرنے کے بعد ہر کتاب پر ثبت کر دیا ہے۔ اس نسخہ میں اس نے اپنا نام سید کلام الدین ''جعفری،، لکھا ہے۔ اور قاسم علی خان کے نام کے ساتھ سکنہ بلدۂ فرخ آباد لکھا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ آخری ایام میں فرخ آباد ہی میں مقیم رہے۔ (جبکہ ان کے والد تو بہار میں مقیم تھے۔ وہیں وفات ہوئے اور وہیں مدفون ہیں) قاسم علی نے اپنے پشتو کے

دیوان میں فرخ آباد کا ایک طویل قصیدہ لکھا ہے۔ اس قصیدہ کے وہ الفاظ جو اس نے انگریزوں کی آمد کے متعلق لکھے ہیں بہت دردانگیز ہیں۔ فرخ آباد شہر کی تعریف کرنے کے بعد کہتے ہیں۔ ''مگر اب ہیہات افسوس اور غم والم ہے۔ کہ اب ہمارا فرخ آباد میں رہنا مشکل ہوگیا ہے۔ کیونکہ اب یہاں نصاریٰ کی حکومت قائم ہوگئی ہے۔ اور انگریز کے طنبور و طرم بجتے ہیں۔ اب پشتونوں کی حکومت یہاں نہیں رہی اور اب انگریز یہاں عدالت کررہے ہیں۔ اب اشراف اور کمینے میں کوئی فرق باقی نہیں رہا۔ اور ادنیٰ اور اعلیٰ سب ایک لاٹھی سے ہانکے جاتے ہیں۔ غیرتمندوں کی غیرت وحمیت کیا کرے۔ جبکہ یہاں کے نوابوں کے حوصلے پست ہوگئے ہیں۔ بغیر تلوار چلائے اپنا ملک فرنگیوں کے حوالہ کردیا۔ میں فرخ آباد کے سرداروں کے حق میں کیا کہوں۔ اس سے زیادہ نامردی اور کیا ہوگی۔ کہ فرخ آباد کے رہنے والے اب محکوم ہو چکے ہیں۔''

ہم نے قاسم علی خان کی زندگی کے متعلق صرف مختصر حالات لکھے ہیں۔ کیونکہ اس نے خود اپنے اور خاندان والوں کے حالات بڑے دلچسپ پیرائے میں اپنے رسالہ آفریدی میں لکھ چھوڑے ہیں۔ اگر خدا نے چاہا اور مالی مشکلات دور ہوگئیں تو ہم اس کے پشتو دیوان کے علاوہ فارسی کا یہ رسالہ آفریدی بھی شائع کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس رسالہ کی اہمیت خاص طور پر اس وجہ سے بھی ہے۔ کہ اس میں اس وقت کے سیاسی حالات بالخصوص فرنگیوں اور اس وقت کے بڑے بڑے نوابوں اور راجوں مہاراجوں کی لڑائیوں اور باہمی تنازعات وغیرہ کے چشم دید حالات بھی درج ہیں۔ یہاں تک کہ بعض معاہدوں کی شرائط تک بھی تفصیل سے درج کردی ہیں۔ اس لئے ہند و پاک کی نئی اور صحیح تاریخ لکھنے والوں کے لئے یہ ایک غیر جانبدارانہ اور قابل اعتماد ماخذ ثابت ہوگا۔

۲ ـ قاسم علی خان کی زبان

اب ہم قاسم علی خاں کے زیر نظر کلام کے متعلق چند اہم باتیں عرض کرنا چاہتے ہیں۔

قاسم علی خان جیسا کہ پہلے عرض کر آئے ہیں قوم کا آفریدی پٹھان تھا۔ اور اس کے آباواجداد ہند (کولنہار فرخ آباد وغیرہ) میں جا بسے تھے۔ ان ایام میں آفریدیوں کے علاوہ اور بھی کئی قبائل کے لوگ وہاں آباد تھے۔ بعض پیسہ، اقتدار اور تلوار کے لحاظ سے طاقتور سرداروں نے وہاں بہت سی چھوٹی بڑی ریاستیں بھی بنا لی تھیں۔ جن میں بنگش نوابوں کی ریاست فرخ آباد بھی ان لوگوں کا ایک اہم مرکز تھی۔ ہند میں رہنے بسنے والے اور پھر وہاں کے مقامی باشندوں کے ساتھ رشتوں ناطوں کی وجہ سے رفتہ رفتہ ان لوگوں نے وہیں کی مروجہ زبان اختیار کرلی تھی۔ جسے چاہے ہندی کہیں، چاہے ہندوستانی یا اردو۔ پہلے پہل تو یہ لوگ اپنے وطن بھی آتے جاتے رہتے تھے۔ اور بہت عرصہ اپنی زبان بھی یاد رکھی مگر بعد میں آمدو رفت کا یہ سلسلہ اگر بالکل منقطع نہیں ہوا تو بہت کم ضرور ہوگیا۔ مثال کے طور پر قاسم علی آفریدی کی یہ آرزو کہ اگر اسے موقع ملا تو وہ ''جو ہو سو ہو،، (شاید یہ جملہ اس نے اپنی سابقہ دشمنوں کی بنا، پر لکھا ہو) ضرور اپنے وطن جائے گا اور

وہاں کے حالات بھی اپنے رسالہ میں لکھے گ۔ مگر غالباً اسے اپنا وطن دیکھنا نصیب نہیں ہوا۔ اپنے ملک، اپنے لوگوں اور پھر اپنی زبان سے تعلق کٹ جانے کی وجہ سے ہند میں بسنے والے پٹھانوں نے بھی اپنی زبان (پشتو) کو بھلا دیا تھا۔ قاسم علی خان آفریدی کے دادا ۱۱۱۹ھ میں ہند گئے تھے۔ اور قاسم علی کے حالات زندگی لکھنے کا آخری معلوم سال ۱۲۲۴ھ ہے۔ گویا ان کو ملک چھوڑے ایک صدی گذر چکی تھی۔ اس عرصہ میں ان لوگوں نے اپنی زبان کو کس حد تک فراموش کر دیا تھا۔ اس کے متعلق قاسم علی خان آفریدی کے رسالہ آفریدی کے بعض جملے بہت اہم ہیں۔ ایک جگہ کہا ہے۔ کہ اس وقت ۴۵ نفر سلطان خیل آفریدی یہاں (ہند کے مختلف مقامات میں) موجود ہیں۔ اور ایک اور جگہ بتایا ہے۔ کہ میرے سوا دو یا تین نفر ہی اور سوں گے جو پشتو زبان جانتے میں۔ اس سے ہم یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ تقریبا ایک صدی کے عرصہ میں کسی قوم یا قبیلہ کے افراد کی زبان کتنی بدل جاتی ہے۔ دوسرے یہاں لسانیات کی ایک اہم حقیقت کا ثبوت بھی مہیا ہو جاتا ہے۔ کہ کسی قوم یا قبیلہ وغیرہ کی زبان ان کے اصل نسل کی نشاندہی نہیں کیا کرتی۔ زبان تو محض اظہار خیال کا ایک ذریعہ ہے۔ جو محل مقام کی تبدیلی اور دوسری زبانوں میں مل جل جانے سے بدل جاتا ہے۔ جو شخص یا اشخاص یا قبیلہ جہاں بھی جاتا ہے۔ عموماً وہاں کی زبان اختیار کرلیتا ہے۔ اور مرور ایام کے ساتھ اپنی سابقہ زبان کو بھول بھی جاتا ہے۔

ایک اور بات جو لسانیات سے تعلق رکھتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ جب قومیں یا انسانی گروہ کسی مروجہ زبان کو دوسری زبان میں بدلتے ہیں (یہ عمل

بھی قدرتی طور پر ہوتا ہے) تو اس نئی زبان کو اختیار کرلینے سے پہلے ایک ایسا دور بھی آتا ہے کہ بولنے والے کے تلفظ، محاورہ، الفاظ کے مفہوم اور گرامر کے بعض اصولوں کے لحاظ سے دونوں (یعنی چھوٹنے والی اور اختیار کی جانے والی) زبانوں کا اثر موجود ہوتا ہے۔ اور کچھ وقت لگتا ہے کہ چھوٹنے والی زبان کے اثرات ختم ہوجائیں۔ اور نئی زبان مکمل طور پر بولنے والے کے لب ولہجہ اور تلفظ پر قبضہ جما لے ــــ اس زمرہ میں ایک وضاحت ضروری ہے۔ کہ ایسی صورتوں میں اگرچہ غلبہ کسی بڑی اور عام بولی جانے والی زبان کا ہونا ہے۔ جو اس نووارد (فرد یا قبیلہ) کو اسے اختیار کرنے پر مجبور کرلیتی ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی اس چھوٹی (۱) یا اجنبی زبان کا بھی تھوڑا بہت اثر اس بڑی زبان پر ضرور ہوتا ہے۔ اس ''اثر،، کی کمی بیشی کا انحصار خاص طور پر دو باتوں پر ہوتا ہے۔ ایک تو یہ کہ اس اجنبی زبان کے بولنے والوں کی سیاسی معاشی اور تمدنی حالت کیا ہے؟ دوسرے ان کی تعداد کتنی ہے؟ یہ دونوں باتیں پشتو بولنے والے لوگوں میں بہت نمایاں تھیں۔ اسی وجہ سے ان لوگوں نے، جہاں بھی گئے وہاں کی مقامی بولیوں کو بہت متاثر کیا ہے۔ چنانچہ اردو زبان کی ساخت میں ان پٹھانوں کا ایک نمایاں حصہ ہے ان لوگوں نے رسم و رواج کے علاوہ اردو زبان کو بے شمار

---

(۱) میرا مطلب اس چھوٹی یا بڑی زبان سے بولنے والوں کی تعداد کے لحاظ سے ہے۔ ویسے دنیا میں کوئی زبان اپنے طور سے چھوٹی یا بڑی نہیں ہوتی۔ کیونکہ ہر زبان اپنے بولنے والوں کی ضرورت کو پورا کرنے کیلئے کافی ہوتی ہے۔

الفاظ اور محاورے دئے ہیں۔ اس زمرہ میں تھوڑا بہت کام ہو بھی چکا ہے (۱) مگر اب بھی تحقیق کے لئے ایک دلچسپ اور وسیع میدان کھلا پڑا ہے۔

قاسم علی خان کی زبان بھی کچھ ایسے ہی مرحلے سے گزر رہی تھی۔ یہ اندازہ تو ہم نہیں لگا سکتے کہ فرخ آباد وغیرہ کی اردو کو ان لوگوں نے کیا کچھ اور کتنا کچھ دیا۔ مگر قاسم علی خان کی پشتو اور اردو زبانوں (میں اس کی تصنیفات وغیرہ) سے ہم یہ پتہ لگا سکتے ہیں کہ اس کی زبان ابھی عبوری حالت میں تھی اور اس کی اردو پر پشتو کا اور اس کی پشتو پر اردو زبان کا اثر آسانی سے معلوم کیا جا سکتا ہے۔ مثال کے طور پر اس کے پشتو دیوان میں اس کے تخلص (نام) کو اگر پشتو کے لہجہ کے مطابق ادا کیا جائے تو مصرع کا وزن درست نہیں رہتا۔ اس لئے اسے لامحالہ اردو تلفظ کے مطابق ادا کرنا پڑتا ہے۔ اسی طرح اس کے جملوں کی تلحین اور زیروبم (Intonation) میں بھی یہ بات آشکار ہے۔ اس کے بالعکس اردو زبان کے لب و لہجہ پر جو اثر پشتو زبان کا ہے اسے اہل زبان مجھ سے زیادہ آسانی سے محسوس کرسکتے ہیں۔

پشتو ہند آریائی زبانوں میں ایرانی زبانوں کے زیادہ قریب ہے۔ اور اگرچہ اس میں سنسکرت وغیرہ میں بولے جانے والے بے شمار الفاظ موجود ہیں۔ مگر اس کے لب و لہجہ کا رجحان ایرانی زبانوں ہی کی طرف ہے۔ اس لئے پشتو میں کچھ باتیں ایسی ہیں۔ جو ہندی (Indic) زبانوں جن میں اردو ہندکو

---

(۱) علامہ امتیاز علی عرشی کی کاوش ''اردو میں پشتو کا حصہ،، مطبوعہ پشتو اکیڈیمی اس میدان میں غالباً سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔

اور پنجابی وغیرہ شامل ہیں، سے مختلف ہیں۔ اور ان ہی اختلافات کی وجہ سے ہندی خاندان کی کوئی زبان بولنے والوں کو پشتو سیکھنے میں دشواری پیش آتی ہے۔ اور پشتو بولنے والے کو ان زبانوں پر عبور حاصل کرنا مشکل ہوتا ہے۔ تا ہم ایک بات جو میرے مشاہدے میں آئی ہے۔ وہ یہ کہ ایک ساتھ ہندی اور پشتو زبانیں بولنے والے یا کم سے کم دونوں ایک جگہ (گاؤں وغیرہ) میں رہنے والوں میں پشتون تو ہندی زبانیں آسانی سے سیکھ لیتے ہیں۔ مگر ہندی زبان بولنے والے پشتو زبان خصوصاً اس کا لہجہ و لہجہ ٹھیک سے نہیں سیکھ پاتے۔ کافی غور کے بعد چند ایک وجوہ جو میرے ذہن میں آئی ہیں۔ ان میں اہم ترین یہ ہیں:-

(۱) پشتو زبان کی مخصوص آوازیں خصوصاً ایک خاص حرفِ صوت جو ہند ایرانی زبانوں میں موجود نہیں (یورپ کی بعض زبانوں مثلاً انگریزی میں موجود ہے)

(۲) پشتو الفاظ میں فشار (Stress) کے محل و مقام کا دوسری زبانوں سے اختلاف۔ (یہ فشار Stress) پشتو زبان میں معنوں میں تبدیلی لانے کا اثر (Phonemic-value) رکھتا ہے۔ اور یہ خصوصیت جہاں تک میرا خیال ہے پشتو زبان کے علاوہ دوسری ہند ایرانی زبان میں نہیں ہے۔)

(۳) تذکیر وتانیث کا اختلاف۔

یہ باتیں اگرچہ تفصیل و توضیح کی متقاضی ہیں۔ مگر ایک تو ان کے ذکر سے بات طویل ہو جائے گی دوسرے اس کا تعلق بھی زیر نظر موضوع سے نہیں اور پھر اردو زبان کے اس پشتون شاعر کی زبان کے سلسلہ میں جواز بھی شاید ان مختصر سے اشارات سے زیادہ کا نہیں۔

قاسم علی خان آفریدی کا اردو کلام بہت سادہ خیالات کا مظہر ہے۔ اس میں شاعرانہ باریکیوں، موشگافیوں اور نازک اور دور افتادہ تشبیہات اور لطیف استعاروں وغیرہ کی تلاش شاید چنداں بار آور نہ ہو۔ البتہ اگر اسے اس نظر سے دیکھا جائے کہ یہ ایک ایسے پٹھان اور ساتھ ہی ایک ایسے دور کی زبان کا مظہر ہے۔ جو اس وقت پٹھانوں میں بتدریج بدل رہی تھی۔ (یعنی پشتو کی جگہ لے رہی تھی) اس کے علاوہ اس بات سے کہ شاعر شمالی ہند کے علاوہ کافی عرصہ دکن میں بھی رہا۔ اور اس کی زبان پر دکنی زبان کا اثر بھی موجود ہے۔ تو اس کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ اس لحاظ سے محققین کے لئے ایک قابل قدر مواد مہیا کرتا ہے۔

۳ ـ کچھ دیوان کے متعلق

حونکہ اس دیوان کا صرف ایک ہی نسخہ ہمارے سامنے ہے۔ اس لئے حو مشکلات اس قسم کے قلمی نسخوں میں پیس آیا کرتی ہیں۔ اور حو دو یا زیادہ نسخوں کے تقابل سے حل کی حاسکتی ہیں۔ ہم حل نہیں کرسکے۔ اس لئے بعض غزلیں ہم نے چھوڑ بھی دی ہیں۔ اس دیوان میں بہت سے الفاظ ہمارے سامنے ایسے آئے حو آج کل کی مروحہ تذکیر و تانیث کی علامات (کا۔کے۔کی) یا افعال کے لحاظ سے غلط نظر آئے۔ ان کو ہم نے آج کل کی زبان کے مطابق درست نو کردیا ہے۔ لیکن پائین صفحہ اس کی اصل شکل بھی دے دی ہے۔ کیونکہ جیسا کہ میں نے عرض کیا۔ قاسم علی خان کی زبان پر دکنی اردو کا بھی بہت اثر ہے۔ اور دہلی و لکھنو کے اختلاف کے علاوہ شمالی ہند اور جنوبی ہند کے لہجوں میں بھی تذکیر و تانیث کا فرق موجود تھا۔ اس لئے ہوسکتا ہے۔ کہ قاسم علی خان نے اس وقت کی زبان کے مطابق درست ہی لکھا ہو۔ مثال کے طور پر جنگ، جان، جھلک، لذت، طاقت، سوگند بہار وغیرہ کے الفاظ آج کی مروجہ زبان میں مؤنث ہیں۔ مگر ''دکنی،، زبان میں یہ الفاظ مذکر باندھے گئے ہیں جیسے (۱)

اتا ایک قصہ سنو جنگ کا کہ وہ جنگ تھا دہن کے ننگ کا (شاھی)

تو دوستاں کا جان ہےتیرا ذکر ایمان ہے تجھ پر ولی قربان ہےکیوں جابسا یا کربلا (ولی)

تجھ حسن کا جھلک جو ھری زنگبار پر ہر جا ملہ وہاں کی جتی دفتر آفتاب (نصرتی)

---

(۱) یہ مثالیں ''دکن میں اردو،، سے لی گئی ہیں۔

بہارے دید کا لذت ہمارے آز سوں پوچھو   ہور اپنے حسن کی خوبی ہچشم نار سوں پوچھو (حسینی)
ہاں کے عاقل و دانا ہیں عاجز تجھ فراست سوں   کسے طاقت صنم تحسین میں تیرے بار پانے کا (حسینی)
ں کی محبت کا سوگند   تجھے دیکھا بہار برے تم نے موں منجے (ضعفی)

یہ الفاظ پشتو میں بھی مذکر ہیں۔ اگر اس قسم کی مثالیں دکنی اردو میں نہ ہوتیں (اور شاید اس وقت کی شمالی ہند کی اردو میں بھی موجود ہوں) تو ہم تذکیر و تانیث کے اس فرق کو پشتو کا اثر قرار دیتے۔ تاہم اس سے بالکل ہی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اس اختلاف میں تھوڑا بہت اثر اس کی پشتو زبان کا بھی ہوسکتا ہے۔

تذکیر و تانیث کے اختلاف کے علاوہ قاسم علی کے دیوان میں کچھ اور باتیں بھی ایسی سامنے آئی ہیں۔ جو آج کل کی مروجہ زبان سے مختلف ہیں۔ جن کا مختصر ذکر ہم ذیل میں کرتے ہیں۔

(۱) جمع کے الفاظ۔ ظالماں، باتاں، مدتاں، زلفاں وغیرہ کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ مگر اس دور کی اردو خصوصاً دکنی اردو میں اس کی مثالیں بہت ملتی ہیں۔ ۱۱۰۰ھ سے پہلے کے دور کے شعراء کے کلام میں لاکھاں، اناراں، کھجوراں، میویاں، سندریاں موراں، شہراں، عاشقاں وغیرہ قسم کے جمع کے الفاظ عام ملتے ہیں۔ بعض جگہ جمع کیلئے 'ین' کا لاحقہ بھی استعمال کیا ہے۔ جیسے "غمازی" کی جمع "غمازیں" لکھا ہے۔ اسی قسم کے بعض جمع کے الفاظ کے ساتھ صفت کے کلمات بھی اسی طرح "اں" سے بنائے گئے ہیں۔ جسے زلفاں کالیاں، چشماں متوالیاں وغیرہ۔

(۲) ''یہاں،، اور ''وہاں،، کے کلمات اس کے دیوان میں ہر جگہ اسی شکل میں لکھے گئے ہیں۔ حالانکہ شعر کے وزن کا تقاضا تھا کہ ان کو ''یاں،، ''واں،، لکھا جاتا۔ اس کی وجہ ہم یہ تو قرار نہیں دے سکتے کہ اس زمانہ میں ''یاں،، ''واں،، استعمال نہیں تھا۔ بلکہ اس کے بالعکس یہ کہا جاسکتا ہے کہ ''کہاں،، کی بجائے ''کاں،، اور ''یہاں،، کی بجائے ''یاں،، اس وقت کی زبان کی خصوصیات میں شامل ہے (۱) ہم نے ان کو اصل کے مطابق ''یہاں،، اور ''وہاں،، ہی رہنے دیا ہے۔ قارئین کرام خود ہی شعر کے وزن کے مطابق حسب ضرورت ان کو ''یاں،، اور ''واں،، پڑھ سکتے ہیں۔ اسی طرح ''پر،، کا لفظ بھی ہے جو بعض اشعار میں ''پہ،، تلفظ سے درست بیٹھتا ہے۔

(۳) بعض ایسے الفاظ میں جہاں آج کل ضمہ (پیش) سے کام لیا جاتا ہے۔ قاسم علی خان نے وہاں ''و،، کا استعمال کیا ہے۔ جیسے دھولا (دُھلا) چورانا (چرانا) چھوری (چُھری) بھونا (بُھنا) نہ کھولی (نہ کُھلی) بھولایا (بُھلایا) بورا (بُرا) اوڑنا (اُڑنا) لوٹیری (لُٹیری) شاید اس وقت کے تلفظ میں آج کل کی ''پیش،، کی حرکت کو کچھ کھینچ کر پڑھا جاتا ہو۔ جو ''و،، کی آواز سے زیادہ قریب ہو اور پھر اسی وجہ سے ان الفاظ کو ''و،، ہی سے لکھا جاتا ہو۔

---

(۱) دکن میں اردو صفحہ ۲۴۔

(۴) ۰عربی کے سہ حرفی الفاظ جن کے آخری دو حرف حرکت نہیں رکھتے جیسے قدر، حشر، قبر، ختم، مرض، شرم وغیرہ آفریدی کے کلام میں ایسے الفاظ میں ماقبل آخر کو فتح کی حرکت دی گئی ہے یعنی [CC—] کو [CVC—] بنا دیا گیا ہے۔ پشتو زبان میں بھی عام طور پر ایسے الفاظ کو [CVC—] کے تلفظ سے ادا کیا جاتا ہے۔

مگر اس قسم کے تلفظ کی مثالیں بھی قدما کے کلام میں (خصوصاً) دکنی اردو میں ملتی ہیں۔ جیسے (۱)

کیا زیب سینا صدر عشق کا رکھی پھول دوڈھک نوپر مشک کا (عبدل)
ترت سیتی ملکر یوں کیتی عرض کہوں تم کوں ہم ساتھ کیا ہے غرض (امین)
کہ جس سرپو لولاک کا تاج ہے سو اس کوں عرش آپی محتاج ہے (صنعتی)
گرَدَ میں جو بجلی چمکتی تھی تیغ جوں بجلی ویسے ابر میں بے دریغ (رستمی)

اس طرح قبر، دفن، نذر، حکم، جرم، امر، وغیرہ وغیرہ الفاظ بھی اسی [CVC—] کے وزن پر ملتے ہیں۔ علاوہ ازیں پشتو کے علاوہ ہندی (Indic) زبانوں جیسے ہند کو پنجابی وغیرہ) میں آج بھی ایسے الفاظ کی عموماً یہی صورت ہے ور شاید ان علاقوں میں جہاں آفریدی اور اس کے خاندن والے رہتے تھے یہی لفظ ہو۔

---

۱) یہ مثالیں 'دکن میں اردو، سے لی گئی ہیں۔

(۵) بعض الفاظ کے شروع میں آج کل کے مروج الف کی بجائے "و" استعمال کی ہے جیسے وتنا (آتنا) وسی کا (آسی کا) وسے (آسے) وس کے تئیں (اس کے تئیں) وغیرہ۔

(٦) بعض اشعار میں "نے" علامت فاعل موجود نہیں ہے۔ جیسے۔ ہم کہا (ہم نے کہا) مگر اس کی مثالیں بھی قدما کے کلام میں ملتی ہیں۔ مثال کے طور پر ذیل کے شعر میں "کو" (علامت مفعول) نہیں ہے۔

مرا گلستان تازہ اس تے بتواسے مجھ اس باغ تھے میوہ دمدم کھلایا (قطب شاہ)

(۷) اسی طرح "مجھ" کا استعمال میرے (مرا وغیرہ) کے مفہوم میں بھی اس وقت کی زبان کا اثر ہے۔ آفریدی کا شعر۔

دن کئی گزرے کہ تم مجھ حسن کے مشتاق تھے صد نیاز و نازکی و یاد دلوانے لگا

اسی معنی میں بلبل دکنی کا شعر ہے۔

نثار تجھ قدم اب نیم جان ہے یہی ہے آرزو فرماں رواں ہے

یا تجھ غم کی آگ دل میں رکھا ہوں چھپا کے میں ڈرتا ہوں تا فلک نہ اڑے یہ شرر کہیں (عاصی)

(۸) بعض اضافی مرکبات میں کسرہ اضافت نہیں دیا۔ جیسے آئینہ دل میں ......" "شکوہ بد ایام" حقیقت مرگ، مگر اس کے بالعکس بعض جگہ بلا ضرورت اور بے موقع کسرہ اضافت بھی نظر آجاتا ہے جیسے "خاطرِ جمع" "گوشئہِ دامن کا پکڑا" "ہکوچۂِ سیاہ زلفان تو نہ جا" وغیرہ۔

(۹) بعض اشعار میں جمع و واحد کے لحاظ سے فاعل اور فعل میں مطابقت نہیں ۔ جیسے ۔ ''دل و دین کیوں کیا برباد،، ''ادویات کام آوے،، ''دیا میں نے اوروں کو اثمار،، وغیرہ ۔

(۱۰) بعض اشعار میں ''و،، عطف کا بے جا یا دہرا استعمال کیا ہے ۔ جیسے ''سمک سما و کہ شمس و قمر رہے نہ رہے،، ''ہم نصارا و یہودو و مسلمان کشی،، ''مسند و شوکت و بادابہ شہاں ارزانی،، ''نام و ننگ و غیرت و بالفعل مقصود است و بس،، وغیرہ۔

(۱۱) فارسی کے حروف جر جیسے ز، بر، با وغیرہ کا استعمال اکثر کچھ اچھا نہیں لگتا جیسے ''بہ سر اپنے۔ برگشتہ از اقرار ۔،،

قاسم علی خان کے کلام میں یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے ۔کہ اس نے اکثر ایسے ہندی الفاظ استعمال کئے ہیں ۔ جو آج کل یا تو بالکل متروک ہو چکے ہیں یا پھر بہت ہی کم استعمال ہوتے ہیں ۔ ان میں بعض آج بدلی ہوئی شکل میں نظر آتے ہیں بالفاظ دیگر ان کے تلفظ میں فرق آگیا ہے ۔ الفاظ کا متروک ہونا، ان کی شکل و صورت اور تلفظ میں تبدیلی، متروک شدہ الفاظ کی جگہ نئے الفاظ کی ایجاد وابداع کم سے کم لسانیات کی رو سے بہت اہمیت رکھتے ہیں ۔ اس لئے قاسم علی خان کا دیوان اس لحاظ سے لسانیات کے محققین کے لئے خاص طور پر مفید اور دلچسپی کا باعث ہوسکتا ہے ۔ ان میں اکثر الفاظ ایسے ہیں ۔ جو آج کل کی عام مروجہ اردو لغات کی کتابوں میں نہیں ملتے ۔ اور ان کے لئے پرانی ہندی لغتوں کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے ۔ ذیل میں ہم کچھ ایسے الفاظ مثال کے طور پر دیتے ہیں ۔

میرو (میرے) ۔ جرگئو (جلانا) ۔ پوو کس ہارو ۔ کاھو ۔ ناہ ۔ پوچھن دارو ۔ کاپٹ رین ۔ سٹاٹی (مصدر ۔ سٹنا، سٹانا) ۔ کاپ ۔ جا ۔ تا ۔ گڑواتے ۔ بلواوے پھاکنا ۔ رٹیں گے (رٹنا) ۔ سٹیں گے (سٹنا) ۔ مٹے (میٹنا) ۔ کھسنا ۔ روکاوٹ (نہ ملنا) ۔ کھونٹی (کھوٹی) ۔ چکنا ۔ جیھہ (جو) ۔ چھوانا ۔ ہنکالا ۔ پھسیں گے (پھنسیں گے) سنکال ۔ ڈوبایا (ڈبویا) ۔ تڑپھنا ۔ دوندا ۔ کہاوے ۔ ہونٹھوں ۔ بوجھکر (سمجھکر ۔ خیال کرکے) ۔ کو (سے) ۔ تھوبڑی ڈالنا ۔ انیکتے ۔ لوھو ۔ جالو چنا ۔ کوندھا ۔ بھریانا ۔ نرباہ ۔ نیں (نے) ۔ تھانیگا (تھامیگا) ۔ واحھڑے بھور ۔ کوح ۔ ندان ۔ کوئی (کسی نے) چچوانا (چچانا) ۔ دھوحا ۔ تاش (تاس) ۔ سجہ ۔ کمیں (کمی) ۔ چلون ۔ دسپہ ۔ جاھوں ہوں ۔ کھجے ۔ میں وتیں ۔ کھستی ۔ دوت جھکڑا ۔ مکڑانا اتیت ۔ جھمانا ۔ ہیگی ہیں گے وغیرہ وغیرہ ۔

ایک طرف تو قاسم علی نے ہندی و سنسکرت کے ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں ۔ جو آج کل مروج نہیں ۔ دوسری طرف اس نے فارسی عربی کے بھی مشکل اور ثقیل الفاظ بہت استعمال کئے ہیں ۔ اس کے ساتھ ہی اس کا فارسی کلام اس امر کا واضح ثبوت ہے ۔ کہ اسے فارسی زبان پر خاصا عبور حاصل تھا ۔ ویسے اس نے اپنی تعلیم کے سلسلے میں فارسی سیکھنے کا ذکر خاص طور سے کیا ہے ۔ اس کی فارسی غزلیات و رباعیات وغیرہ اردو کلام کے بیچ بیچ میں ردیف کے لحاظ سے اپنی اپنی جگہ دی گئی ہیں ۔ مگر ہم نے اپنے یہاں کے چھپنے والے دوسرے دیوانوں کی طرح اس کا فارسی کلام بھی آخر میں یکجہ کردیا ہے ۔ تاکہ فارسی سے دلچسپی رکھنے والے اصحاب و خواتین کو سارے دیوان کی

ورق گردانی کرنا نہ پڑے ۔ اور اس کے فارسی کلام کا بآسانی مطالعہ کیا جاسکے۔ اس سلسلہ میں ایک اور بات قابل ذکر ہے۔ وہ یہ کہ قاسم علی کی بعض رباعیات اور نظمیں اس کی ایک اور تصنیف (رسالہ آفریدی) میں جا بہ جا دی گئی تھیں۔ جو اس کے دیوان میں موجود نہیں تھیں۔ ہم نے ان کو بھی اس کتاب کے آخر میں جمع کر دیا ہے ۔ تا دہ اس کا معلوم فارسی کلام اکٹھا ہوجائے ۔ (صرف دو ایک رباعیاں یا قطعے چھوڑ دیئے ہیں۔ جو اپنے سیاق و سباق کے بغیر بے معنی سے لگتے تھے) ۔

آفریدی کے قلمی دیوان میں ایک بات جو ایک شخص کو کھٹکتی ہے وہ اس میں املا کی غلطیاں ہیں۔ جیسے ۔ مہلول (محلول)۔ ہتک (ھتک)۔ الطفات (التفات)۔ مبحس (مبحث) ۔ تافن (تعفن)۔ عمدن (عمداً)۔ ہم طای (ہمتائی) سطن (متن) عیسا (عیسٰی)۔ ھلاج (حلاج)۔ سریح (صریح)۔ وغیرہ۔

عام طور پر اس قسم کی غلطیاں کاتب کے سر تھوپ دی جاتی ہیں۔ مگر یہاں ان غلطیوں کو سراسر کاتب کی سہو قرار دینا ایک غلطی ہوگا۔ کیونکہ اگر بلوم ہارٹ کا یہ خیال صحیح ہو کہ برٹش میوزیم والا نسخہ خود مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ اور جہاں تک ہمارا خیال ہے۔ (اور جیسا کہ ہم پہلے بھی عرض کر چکے ہیں) اس کا یہ خیال درست معلوم ہوتا ہے۔ تو اس صورت میں آفریدی نے خود دیوان کے ”خاتمہ“ کے الفاظ میں (کیونکہ ہمارے سامنے بلوم ہارٹ کی فہرست سے دیئے ہوتے اشعار اور خاتمے کے الفاظ ہی موجود ہیں) اس قسم کی ایک غلطی کی ہے۔ اس کے خاتمہ کے الفاظ میں

جو ہم پہلے بھی لکھ آئے ہیں۔ یوں شروع ہوتے ہیں۔ ''دیوان آفریدی دستخط فقیرحقیرکثیرت لتقثیر (Sic) من تصنیف قاسم علی خان .... الخ،، ہم اس میں کثیرت لتقثیر کو چھاپہ خانہ کی غلطی سمجھ لیتے۔ مگر فاضل مستشرق نے اس کے ساتھ (Sic) کے الفاظ لکھ کر نشاندھی کر دی ہے۔ کہ یہ غلطی اصل میں موجود تھی .... ایک طرف اس کے فارسی کے اعلیٰا پایہ کے کلام اور اس کے اردو پشتو اور فارسی کلام میں قرآنی ایات اور احادیث کی تلمیحات اس کے علم کی آئینہ دار ہیں۔ دوسری طرف املا کی یہ غلطیاں حیران کن ہیں !۔

آخر میں اگر آفریدی کے اردو کلام پر پستو کے اثر کے متعلق دو ایک باتیں عرض کردی جائیں تو نا منا سب نہ ہوگا۔ اس کے کلام میں کچھ غزلیں ایسی ہیں۔ کہ جن کے قوافی میں '' دونو ایک،، ''تینو ایک،، اور ''چاروں ایک،، کے الفاظ آتے ہیں۔ یہ پشتو زبان کے سب سے بڑے صوفی شاعر رحمان بابا رح کی ایک غزل کی طرز پہ کہی گئی ہیں۔ رحمان بابا کی غزل میں تینوں ایک ہیں۔ (درے واڑہ یو دی) کے الفاظ ہیں مگر آفریدی نے بعد میں تینوں کے ساتھ دونو اور چاروں ایک ہیں۔ کی غزلیں بھی اضافہ کر دی ہیں۔ اس کے پشتو کے دیوان میں تصوف کی طرف میلان، پیرو مرشد کی اہمیت و ضرورت اور پھر خاص طور پر اس کے اپنے پیرو مرشد (حافظ غلام محمد) سے عقیدت کے اظہار میں بےشمار اشعار ملتے ہیں۔ مگر اردو میں ایسی کوئی واضح بات نظر نہیں آتی۔ پشتو زبان پر اس کی اردو کا اثر پشتو دیوان سے تعلق رکھتا ہے۔ مگر اردو دیوان میں اس کی پشتو کے کچھ الفاظ بھی شامل ہیں۔ غالباً یہ الفاظ ان پٹھانوں نے فرخ آباد، رام پور وغیرہ کی مروجہ اردو زبانوں کوانہی دنوں دئیے تھے۔

مثال کے طور پر ''پیزوان،، (ناک کا ایک خاص قسم کا زیور ہے جو پٹھانوں میں بہت عام تھا۔ اب ذرا استعمال کم ہو رہا ہے۔ اس خاص زیور کے متعلق پشتو عوامی شاعری میں بہت کچھ کہا جا چکا ہے) ''لباسی،، (پشتو کی اصطلاح ہے ظاہر طور پر دوستی کا اظہار کرنے والے کسی گندم نما جو فروش شخص کے متعلق کہتے ہیں۔)

یار عزیز:- پشتو کا مرکب ہے یعنی دوست اور رشتہ دار۔

ریبار:- قاصد خصوصاً محبت کا پیغام لانے لے جانے والا۔

غماز:- ظاہری معنی چغلخور کے ہیں۔ مگر پشتو شاعری میں رقیب اور بدخواہ کے معنوں میں آتا ہے۔

دالان:- خاص قسم کا بڑا برآمدہ جو پٹھانوں کے گھروں میں ضرور ہوتا ہے۔

غورزنگ:- لہروں کے پر زور تلاطم یا جھپٹنے کے معنوں میں آتا ہے۔

دست وپامارونگا: پشتو محاورہ ''لاس و پښے به وهم،، کا لفظی ترجمہ ہے۔

ننگ: غیرت وحمیت (پشتو میں عار کے معنوں میں مستعمل نہیں)

دل سفید: پشتو کے الفاظ ''سپین زړه،، کا لفظی ترجمہ ہے۔ جس کے معنی ہیں ''صاف دل،،

خوشحالی کرے: خوشی منائے خوش ہو

یہ چند مثالیں مشتے از خروارے پیش کردی گئیں۔ ویسے کسی زبان میں ''اوپرے الفاظ'' کو اہل زبان ہی آسانی سے معلوم اور محسوس کرسکتے ہیں۔ اس کے کلام میں اس قسم کی اور بھی بہت سی مثالیں موجود ہوں گی۔

عام قاعدہ یہ ہے کہ کسی شاعر کے دیوان کا دیباچہ لکھتے وقت اس کے کلام کے محاسن وغیرہ کا ایک جائزہ لیا جاتا ہے۔ مگر قاسم علی خان کی زباں کے متعلق بات بہت طویل ہوگئی ہے۔ نیز اسی میں کچھ اشارے اس کے کلام کے متعلق بھی ہو چکے ہیں۔ اس کا دیوان، اس کے خیالات اور شاعری آپ کے سامنے ہے۔ میں اس سلسلہ میں مزید کچھ کہنا نہیں چاہتا۔

آفریدی نے اس دیوان کی اشاعت کے متعلق یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ کہ اس کی اشاعت کے سلسلہ میں ہم دولت پاکستان کی وزارت معارف کے بے حد مشکور ہیں۔ جن کی گراں قدر مالی اعانت نے ہمیں اس قابل بنایا کہ ایک پٹھان کا اردو اور فارسی کلام آپ کے سامنے پیس کرسکیں۔ اس دیوان کے ساتھ دولت پاکستان کی وزارت معارف ہی کی خاص امداد پر ہم پشتو زبان کی ضرب الامثال کا ایک مجموعہ بھی اردو ترجمہ کے ساتھ شائع کررہے ہیں۔ وزارت معارف دولت پاکستان کی طرف سے یہ امداد کافی عرصہ پہلے موصول ہوچکی تھی۔ مگر بعض ناگزیر وجوہ کی بنا پر ان کی اشاعت کا کام بہت دیر سے شروع ہوا۔ بہر کیف کہتے ہیں۔ دیر آید درست آید !۔

اس کتاب کے پیش کرنے کے سلسلہ میں اسلامیہ کالج پشاور کے پرنسپل صاحب اور مہتمم کتب خانہ کا شکر گذار ہوں جنہوں نے اس کتاب کا قلمی نسخہ ہمیں نقل واستفادہ کے لئے عطا فرمایا دیگر اور اپنے رفقائے کار کا بھی جنہوں نے اس کی نقل، پروف خوانی وغیرہ امور میں میرے مدد کی۔ ان میں مولوی محمد اسحاق، سیف الرحمان سید اور محمد انور خان کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اس کے ساتھ ہی نظام پرنٹنگ پریس کے مالک و منیجر نظام الدین صاحب کا مشکور ہوں۔ جنہوں نے اپنی خاص توجہ دے کر اس کتاب کو پوری تندہی اور عجلت سے شائع کرکے آپ کی خدمت میں پیش کرنے میں ہماری مدد کی۔

خیال بخاری
ڈائرکٹر : پشتو اکیڈیمی
پشاور یونیورسٹی

—:oo:—

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کرتا ہوں سدا شکر ادا پاک خدا کا — خلاق ہے جو ایک تمام ارض و سما کا
غیر اوسکے سبھی ذائقہ اموات کا چکھیں — حاکم ہے وو ہی زیست کا اور سب کی قضا کا
کیا حن و بری انس جمادات نبادات — اک کن کا ہے یہ سعدہ ان سب کی بنا کا
چاہا سو کیا اور جو کچھ چاہے سو کرلے — مقدور کہاں میری زبان کو ہے ثنا کا
حامی و سفیع بس ہے مجھے نام محمد(ص) — مالک ہے کیا رب نے جسے ہر دوسرا کا
آل اوسکی سے رکھتا ہوں محبت کو بصدیق — ایماں میں میرے دخل نہیں ریب و ریا کا
جو صدق سے با عدل و حیا تھی بہ شجاعت — خادم ہوں دل و جاں سے ان اصحاب صفا کا
فی الغار اشداء ورحماء ولوء لو — قرآن میں ہے مذکور اونہیں پاک ذکا کا

اے قاسم علی شکر بہر حال ادا کر
گر منتظر وصل ہے مولا کی لقا کا

نہ ہوتا گرچہ دنیا میں محمد مصطفےٰ (ص) پیدا
زمین و آسماں ممکن نہ تھا کرنا خدا پیدا

یہی محبوب پیدا ہیں تمام عالم ہے بارو
کیا صانع نین رآب و آتش خاک و ہوا پیدا

اگر ظاہر میں، جامع اربع ناصر (۱) سے بنا او سکا
ولے باطن میں ہر نسب سے تھا صل علیٰ پیدا

عدم سے زندگی لائی ہمیں کیا کیا دکھانے کو
الم اور رنج فرقت دوستی نے کی بلا پیدا

کسی نے حق کو کسواسطے دیتا کوئی دل کو
اگر ہوتا وفا دار اور کوئی آشنا پیدا

عجب کیا ہے عدو گر حال پر میرے جو رود یوے
کہ میرا یار جانی دشمن جاں ہوگیا پیدا

جو دیکھی نبض میری سب فلاطوں نے کہا ہے یہ
نہیں دیدار بن اس مرض کی کوئی دوا پیدا

اگر آج اسقام آسا نہ لے سکتا ہوں میں تجھسے
ولیکن لونگا جسدم ہوئیگا روز جزا پیدا

نہ کر قصد طواف کعبہ اے زاہد جو سنا ہے
تو اپنے دل کے اندر کرلے اپنا دل ربا پیدا

ولیکن یہ معما غیر مرشد کے بوجھیگا
نخستیں راہبر اپنا کوئی کر پیشوا پیدا

نعیبنں میں جہاں کے ہرزہ گردی کی بہت تونے
مناسب اب ہے اے 'قاسم علی' کرانزوا پیدا

ہزار افسوس عدم سے کیوں ہوا فانی جہاں پیدا
مثال آسیا گردش کناں جو آسماں پیدا

اوٹھانا (۲) ہی پڑا جو بار درد دکھ کا جینے سے
نہ ہوتا کاشکے دنیا میں میرا جسم و جاں پیدا

نہ دن کو چین نہ آرام شب رہتا کبھی یک دم
نعکر دبن غم دنیا ہوا دشمن کلاں پیدا

---

(۱) اربعہ عناصر (۲) اصل : اوھٹانا

پھر اسپر بیوفائی یار اور بیم رقیباں ہو　　بلائے ناگہانی از بسرائے عاشقاں پیدا
نہ ہومغرور اے بے دین زاہد زہد پر اتنا　　میرا زنار تیری سبحہ سے ہوگا عیاں پیدا
نصیحت سے تری ممکن نہیں جو یار کو چھوڑوں　　اثر کا کیوں ترے دلمیں ہوا ناصح گماں پیدا
ہمارا دین مذہب عشق ہم معشوق کے بندے　　یقین کر عشق کے باعث ہوا ہے این وآں پیدا
ہمیں منظور عزت اور ذلت عشق کی یارو　　اگرچہ عشق میں رسوائی زینت تواماں پیدا

جو عشق عاشق کا اے قاسم علی کرتا نحق ظاہر
نہ ہوتا پھر کسی مخلوق کا ہرگز نشاں پیدا

کیا فروغ بزم اوس مہرو کا شب صد رنگ تھا　　شمع نہیں شرمندہ اور مہہ دیکھ رخ کو دنگ تھا
کیوں نہ کہوں داغ دل پر جیسے لالہ در چمن　　خال غیر فام اوس رخسار پر گلرنگ تھا
سُرمگین آنکھوں سے جس جانب کو پڑتی ہے نظر　　نازکی شمشیر سے بسمل پہر عرصہ تنگ تھا
قتل میں عاشق کے سب کو کیا سمجھے تا خیر ہے　　شور غل تھا دہوم تھی اور ازدہام آہنگ تھا
آہ زاری پر کسی کی وہ نہ کرتا تھا خیال　　گوش زدآواز اوسدم ڈہولک ومردنگ تھا
ہو گیا محو تماشا غیر کی محفل میں کیوں　　غیر تیرے دل مرا جیوں شیشہ وقف سنگ تھا

'آفریدی، عشق کے باعث حیا جاتی رہی
کیا ہوا تیرے تئیں دعویٰ جو نام و ننگ تھا

حب سے پہلو سے میرے شوخ وہ خود کام گیا ۔۔۔ صبر کا کوچ ہوا، جان کا آرام گیا
عقل و ہوش و خرد فہم سبھی یک باری ۔۔۔ ہو کے رخصت چلے، جس جا پہ وہ گلفام گیا
دوستو کیوں نہ کروں ورد زباں نام اوسکا ۔۔۔ کہ غذا روح کی (۱) اور قوتِ اندام گیا
غارت تاب و تواں سب سے گیا در خانہ ۔۔۔ پھر نہ صورت کو دکھانے بہ لبِ بام گیا
نامہ بر غمر کا دہ وے تو ہو خنداں جوں گل ۔۔۔ خار اوس گل کا ہو جسدم میرا پیغام گیا
دیکھ اوریدی کے تئیں گریہ کناں فرمایا ۔۔۔ میرے کوچے سے بہتر ہے یہ بدنام گیا

کعبۂ دل کی پرستش کے نہ قابل تھا سب
سنگِ اسود کی طرف باندھ کے احرام گیا

ندیم رند خراباب درد کش رہنا ۔۔۔ نڑے حور رنگ میں یا روم یا حبس رہنا
جریدہ وار سو کر زندگی زمانہ میں ۔۔۔ نہ ہو علق تعلق کا سادہ وس رہنا
لگا ہے میرے تئیں گل رخوں نے گرچہ خراب ۔۔۔ اب آپ سخن مادب (۲) بریش و فنس رہنا
نظر میں میری ہے دو نو جہاں کا عرصہ سگ ۔۔۔ سورا ہدایہ تعین ہی پنج و سش رہنا
سرور مے سے ہے میرے تئیں نوائے ناصح ۔۔۔ زباں خشک ہمیشہ بہ العطش رہنا
ظہور صانع کا صنعت میں ہے تماشا دیکھ ۔۔۔ ہر ایک شکل پر جب تک حئے ہے غش رہنا

فریبِ مکر سے مکار کے کنارہ گذیں
اگر عقل ہے افریدی بے خلس (۳) رہنا

---

(۱) اصل - کا (۲) مؤدب (۳) اصل: خللس

شب مری خاک پہ وہ شمع نگارا گذرا   دل سے شعلہ اوٹھا بر عالم بالا گذرا
خون ہوکر کے جگر اسک کے ہمراہ بہا   شب مریض عشق کا غالب کہ زِ دنیا گذرا
ترک ہونے کا نہیں حسن کا سودا مجھ سے   ناصحا عمر میں اپنی یہی سودا گذرا
مدعی نین جو دیا بوسہ کماں در اوس کی   تیر چھوٹا تو غریبونکے بدلہا گذرا
روح مجنوں پر قیامت ہوئی برپا شاید   کاروان چھوڑکے جو ناقہ بہ صحرا گذرا
قتل کے روز گری ہاتھ سے سمشیر افسوس   دلمیں اوس سوخ کے جب نام ہمارا گذرا
کیا عجب ہے کہ فرشتے کو بہ سحر وافسوں   دام میں ڈالکے بر عرسِ معلی گذرا
بیٹھ کر صحبت رنداں میں ہوا سخ خراب   دخترِ رز کے تئیں دیکھ زِ تقوی گذرا
سر غلطاں کے تئیں دیکھ یہ بارسک سے آہ(۱)   خاطر آشفتہ ہو کیوں زلف چلیپا گذرا
رخ دکھا پردہ اوٹھا اور ستامت مجھکو   ہجر سے تیری عجب مجھپہ تماسا گذرا
نہ ہی مرجانے کا اخسار نہ جینے کی(۲) امید   کوئی دنیا میں نہ آیا نہ دوبارا گذرا
جو کہ آیا ہے عدم سے سو یہانسے دو ہاتھ   کف افسوس سے ملتا بہ اشارا گذرا

عقل و ہوش و خرد بھول گیا آفریدی
ایک دن پیش نظر طفل نصارا گذرا

معشوق کو بعاشق گر ربط ناز ہوگا   دلسوختہ کیوں کر باصد نیاز ہوگا
جانِ نزار نالاں جوں نارِ ناز ہوگا   تا پردہ رخ نہ ڈالے وہ دل نواز ہوگا

---

(۱) اصل : کذا (۲) اصل : کا

ماہوں کوچہ گردی شکوہ کروں گا اوس سے گر سامنے ہمارے زلف دراز ہوگا(۱)
ے سنگدل حذر کر تو آہ سے ہماری اس آگ سے کوئی دن خارا گداز ہوگا
ں جاپہ کار فرما عشق غیور ہووے محمود کے بگردن طوق آیاز ہوگا
و خار ستیں کھچے دامن وہ گل نہ دیکھا کیونکر کے مجھے اوسکو پھر احتراز ہوگا
شاف کے برابر سمجھے نہ بوالہوس کو اوس طفل نازنیں کو جب امتیاز ہوگا
، سد خو اگرچہ باندھے کمر ستم پر آخر بلطف کبے عاشق نواز ہوگا

دم دے کے سو خوشامد کرتا ہے جسطرح سے
مجھ سا نہ آورندی منصوبہ باز ہوگا

د وہ دن کہ تجھے میل نہ اغیار نہ تھا کسی سے غیر میرے تجھکو سروکار نہ تھا
ل سودا زدہ جس روز گرفتار ہوا یوسف حسن کا کوئی تو خریدار نہ تھا
ہم آمیختہ تھے چون شکرو شیر سے ہم ہجر کا غم تھا نہ کچھ حسرت دیدار نہ تھا(۲)
سنانگہہ سے میری تھیں نگاہیں تیری جو کہ تھا دلمیں سو وہ حاجت اظہار نہ تھا
نیا تھی حالت دل آشفتہ بلبل کی وہاں دام میں زلف کے تیری جو گرفتار نہ تھا
ا جوظاہر رخ خورشید تیرا اے پیارے سیر دیدار تیرا برزخ پندار نہ تھا
قت دید نہ تھی(۳) چشم بے تب نادیدہ ورنہ مرے تئیں محرومئی رخسار نہ تھا(۴)

---

(۱) ''ہوگی،، چاہیئے۔ (۲) ''نہ تھی،، چاہیئے (۳) اصل: نہ تھا (۴) ''نہ تھی،، چاہیئے

پستئی بخت بے مہری(۱) کہ جوسر پر آوے ورنہ کوتاہ دل یار وفادار نہ تھا

گرم خوشی جو کرے غیر سے تھا تو اوسدم
آفریدی سا کوئی کیا پس دیوار نہ تھا

گروہ عاشقاں میں جب کیا ہم نے شمار اپنا عنان صبر ٹوٹی کھودیا ہمکیں وقار اپنا
اگر پہلو میں جا کر مدعی کے بیٹھے یار اپنا بھلا کیونکر بسر ہو اس طرح سے روزگار اپنا
ہماری شب کریگا کون روشن دور اوس مہ سے جلاوے شمع کو شاید یہ آہ پر شرار اپنا
حکمت چھوڑ اے دل تو بہ امید قدم اوسکے نہیں پہچانتا ہے اب تلک تو طور یار اپنا
خجل ہونا نہیں ہے بے گنہ کے قتل سے ہرگز وہ مجکو ذبح کرتا ہے سمجھ کر اب شکار اپنا
پڑے عذر گنہ ناکردہ میں بھی روز محشر کے قدم پر سر کو رکھ کر سونپ دونگا اختیار اپنا
گیا دامن کشاں جو بن وہ میری خاک سے افسوس اگرچہ روز محشر پر تھا امید وار اپنا
سرود زہد مت پڑھ زاہد(۲) خود بین میرے آگے نہ کھو تو مجلس مستاں میں آ کر اعتبار اپنا

نظر کر مجھ پہ قدر حسن گر چاہے ہے تیرے کوس
جو افریدی کو پوچھے کوئی کہہ دے خاکسار اپنا

بہیر(۳) روز فراق یار آیا نامہ بر آہ زار زار آیا

(۱) اصل : میرا (۲) اصل : زاہدا (۳) اصل : کذا

تیرے جانے سے فتنہ ہو طیار　　بہ سر چشم اشکبار آیا

جھاڑا سرقد پہ میرے جب دامن　　آسماں کا گویا غبار آیا

مے سے توبہ توکر نہیں سکتا　　کیا کروں موسم بہار آیا

مارا جاویگا بھاگ اے ناصح　　دیکھ یہ نازنیں سوار آیا

کسی مخلوق کو خدا نہ دکھائے　　جو کہ مجھ پر در انتظار آیا

اسکی امداد کا خدا دے اجر　　ہاتھ میں لیکے ذوالفقار آیا

کہتا ہے سر جھکا جو عاشق ہے　　میں تو اب مائل شکار آیا

آفریدی سمجھ حیاتِ ابد　　قتل کو تیرے گر وہ یار آیا

پیشوائی کو اوس کی جا جلدی　　کہہ کہ حاضر گناہ گار آیا

مجھے قاسم علی خدا کی قسم
کیسے ظالم پہ اعتبار آیا !

میکشی کے لئے جب سرو خراماں اوٹھا　　نالہ ہر دود دل گبرو مسلمان اوٹھا

قتل کرنے مجھے آفت زدہ کو ہاتھ کے بیچ　　تیغ خوں ریز لئے باندھ کے داماں اوٹھا

اثر صبح قیامت ہوے ظاہر کیسے　　تن میرا خاک سے جب چاک گریباں اوٹھا

منکر قتل ہُوا تب تو زمین سے باہر　　کہ شہادت کے لئے لالہ نعما اوٹھا

جان بلب آئے جو یار آئے تیرے دل کے بیچ　　میزبان گوشہ سے باخاطر مہمان اوٹھا

تیرے کوچے میں جو آیا ہے وہ جانے کے وقت　　نالہ زاری ستے بادیدۂ گریان اوٹھا

یٹھے بیٹھے کیا زلفوں کا تری جس نے خیال   تھا دل جمع اگر پھر تو پریشان اوٹھا
حم کرو ورنہ میرے رونے سے ڈوبیگی خلق(۱)   اشک سے میری میاں جس گھڑی طوفان اوٹھا

ورد کرنے کے لئے نام تیرا قاسم علی
اشک گلرنگ سے لے سبحۂ مرجان اوٹھا

صب تک کہ میری گھات میں وہ شرمگیں نہ تھا   آنکھوں کے تئیں معاملہ یا آسمں نہ تھا
ھیںکا اوسکی آنکھوں نین جیسے خدنگ ناز   دیکھا نہ صد وہ کہ طپان بر زمیں نہ تھا
یرے بغیر حالت عاسق کے باغ میں   کوئی نہ تھا کہ فرد سے خاطر حزیں نہ تھا
وس و کنار کا نجھے دن یاد ہے صنم   دنیا کا غم نہیں تھا ہمیں فکر دیں نہ تھا
ل سوز عاشقوں کو تیری کل سب فراق   مانند سمع غیر نفس آتشیں نہ تھا
جو اب جفا و جور ستم کا رواج ہے   آگے تو یار اس وضع چیں بر جبیں نہ تھا

ملک عدم میں قاسم علی تیرے واسطے
وہ روز (و) شب بہ دست لئے تیغ کیں نہ تھا

بندہ پرور جو نہ پچھتائیے گا   بندہ خانہ پر کبھی آئیے گا
یاد کیجے گا محبت اگلی   غیر کے ملنے سے شرمائیے گا

---

(۱) اصل : ڈوبے گا

بوسہ دیجئے گا ٹلے لگ لگ کر ‏ ‏ زیادہ اور مجھکو نہ بکوائیے گا
میرے غمار کو اپنے در سے ‏ ‏ دھکے یکبار ہو دلوائیے گا
حسن کے صدقے میری خاطر سے ‏ ‏ کدر دل ذرا دھولوائیے گا
ستم و جور جفا کا شیوہ ‏ ‏ چھوڑ دیجئیگا نہ بن کہائیے گا
طاقت و صبر تحمل میرا ‏ ‏ لکے کچھ اور ہی فرمائیے گا
زندگی ہجر میں ہونا معلوم ‏ ‏ جی میں آتا ہے کہ مرجائیے گا
زلف میں دل کو پھسا کر میرے ‏ ‏ آپ سائے سے نہ سلجھائیے گا
صید مطلوب ہو سو بندہ کا سر ‏ ‏ اپنے فتراک سے لٹکائیے گا
عرض آفریدی کی کیجے منظور ‏ ‏ آپ تشریف ادھر لائیے گا
گر نہ مانو گے میری بات سنو ‏ ‏ پھر نہ مہرے نئیں سمجھائیے گا

ہاں نہ (۱) موقوف ہے کیا آفریدی
مونہہ نہ پھر حشر کو دکھلائیے گا

جس نے ہے گل کو رنگ بھیج بہ گلزار دیا ‏ ‏ وسی نے جانمو بلبل کو دل افگار دیا
عاشق اپنے کے نئیں خاطر سکیں کے لئے ‏ ‏ وصل کا روز حشر مژدہ دیدار دیا
عشق کافر سے ہے منصور (۲) نے کیا کیا دیکھا ‏ ‏ کیسی رسوائی کا خلعت بسرِ دار دیا
ناز سے اوسنے جو ہے عشق کا اوسکے تشنہ ‏ ‏ آب حوش دایقہ باخنجرِ خون خوار دیا

---

(۱) اصل : یہانپہ (۲) مقصور

ۂ حسن سے جب خلعت عالم کو دے   لایق سمت ہر ایک کے وہ یار دیا (۱)
ے مومین گوندھا تار دیا زاہد کو   صاف کافر کے تئیں رشتۂ زنار دیا

شعرِ دلجسپ کا ہے فکر بجھے آفریدی
عشق کافر نے گلے کا یہ بجھے ہار دیا

پانچ دن کو جو یہاں پر آ گیا   مثل گل دو روز میں کملا گیا
زندگی پھوسلا کے لے آئی مجھے   کون ظالم اس جگہ بہلا گیا
کیوں چھوٹا کر ایک عدم کے عیش کو   دوسرا کوئی عدم دکھلا گیا
ہستئی موہوم پر جو غور کی   دوستو بیطرح جی گھبرا گیا
پیشتر مرنے سے مرنا خوب ہے   جو کہ یہ سمجھا وو ہی کچھ پا گیا
آہ اس دل نے نہ مانی ایک بات   ناصحا سو طرح سے سمجھا گیا
"اہل دنیا کافران مطلق اند"   مثنوئ (۲) روم یہ فرما گیا
ذق ذق و بق بق کو ابتو چھوڑدے   طفلگی برنا کا سب جھگڑا گیا
شیب آیا اب تو آفریدی سمجھ   کیا بھروسا دم کا ہے آیا گیا
کچھ کھلالے کھا لے لیجانا نہیں   جو گیا ہے یاں سے سو تنہا گیا
کون ہے وہ فقیر و بادشاہ   جو کفِ افسوس نہیں ملتا گیا

---

(۱) اصل ۔ کذا (۲) اصل : مسنوی

حسرت و رنج و الم غم کے سو   کوئی یہاں سے وہاں کے نشں لے کیا گیا

آفـریـدی یہاں سـدا رہـنا نہیں
جـو گیا ہے وہ یہی کہتا گیا

گلی میں طرفہ اوسکے جور برحال عاشقاں دیکھا
کوئی ہے خاک میں غلطاں کوئی خوں میں طپاں دیکھا
مسلماں سے نہ ہونجا ہو کسی کافر کو یہ صدمہ
ستم قہر و غضب کافر کا حوالے مہرباں دیکھا
نہیں معلـوم کس نے آگ دی جا کر گلستان میں
کہ جائے گل شرر بلبل کے اندر آسماں دیکھا
گیا گر فصلِ گل کیا غم، قفس کے کنج میں ہم نے
کہ اسکی لالہ گوں ایسا بہار بے خزاں دیکھا
نہ کوئی سرو قـد ایسا نظـر آیا ہے عالم میں
کہوں کیا جس طرح طرز خرام نوجواں دیکھا
کسی مردے کے لاشہ پر جو وہ ٹھوکر لگاتا ہے
بہ از اعجازِ عیسیٰ اوسکو زندہ جاوداں دیکھا

نہ بتلاوں گا اوسکو پوچھتا ہے گرچہ ایک عالم
بتا آفریدی ایسے شخص کو تونے کہاں دیکھا

ہم نے دیکھا تھا جو کچھ وہ تو زمانہ نہ رہا
اپنے رہنے کا بھی اب عذر بہانہ نہ رہا
موسمِ طفلی و برنائی وہ گذری، پیری
آئی قسمت کا بہت آب و دانہ نہ رہا
لیلےٰ و قیس کہاں، شیرین و فرہاد کہاں
کچھ نشان اونکا یہاں غیر فسانہ نہ رہا
یاد ہم گذروں کو کرتے ہیں پر اپنے بھی رفیق
کسی دن ہم کو کہینگے کہ فلانہ نہ رہا
آشنا مونس و ہمدم گئے مجلس خالی
دل کے بہلانے کا افسوس ٹھکانہ نہ رہا
جس جگہہ قصر فریدوں تھا جو دیکھا جا کر
چغد کہتا تھا کہ یہاں صاحبِ خانہ نہ رہا
گردش چرخ ستے آہ دل آفریدی کا
ایک صورت پہ کبھی روز و شبانہ نہ رہا

ایک عالم کو ترے عشق میں روتے دیکھا
شام ہجران کو (۱) سحر ہمنے نہ ہوتے دیکھا
چین ایک پل نہیں حوں سشہ ساعت میں ریگ (۲)
تیرے عاشق کو نہ دن رات میں سوتے دیکھا

(۱) اصل : شام ہجران کا

اشک خونیں ترے مشتاق کو موتی کیطرح
سوزن مژہ میں ہر قطرہ پرونے دیکھا

زہ کئے موئے مژہ وہ بکمانِ ابرو
تیر چتون دل عاشق میں چبھوتے دیکھا

ناصحا وعظ جو کہنا تھا تجھے بن دیکھے
دیکھتے ہی تجھے پھر جانکو کھوتے دیکھا

محو دائم ہی رہا حسن کا اوس محسن کو
کشت الفت کا کبھی ہم نے نہ بوتے دیکھا

ید قدرت کا لکھا نامۂ اعمال بر عکس
کہیں اوس، سوخ کو افریدی نے دھوتے دیکھا

یہ مشت خاک اپنے کو جہاں چاہے وہاں لیجا
پر اوس عالم کو اس عالم سے مت بارِ گراں لیجا

عدم سے جس طرح تنہا چلا آیا تھا پھروہاں کو
مناسب ہے وسی صورت سے صورت چھوڑ جاں لیجا

کدورت ماسوا کی دھولے خاطر خواہ خاطر سے
بجز نام خدا ہمراہ مت نام و نشاں لیجا

عزیز و اقربا نے مال و ملکیت بکار آوے
کسی کی دوستی کی اے دلا حسرت نہ واں(۱) لیجا

(۱) وہاں۔

گدائی بادشاہی بھی مساوی وقت مرنے کے
سمن کر سخن میری پر ہرگز مت گماں لیجا
رہ (۱) اس دنیا میں دنیا سے کنارہ کر جو عاقل ہے
محبت پھر کسی سے کی نہ ساتھ اے مہرباں لیجا
نہ کوئی لے گیا کچھ اور نہ لیجاوے کوئی ہرگز
یمن گور و کفن ملنے پر کیا نشکیک ہاں لیجا
گئی (۲) باغ جہاں سے خلق خالی ہاتھ لے، ہر تو
بہار زندگی سے ذکر کا گل بے خزاں لیجا

بکھیڑا یہاں کا یہاں پرچھوڑ افریدی عدم آخر
نہ یہ درد و بلا رنج والم آہ و فغاں لیجا

کسی کے عشق سے پیدا اگر شیدا نہیں ہوتا
نہ یہ چرچا نظر آتا حشر برپا نہیں ہوتا
کسی کی پاس خاطر سے تمام عالم ہویدا ہے
زمیں کیا سے ہے ورنہ عالم بالا نہیں ہوتا

---

(۱) اصل : رہو (۲) اصل: گیا

یہ دریائے غم دنیا دِین کیوں ڈوب جاتا ہے
اگر ماں باپ کے نطفہ سے پیدا نہیں ہوتا

سراسر ہوگیا بےحال بد اِسی کے باعث سے
دریغا! حسرتا! میری سے پھر برپا نہیں ہوتا

نہ کچھ سامان تھا اب بھی کچھ نہیں پھر کچھ نہیں ہوتا
موا زندہ دوبارا پھر یہاں پایا نہیں ہوتا

تیرے کل یوم ہر گھڑی ہر پل منزل ہے
ہمیشہ ایک سا یہ حال دنیا کا نہیں ہوتا

سرا ہے پل ہے یہ دنیا گذرگا ہے خلایق کی
گیا جو یہاں سے پھرآنا یہاں اوسکا نہیں ہوتا

غلط فہمی ہے جو برحق تناسخ کو سمجھتے ہیں
ثمر جس شاخ سے گرتا بلاغ اوسکا نہیں ہوتا

وہی تھا ہے وہی ہوگا، وہی ہمراہ ہے اوسکا
جہاں رہتا ہے آفریدی وہاں تنہا نہیں ہوتا

پسر اسراف کا فی‌الواقعی ابتر نہیں ہوتا
جو نسل بد سے پیدا ہوگا وہ بہتر نہیں ہوتا

شریف اوسکو کہو جس میں شرافت کی ہو خوشبوئی
جو ہے شرفا کسی سے وہ عبث بدبو نہیں ہوتا

وضع ،، چند خوش پوشاک ہو خوشطبع ہے ظاہر
گدھا سو بار جاوے حج پہ حاجی خر نہیں ہوتا
مشابہ پاچک دشتی سے عنبر کو کرے کوئی
وہ بومیں ناس میں ناثیر میں عمر نہیں ہونا
کسیرو ایک من کوئی بنالے نعلب مصری
بر اوس ناچیز کی قیمت کا ماشہ زر نہیں ہوتا
نہ کر تفریق نو خصلت کی شرفا اور وضعوں کی (۱)
کہ ان بے فائدہ لفظوں سے پُر دفتر نہیں ہونا

شہوں سے باج تیری قوم کب پاتی ولایت میں
اگر قابو میں آفریدی درہ خیبر (۲) نہیں ہوتا

قصور مردم دنیا ہے جو یکسو نہیں ہوتا
وگرنہ کونسی جا ہے جہاں پر تو نہیں ہوتا
کدورت سمع کی گر دور ہو جاوے تو سن لینا
نہیں آواز جس میں نعرۂ ہو ہو نہیں ہوتا

---

(۱) ادنی : کمینہ (۲) اصل : دڑا

اگرچہ صورت آدم ہے یکساں فرق سیرت کا
نمو نرگس کا از تخم گل شبو نہیں ہوتا

خدا کی خلق ہے سب، پر جدی خلقت خلایق کی
کبھیں بیضہ ستے شاہین کے آلو نہیں ہوتا

خمیر آدم اگر ہے ایک پر صنعت کے باعث سے
بنی ہے جسکی طینت نیک، وہ بدخو نہیں ہوتا

طلسمات جہاں کا غور کر شان الہی ہے
جو چاہا اس نے سو ہونا تجاوز مو نہیں ہوتا

ہمیشہ آوریدی دل صفا رکھ ذکر مولی سے
اس آئینہ کا بن اذکار سست و شو نہیں ہوتا

ہوا ہے مے کی باعث سے جہاں میں نام شیشہ کا
ہمیں معلوم ہے آغاز اور انجام شیشہ کا

نہو مے پر اگر مے سے حقیقت میں حقیقت کا
تو پھر مجلس میں ہم رندوں کی ہے(۱) کیا کام شیشہ کا

جو شیشہ مے سے ہے معمور اوسکی پیس ہے قسمت
تہی جو مے سے ہو تو مول ہے ایک دام شیشہ کا

---

(۱) اصل: کا ہے

زمانہ جام گا ہے توڑ کر شیشہ بناتا ہے
کبھی دیکھا کہ بنجاتا ہے پل میں جام شیشہ کا

ترق اور تنزل لازم و ملزم ہے باہم
نہ پایا حال یکساں صبح سے تا شام شیشہ کا

طلسمات جہاں کو (۱) دیکھ کر میں سخت حیراں ہوں
بگڑ جاتا ہے ایک صدمہ سے کیوں اقسام (۲) نسشہ کا

نہ رکھ آئینۂ دل آفریدی زنگ آلودہ
مئے روحی کی خاطر ہے بیرا اندام شیشہ کا

عشق کا تیرے یہ دفتر نہ ہوا تھا سو ہوا
دل کا میرے ورق ابتر نہ ہوا تھاسو ہوا

فتنہ ہم نے نہ سنا تھا بزمان ماضی
کوئی ایسا بھی ستمگر نہ ہوا تھا سو ہوا

نہیں دیکھا تھا کوئی زلف سیہ مار کی طرح
لب جان بخش فسونگر نہ ہوا تھا سو ہوا

---

(۱) طلسمات جہاں کا (۲) اصل۔ کذا

آہ غوغائے رقیبوں سے گلی میں اوسکی
شور ہنگامہ محشر نہ ہوا تھا سو ہوا

ہجر میں یار کے افسوس کی حلق آفریدی
زہر غم سے جو کبھو تر نہ ہوا تھا سو ہوا

فاسق جو اگر عاشق دیوانہ ہوا تو کیا
دنیا کے مطالب کو فرزانہ ہوا تو کیا

غفلت میں کوئی پڑکر گر عمر کو کھو ڈالے
بعد اوسکے اگر سمجھا پھر سانہ ہوا تو کیا

یہ عمر غنیمت ہے جو دم کہ گذرتا ہے
گر خانہ ہوا تو کیا ویرانہ ہوا تو کیا

نظارہ توکر اے دل ہو سان میں دلبر کا
گر بھوکہ جو ٹل جاوے پھر کھانہ ہوا تو کیا

دے جام بلطف سے ساقی بلب تشنہ
دل پیاس سے جب کملا پیمانہ ہوا تو کیا

ہے کام سے مطلب بر آوے کسی ڈھب سے
کعبہ جو ہوا تو کیا بتخانہ ہوا تو کیا

جو مرد یگانہ ہے نفس اپنے سے لڑتا ہے
گر اور طرح کوئی مردانہ ہوا تو کیا

الجھا ہے یہ دل پیارے زلف اپنی کو سلجھاوے
جب مر گئے جانی ہم پھر شانہ ہوا تو کیا

مکھڑے کی جھمک ساجن ٹک ہم کو بھی دکھلاؤ
گر آگے رقیبوں کے جھمکانہ ہوا تو کیا

گر سیر میسر ہو تجھ حسن کے باغستاں
بعد اوسکے اگر مجھکو مرجانہ ہوا تو کیا

دل اپنے بگانے سے کچھ ہم نے نہ پھل پایا
گر اپنا ہوا تو کیا بیگانہ ہوا تو کیا

کہتا تھا میں اس دل کو عاشق تو نہیں ہونا
اب پھسکے اگر سمجھا پچھتانہ ہوا تو کیا

مستانہ ہمیشہ رہو اے عاشق آفریدی
بے عشق اگر کوئی مردانہ ہوا تو کیا

بوالہوس نین یہ کہو عشق کو پہچانہ کیا
پوچھتا وہ جو پھرے کعبہ و بتخانہ کیا

عشق بازاں کے تئیں دیرو حرم ہے یکساں
گر نہ اس طور سے سمجھا تو بھلا جانہ کیا

عشق آسان نہیں اشکل ہے اشکال اشکال
رندگی ہشم (۱) ہے اسجاے پر مرجانہ کیا

داغ پـروردۂ ہم شوق سے کہلاتے ہیں
ہاتھ پر ماتھے پریا چھاتی پر گل کھانہ کیا

شہرہ آفاق ہیں ہم وقت کے اپنے مجنوں
ہم کو یکساں ہے آبادیٔ و ویـرانہ کیا

تیرِ مرگاں نہ چلا اپنے کمان ابرو سے
مجھ سے نخچیر کا فتراک میں لٹکانہ کیا

احول چسم نیری قتل کوبس ہے قاتل
تیغ و خنجر کو بھلا باڑھ کا رکھوانہ کیا

عشق میں شمع نمط چاہئے جلنا یـارو
ورنہ پروانے کے مانند ہی جل جانہ کیا

ماسوا عشق نہیں قاسم علی دم مارے
جانئے فایدہ سمجھا ہے یـہ دیوانہ کیا

❋

نہیں محتاج ہوں ریبار کے پیغام لانے کا
نـہ راضی ہوں قیامت تک میں اوس کے ساتھ جانے کا

---

(۱) اصل : کذا

بہت گذری بہار نکہت گل پھر رجا کب تک
کروں میں انتظاری یا کجا وہ ہے نہ آنے کا
مجھے ہے ہجر اور وہ شوق میں وصلت کے جا ڈوبا
تبقن ہے جواب خط نہیں ہرگز لکھانے کا
گما ہے بھول ریباری ارادہ کر رقابت کا
ملا ہے اختیار اوس کو میرے جی کے جلانے کا
اگرچہ اختیار اوسنے جو پایا ہے شتابی کر
اودھر کو عزم مت کر دیکھ راہ اوسکے بلانے کا(۱)
جو کچھ گذرے نرے دم ہر ادائے شکر کر ہردم
گراں خاطر نہ ہو شاگرد ہے گر تو سیانے کا
نکلنا عشق کے کوچے ستے معلوم ہے مطلب
یہ ظالم عشق بد خو آفریدی کے رولانے کا

جب ستے بالی میں دل کے عشق کا دانہ پڑا
قوت کی جانب ستے افسوس غم کھانا پڑا
زندگی اپنی سے باعث ہجر کے بیزار ہوں
وصل کی امید میں ہیہات مر جانا پڑا

---

(۱) اصل : کذا

سوف میں اوسکے یہاں تک اسک بولا الفراق
ساتھ اوسکے لانہ لخت جگر لانا پڑا
سنگ عشق آیا کیدھر سے سیشۂ دل توڑنے
کون سے ظالم کے ہاتھوں ٹوٹ پیمانہ پڑا
دوستو مجروح دل کو چھیڑیو مت چھوڑ دو
عشق کے داغ سے بے بس نم سے بکانا پڑا
ناصحاؤں (۱) کی نصیحت سے ہو کیونکر فایدہ
جب لقب (۲) مجنوں کا مشہور دیوانا پڑا

مت نکل قاسم علی ہرگز تو دام عشق سے
گرچہ سلجھانے کو اوسکے زلف میں شانا پڑا

چلیں گے چھوڑ کہیں آہ یہ جہاں تنہا
گیا ہے غمزدہ سالار کارواں تنہا
نہ زور زر یہاں کام آوے کچھ ہزار افسوس
نکلی قلب سے جب جان ناتواں تنہا
بیان اوس دم فصلت کا کیا کروں یارو
چھوٹیگا جس گھڑی یہ ہم سے دوستاں تنہا

---

(۱) اصل : ناصحاء نو (۲) اصل : لقب جب

یقیں نہ تھا کہ یہ باغ بہار دینگے چھوڑ
رہیگا کوئی نہیں غیر باغبان تنہا
نہ جانو اس سے اوس باغبان کو کیا حاصل
وہاں سے بھیجا یہاں پھر یہاں سے وہاں تنہا
عجب طرح کی ہے دنیا برنگ بوقلموں
کہ ہے ہر ایک جداگانہ الاماں تنہا

خموش قاسم علی دم نہ مار بحث نہ کر
ادب کی جا ہے تو ہو گنگ بے زباں تنہا

جو کہ اس دنیا میں آکر سو گیا
واقعی مطلوب اپنا کھو گیا
یاد میں مولا کی بہتر جاگنا
یہ نصیحت کر گیا ہے جو گیا
جاگنے کا پھل ملے ہے بعد مرگ
وہ ملے اسجا جو کچھ پہلے بو گیا
جو اوٹھا اس جا سے خوش وقتی کے ساتھ
سو کدورت اپنے دل کی دھو گیا

آفریدی دمبدم مسرور ہے
گرچہ ایک عالم یہاں سے رو گیا

اے دل اب عشق کی لے گوئی اور چوگاں میں آ
بے خطر ٹھوک کے خم جنگ کے میدان میں آ
خوف غمار رقیبوں کا نہ کر کچھ ہر گز
ہوکے راضی برضا وقت ہے، میدان میں آ
فرصت اسوقت غنیمت ہے نکل ظلمت سے
سلجھ کر زلف سے رخسارہ درخشاں میں آ
گل رخسارہ کا نظارہ تو کر آنکھیں کھول
انگس چکھنے کو پھر دل لب خنداں میں آ
بعد اوسکے جو اگر سمجھے مناسب اے دل
قید ہونیکے لئے چاہ زنخداں میں آ
ہرزہ پھرنے سے برے گوشہ نشینی بہتر
وہم و شک اور گماں چھوڑ کے ایماں میں آ

وصل و ہجرت کے لئیں ایک سمجھ آور بدی
عقل ہے کچھ بھی اگر صحبت رنداں میں آ

نہ کسی نے یار پایا بمراد کار اپنا
تو خداکو سونپ اے دل سبھی کاروبار اپنا

نہ ہوا میں ذرہ ہووے نہ شجر میں برگ اتنے
بھلا کس طرح گنوں میں غم بیشمار اپنا
کسی کا بار میں نے نہ خوشی اوٹھایا سر پر
نہ رکھا کسی کے سر پر تمام عمر بار اپنا
کرو دور در بغل سے (۱) میں نے اوسکی عاشقی میں
پایا اپنے آنسوؤں سے لبالب کنار اپنا
نہیں دیکھی عشق تازہ جو بدرد عشق کہنہ
کیا میں بدل خزاں سے نبھی نوبہار اپنا (۲)
گئی خاک ہوا پہ میری جو ہے تیرا صاف دامن
نہیں دیکھتا ہوں اوس میں اثر غبار اپنا

رکھے گر قدم کو سر پر بسر آفریدی دلبر
ہوے عرش سے زیادہ سر افتخار اپنا

تو جا طبیب ہوا عشق دلپذیر میرا
نہیں ہے چارہ یہاں درد ناگزیر میرا
خجل نہ ہوں بھلا کس طرح تیرے آگے میں
یہ تحفہ کیا ہے تجھے جان و دل حقیر میرا

---

(۱) اصل: کذا (۲) بہار کو غالباً پشتو کے زیرِ اثر مذکر باندھا ہے۔

مجھے خوشی کہ گرفتار میں ہوا تیرا
تو شاد ہو کہ ہے ایسا شکار اسیر میرا

کلاہ شادی ہماری کا پہنچے چرخ فلک
کبھے تو لطف سے گر، کہیے فقیر میرا

ہزار حیف نہیں خواب میں نظر آیا
خیال وہ کہ جو ہر دم بندھا ضمیر میرا

یہ آفتاب اور نور آفتاب ہے کیا چیز
فروغ بخشنے والا مہر منیر میرا

بنایا عشق کے ہی آب و گل سے میرے تئیں
ازل سے واسم علی عشق ہے خمیر میرا

زلف کو الجھا کے سلجھانا بہانہ پھر کیا
لب سے لب کو ملا کر جی چورانہ پھیر کیا

واہ واہ صیاد کیا پھندا ہے کافر زلف کا
طائرِ دل آپھنسا کہئے چھوڑانہ پھیر کیا

رو برو میرے کہا کچھ بعد غمازوں سے اور
اس جلے دل کو دوبارہ بھی جلانا پھیر کیا

زخم کاری دیکھ لیجے ظاہراً سینہ پہ ہے
عشوہ و ناز و ادا کے ساتھ آنا پھر کیا

حسن کے صدقے میرے سینہ سے آ سینہ لگا
صبح پر اور شام پر کرنا بہانہ پھیر کیا
میہماں آوے جو گھر میں ہو سعادت میزبان
میرے در پر آن کر ہونا روانہ پھیر کیا

دوش سے گریاں ہے تیرا آفریدی انتظار
آ گلے لگ جا بھلا مکھڑا چھپانا پھیر کیا

کسی کی زلف میں جا کر کے اتو دل میرا اٹکا
نہ سلجھے گا کبھی سانے سے کوئی دیوے سو جھٹکا
دل نازک ہمارا مثل شیشہ کسکے کوچے میں
کسی نے ہجر کے پھتر سے لیجا کر کے دے پٹکا
کوئی بیرحم پوچھے بھی نہیں حالات فصلت کا
خدا کے واسطے وصلت کا سکھلا دے کوئی لٹکا
رقیب روسیہ سے جا ملا ہے ہے غضب یارو
زہر کھانے کی جا کہ ہے (۱) پھرے وہ مجھ سے کیوں بھٹکا

(۱) اصل : کذا

مجھے رکھا بد میازی ملاقات اور سے کرنا
ستم گر یہ بھی ہے انصاف باری کہلانا نتکا (۱)
فروغ شمع سان نیرا ہے مبں تیرا ہوں پروانہ
نہیں دیکھا شمع کو چھوڑ پروانہ کہیں سٹکا

یہی ہے آرزو دل میں کہ تو اور آفریدی نو
حجاب اوٹھ جائے تو میں کار ہے باقی نہ کچھ کھٹکا

یہ نمار و عجز ایسا دیر دکھلانے لگا
وہ حیوان اسے مرہ کا دیر دکھلانے لگا
او گرفتہ بھد قلم حنجری در دست خویس
زخم سانں میں کایحہ چمر دکھلانے لگا
عشق میں سینہ میرا تھا در ابرو کے آہ
چمچمائے وہ مجھے سمشیر دکھلانے لگا
میں نو سمجھا تھا کہ وہ آزاد کردیگا مجھے
سو تو کافر زلف کی زنجیر دکھلانے لگا
اوٹھہ چلا جس وقت میری بزم سے مہ رو تو میں
حال اپنا ہوکے دامن گیر دکھلانے لگا

---

(۱) نٹکا

خوسہ انگور سا دلکا بھپھولا دیکھہ کر
وہ بو بد مستی سے ایک انجیر دکھلانے لگا
یہی نے چاہا تھا ہمیشہ ساتھ گل روکے رہوں
وہ جدا ہوا مجھے تقدیر دکھلانے لگا
عرض اوس نے ایک ہی میری نہ کی سطور آہ
سو طرح کی بس اوسے تدبیر دکھلانے لگا
دل نہ پگھلا اوسکا آئے سنگ ہوتا تھا گداز
آہ و نالہ اب تو لے تاثیر دکھلانے لگا
آنکھ جھپکے سے کھلی دیکھا پڑا حول کو
کیوں رسب روسہ خنزیر دکھلانے لگا

اوس نے افریدی کو جوں زر چہرہ دکھایا تھا سرخ
وہ بھی جل کر خاک ہوا کسر دکھلانے لگا

اب رخ دلدار پر آغاز خط آنے لگا
بوالہوس جتنے تھے اونکا کوچ ہو جانے لگا
وہ بہار حسن پر آمد خزاں در آئینہ
دیکھ آپھی آپ گل کی طرح کملانے لگا
بعد اوسکے ہو مخاطب لیکے ٹھنڈی سانس کو
ایک اشارہ سے بلا کر مجھ سے فرمانے لگا

دن کئی گذرے کہ تم مجھ حسن کے مشتاق تھے
صد نیاز و ناز کی وہ یاد دلوانے لگا
میں نے سب کی عرض وہ ہیں چاہنے والی کہاں
جنکی خاطر پیشتر تو مجھکو دلوانے لگا
سب کہا تیرے سوا میں اب نہ مانگا سخن
میں وفاداری سے تیری آپ شرمانے لگا
سن کے اوس کی گفتگو میں موم دل ہو کر کہا
اے تیرے قربان مجھکو تو بھی سمجھانے لگا
مال و زر سے جان سے ایماں سے حاضر ہوں میں
کس لئے کس واسطے تو دل کو گھبرانے لگا

جس نے افریدی کی اس حالت سے دیکھے گفتگو
حاسد بدخو تھا وہ مکڑا کے نظر آنے لگا

میں نہیں تنہا اس پر اس طرز اور انداز کا
ہے شہید عالم بہت اوس خنجر طناز کا
موج زن ہے آگ جس کے عکس شعلہ تاب سے
ہے نماز دل میرا اوس آرسی کے ناز کا
سر کشی شعلہ کرے تا خس کو پاوے جاں فشاں
خون مج بسمل کا ہے باعث پر پرواز کا

درد مندوں کی مراد دل ہے جی جانے کے بیچ
وائے اوس طائر پہ (۱)ہووے صید جو شہباز کا
کب مبارک ہے نم میداں میں جولاں قطرہ کو *
سر ہے سولی پر نہ سمجھا جو کہ سِر آواز کا
تار ساز بزم یار یہ جہاں ایک نغمہ ہے
وہ جہاں بھی یک صدا ہے اوسکے نغمہ ساز کا

چاہا افریدی نے میں اخفار رکھوں گا رازکو
کھل گیا پر رنگ زرد اوسکے سے پردہ راز کا

مضغہٗ لحم نہیں دل، بہ ہے دل نام اوسکا
دین دینا سے رہا ہو نہ اٹک کام اوسکا
اے دلا دل ہے ووہی جس کو لگی لو دلکی
ہجر میں صبر کہاں، وصل سے آرام اوسکا
راہ ہے دلکی بری کعبہٗ و بتخانہ سے
آخر کار ہو کیا دیکھئے انجام اوسکا
اکتفا خونِ جگر کی ہے شراب عاشق نے
لالہ ساں دُرد ہو یا صاف رہے جام اوسکا

چھوڑ دینے کا نہیں یار کو ہونا ہو سو ہو
آفریدی کہ جو مدت سے ہے بدنام اوسکا

---

(۱) اصل: طاہر پر

میں مدلل نہ تیری وصل پہ بیجا رویا
آج رویا تو میں بر فرقت فردا رویا
تا نہ ہو حال میرے عشق کی راز افشائی
جاکے آبادی سے درگوشۂ صحرا رویا
کشت الفت کا میری آنکھوں نے سرسبز کیا
ابر کی طرح میں جا برسر دریا رویا
فایدہ رونے سے جوں چشم میری چشم کو کیا
روز روتا ہے نہا بے صبر بشبہا رویا
آستیں سے نہ کسی نے میری آنکھیں پونچھیں
اس ہوس پر میں ہمیشہ بہ تمنا رویا
آخرکار عمل کرکے بحرف ابلہ
یاد کر میں سخنِ مردمِ دانا رویا
آفریدی کو میسر جو ہوئی (۱) وصلت یار
کھینچ (۲) کر اوسکو بغل میں وہ بہت سا رویا

ہر چند مجھے ناز سزاوار ہے تیرا
مطمح نہ میرا قابل دیدار ہے تیرا

---

(۱) اصل : ہُوا (۲) اصل : کہچ

یوسف جو بکے کوڑیوں کے مول ببازار
لیوے نہ کوئی جوکہ خریدار ہے تیرا
جو آئینۂ شمس سے ذرات جھلکتا
ظاہر ہے کہ وہ عکس ہے رخسار ہے تیرا
ایمانِ دل و دیں جو میرے پاس ہے موجود
لے مجھ سے میری جان جو درکار ہے تیرا
دکھہ دینا میرے دل کا بہت سا تجھے آسان
دشوار مگر لطف بغمخوار ہے تیرا
پہچانے نہیں تیرے سوا اور کسی کو
جو دل پہ یقیں محرمِ اسرار ہے تیرا

آفریدی کا کچھ ظلِ ہما سے نہیں مطلب
اوسکے بنظر سایۂ دیوار ہے تیرا

جسکو اس دہر میں دیکھا وسے گریاں دیکھا
بیغم عالم میں نہیں ایک کو خنداں دیکھا
کوئی دنیا کے سبب روئے کوئی عقبا کو
کسی کو طالب اللہ کا خواہاں دیکھا

انتہا کو کوئی پہنچا نہ مراد اپنی نہیں
فکر میں اپنی ہر ایک شخص کو حیراں دیکھا

خاطر جمع سے کوئی نہ رہا دنیا میں
جسے دیکھا تو کسی فکر میں غلطاں دیکھا

تجھے آفریدی پڑی اور کی کیا اپنی نبیڑ
قدم مرشد گر (۱) حافظ قرآں دیکھا

دیکھا دل شوریدہ دیوانہ کہیں ایسا
جو خوں سے نہ ہو خالی پیمانہ کہیں ایسا

میں گرد شمع رو کے ہوں سوختہ جسطرح
دن رات ہی جلتا ہے پروانہ کہیں ایسا

مژگاں پہ میرے خوں سے جو طور ترشح کا
اے ابر بتا دیکھا مستانہ کہیں ایسا

مانند قلم سر کو ہر صفحہ پہ کٹوانا
کس سطح پر ہے ویسا مرجانہ کہیں ایسا

بھر عمر رہا ملتا دیکھا ہو بھلا ہمدم
اپنا ہے کہ بیگانہ جانانہ کہیں ایسا

---

(۱) اصل : کذا

ہوتا ہے (۱) اقارب سے جو خاطـر رنجیدہ
ہـر گز نہیں کرنے کا بیگانہ کہیں ایسا
خنجر نکہ (۲) ظالم اوس طفل سا عالم میں
ہے قتل ہـر عاشق کے مردانہ کہیں ایسا
وہ شوخ جو شوخی سے جس دم کہ اٹکتا ہے
ہمنے تو نہیں دیکھا جھنجلانہ کہیں ایسا
یہ لطف کہاں بانکے ترچھے تو بہت دیکھے
جو اوس کا سا عالم میں مکڑا(۳) نہ کہیں ایسا
کیوں دیکھ میری جانب موڑو ہو میاں مکھڑا
جا غیر کی صحبت میں شرمانہ کہیں ایسا

بھتیرے سنے قصے پـر یوں نہ سنا ہرگز
افریدی کا سا ہم نے افسانہ کہیں ایسا

مجھکو اے یار بہ ہر شکل تـو منظور ہے آ
دل سے میرے مجھے نزدیک ہہ کیوں دور ہے آ
چاندنی رات میں شـرما کے نکلتا تھا نہیں
رشک مہ گھر سے نکل اب شبِ دیجور ہے آ

---

(۱) اصل : ہوتی ہے (۲) اصل : کذا۔ غالباً نگہہ ہے۔ (۳) اصل :۔ کذا

روسنی شمع کی واللہ جو خوش آی ہو
سعلہ تجھ حسن سے اب شمع کا کافور ہے آ
یا مجھے گھر میں بولا، یا مجھے دکھلا صورت
پاس کر عشق کا (۱) ہر چند تو دستور ہے آ
غم ہجــرت سے جگر آب میرا ہے تو ہنوز
محکمہ دل پــہ تیرا حکم بدستور ہے آ
آہ دل دینے سے اب جان بھی دینی ہی پڑی
بھــر دیـــدار تـــڑپتا (۲) دل مہجور ہے آ

بیوفا کچھ تـــو بھلا رحم بحال افریدی
سنگ ہجرت سے تیرے شیشۂ دل چور ہے

جس نے میری دلربا کے مکھڑے پر ڈالی نقاب
اضطـــرابی سے الٰہی اوسکا ہو خانہ خراب
ورنہ رمز عاشق و معشوق کی تو ایک ہے
مدتیں دونوں کو باہم ایک گذریں کامیاب
کیا مخالف یاد نے معدوم کر ڈالا ہے بود
مضمحل دریا میں ہوتا جس طرح یارو حباب

(۱) اصل : کے (۲) اصل : تڑپھتا

زندگی کے بعد یہ جملہ کرشمہ بعد ہے
آگئی پیری گیا ہنگام طفلی و شباب

کس کنے روؤں کسے فریاد اب جاکر کروں
کس کو افسانہ سناؤں مختصر کرکے شتاب

تا بمنزل همچو مجنون همره آں ساربان
راہ میں جاتا چلا ہوں ہجر میں باپیچ و تاب

عاجز آیا آفریدی وائے منزل دور ہے
لیجیو اسکی خبر یا بوالحسن یا بو تراب

قتل وہ کرتا ہے مجھکو پاس یاری کے سبب
بے سبب ہے دشمنِ جاں دوستداری کے سبب

غم سے تیرے ہجر کے میں جاگتا ہوں شب تمام
شام سے تا صبح تک اختر شماری کے سبب

واسطے میرے تیری (۱) وصلت بہت اشکال ہے
گرچہ ہوں مایوس پر امیدواری کے سبب

جس جگہ شہروں میں تیرے پاکا پاتا ہوں نشان
دوڑتا جاتا وہاں ہوں بیقراری کے سبب

(۱) اصل : تیرا

لایق تعزیــر میرا حال اے ہمدم نہیں
آہ سرد و رنگ زرد و اشکباری کے سبب
جب گیا صید افگنی کو شوخ تب اوس کے عقب
جاں میرے تن سے گئی بے اختیاری کے سبب

تیغ ناز اوس کی سے آفریدی کا جب لوہو بہے (۱)
رشک گلشن تب ہو دامن آبداری کے سبب

یا الٰہی کسطرح میرا سخن سن لے حبیب
ادویات عشق دے خود آپ ہو جاوے طبیب
ورنہ حکما جہاں عاجز ہیں دیکھ اس مرض کو
کچھ شفا ہوتی نہیں تشخیص کر ہارے لبیب
یرقہ بہرانی (۲) کہے، مدقوق کوئی ضعف عشق
کوئی کچھ کہتا کوئی کچھ کون پکڑے کس کی جیب
عقل سے باہر ہے افسانہ مفصل کیا کہوں
دوسرے سر در کھڑا احوال سنتا ہے رقیب

عشق کے کوچے سے ہرگز آفریدی مت نکل
ہر چہ باداباد، ہونا ہو سو ہو قسمت نصیب

---

(۱) اصل : بئے (۲) اصل : کذا

اشقیا کو نہیں عاشق کا ہو ظاہــر مطلب
مذہب عشق نــرالــہ ہے عجایب مشرب
عسق بازی نہیں آساں جو ہــر ایک عاشق ہو
خون دل کھانے کی یہ جائے ہے اےدل اغلب
شوخ کے کوچے میں دیشب جو گیا میں تنہا
تھے رقیب اوس جگہ استادہ بھی کیسے بے ڈھب
لیکن اوس شوخ ستمگر نے کسی کی جانب
آنکھ اوٹھا کر نہیں دیکھا نہ ہلایا تھا لب
کوئی روتا ہے کوئی بیٹھ کے سر ملتا ہاتھ
کوئی کہتا تھا کدھر جاؤں کہ اے میرے رب
نہ تو جانے سے گذارہ نــہ وہاں رہنے سے
کسطرح کیجئے کچھ بن نہیں آتا ہے اب
آرزو دل کی رہــی دل ہی میں ہمہات افسوس
وہ ہے آزار کہ جس کا (۱) نہ علاج اب ہے نہ تب
طرفتہ العین تماسا ہے جو ایک سوخ کے نئیں
کوئی جویاں ہے عجم میں کوئی در ملک عرب
بوالہوس کیطرح مت ڈھونڈہ وسے افریدی
آپ میں دیکھ، کہا اوس نے ہے نحن اقــرب

---

(۱) اصل : جسکی

مباح ہووے گی اوس کے تئیں فرنگ شراب
پیا کرے ہے جو خونِ جگر برنگ شراب

کیا ہے روز ازل عاشقان داختہ دل
شکستہ شیشۂ ناموس کا بسنگ شراب

چکھی ہے چاشنی جس نے دلِ برشتہ کی
وہ شیر مادر بوجھا ہے بے درنگ شراب

جو آسنا ہو محبت سے مے کے پینے کا
صفا کرے گی حقیقت میں دل کا زنگ شراب

بریش دل میرے مرہم ہے پر میں حیران ہوں
چوبی ہے کیوں دل زاہد میں جوں خدنگ شراب

شراب کیا گویا عینک ہے دل کی آنکھوں کی
ظہور جلوۂ حق ہے بہر ترنگ شراب

شراب ساقیٔ کوثر سے لبجو افریدی
یہ بادہ نوشی دنیا ہے تجھکو ننگ شراب

کچھ اپنے کام نہیں آوے جام جم کی کتاب
کفایت اپنے کو بس ایک اپنے غم کی کتاب

نہیں خیال سوا اوسکے اور ہے دل میں
جو مکتب عشق میں جسنے پڑھا (۱) ضم کی کتاب

---

(۱) اصل : پڈھا

خط آنے سے نہیں خاطر جمع ہوے مطلق
اسے تو خط کہوں یا سبزہ یا ستم کی کتاب
شب فراق سے تیری گیا ہوں سب کچھ بھول
وقایہ کنز و بدایہ سبھی علم کی کتاب
ہوا بمدرسۂ عشق جب سے طالب علم
بہت ہے اپنے مطالعہ کو ایک دم کی کتاب
نہ برہمن ہوں، نہ ملا، نہ مولوی، نہ اتت
جو پوتھی دیر کی بانچوں و یا حرم کی کتاب

کتاب حسن کی قاسم علی مطالعہ کر
بنائی صانع نے صنعت سے یک قلم کی کتاب

کسی کے سوق میں خونِ جگر شراب کباب
گزک کے واسطے ہے دل کا انتخاب کباب
بھنا(۱) نہیں ہو جو دل آتش عشق میں یارو
ٹپک پڑے وسی دم خام ہو تو آب کباب (۲)
ستمگرا جو اگر بھر نظر اودھر دیکھے
یقین ہے کہ وہ ہو جاوے آفتاب کباب

---

(۱) اصل : بھونا (۲) اصل : شراب

جو سوختہ ہوا دل میرے عشق کے باعث
جلا نہ ہجر سے پیارے جو ہو خراب کباب

کباب دل کو میرے تیرے حسن نے نمکیں
بنایا قاسم علی خوب یہ شتاب کباب

ساقیا لا جلد میخانہ ستے جام شراب
روح افزا، زندگی بخش، دلارام شراب
گر شراب آوے کباب دل یہاں موجود ہے
چاہئے اوس حسن نمکیں کو سر انجام شراب
پی شراب از قسم اول ورنہ پھر جنت کے بیچ
لے نہ جا ارمان باقی وہاں کو از نام شراب
یارو ساقی اور شراب (و) سبزہ اس ہنگام میں
با کباب دل غنیمت بوجھہ تمام شراب

گر لحاظ اوس قلقل شیشہ پر کہتا ہے کہ لے
آفریدی چلکے میخانے میں اعلام شراب

فریاد غمزدے کی سن امشب تمام شب
آرام ایک دم نہیں یا رب تمام شب

وہ رات یاد ہے کہ ترے لب سے لب میرا
لسا تھا کام جام لبالب تمام شب
وہ شب بھی یاد ہے کہ تیرے لب سے لب میرا
لستا تھا کام جام لبالب تمام شب (۱)
وہ رات یاد تشنگی غم کی نہیں تھی کچھ
سیراب دل تھا در چہہ غبغب تمام شب
آب زلال وصل ستے یاد ہے وہ رات
بنتا ہے دل بصافیٔ مشرب تمام شب
آرام دل نہیں جو اگر تو نہ ہو بہم
رہنا ہے اشتیاق میں در تب تمام شب
اوس ماہرو کی دید کو لے شام صبح تک
رکھتا ہے واز (۲) چشم کو کوکب تمام شب
میرے بغل میں رات نہ تھا تو جو اے صنم
ڈھونڈھا نہ پایا دل کو بقالب تمام شب
تیرے خیال میں متفکر تھا فکر کا
دوڑایا آفریدی نے مرکب تمام شب

---

(۱) اصل: یہ شعر بھی پچھلے شعر ہی کی طرح ہے صرف ایک لفظ رات اور شب کا فرق ہے
(۲) اصل واز پشتو کا لفظ ہے بمعنی باز

دل نے دیشب جو کیا اوس کا خیال آپ سے آپ
دو جہاں کے تئیں پایا بزوال آپ سے آپ

دونو عالم کی محبت میں پھنسا جو کوئی
یعنی ڈوبا بغم آل و عیال آپ سے آپ

غیر حق کے نہیں لازم ہے محبت عالم
عقل رکھتا ہے اگر خود کو سنبھال آپ سے آپ

آپ کو گر تو جو سنبھالے تو یہی ہے ہنگام
ورنہ کرتوت کا ہویگا وبال آپ سے آپ

انزوا پر نہیں موقوف عبادت حق کی
چھوڑ دنیا کو بدنما میرے لال آپ سے آپ

دم غنیمت سمجھ اور یاد میں اوسکی دم کو
* صرف کر پھوچے کہ تا یار کے نال آپ سے آپ

تھا جلالی صفت از بسکہ بہ ہنگام شباب
وقت پیری کے ہوا رنگ جمال آپ سے آپ

پیر کامل کے تصدق کہ ہے موصوف بصفت
حق و باطل کو سوجھایا بہ کمال آپ سے آپ

تا کہ وصل نہیں حاصل ہو ہجر میں ہر دم
دل کی آنکھوں سے آفریدی منال آپ سے آپ

شیشہ ساں دل میں پڑا ہائے رے بال آپ سے آپ
اوس پری رو کا بندھا جب سے خیال آپ سے آپ

روبرو میں جو گیا وہ تو نہ بولا لیکن
زلف کافر نے لیا جیھے نکال آپ سے آپ

نرگسی چشم دکھا کرکے وہ وحشت زدہ یار
یہ گیا وہ گیا جسطرح غزال آپ سے آپ

تیر مژگاں کا چلا یا بہ کمانِ ابرو
ایک عالم کو کیا خون میں لال آپ سے آپ

دو لب شہد سے اپنے کسے مستسقی کو
نہ پلایا ہے کبھی آب زلال آپ سے آپ

سرو قد کے گل رخسار نے افسوس مجھے
ے چھوری کے بھی کیا مفت حلال آپ سے آپ

بے وفا پر جو لگاتا تھا تو دل افریدی
خاطر اپنے کو کیا تونے ملال آپ سے آپ

شب کو دھوکے سے میرے ہاتھ میں آیا تھا سانپ
زلف سمجھا تھا ویسے میں جو اوٹھایا تھا سانپ

آخرش پھر متحقق ہو کیا کافر ساتھ
دل کے ڈسنیکے لئے میرے وہ لایا تھا سانپ

آج محفوظ رہا دیکھئے کل کیا ہو
پر خطر راہ ہے اس راہ پہ دھایا (۱) تھا سانپ
جانتا کیا تھا کہ یہ زلف نہیں ناگن ہے
باعث شبہہ کا یہ ہے جو اوٹھایا تھا سانپ

دل کی رکھ دل ہی میں پہچان کے اے آفریدی
کیا ہوا تجھ سے کسی نے جو جوٹایا تھا (۲) سانپ

دیکھا ہے تیرا جب سے سراپاے قیامت
ہے مدنظر اپنے سو پرپاے قیامت
چتون نے مری طاقت دل آہ لی ہے لوٹ (۳)
فریاد ہے اے نرگس شہلاے قیامت
یہاں خوب جھگڑا ہے اگر چشم ہو بینا
لے دیکھ جو دیکھیگا تو فرداے قیامت
جو آج تیرے ہینگے میاں محوۂ دیدار
رکھتے نہ کسی طرح سے پرواے قیامت
کوئی جائے نہ خالی ہے کہ حس جا وہ نہ ہووے
ہے نا رو ادا اوسکی بھر جائے قیامت

---

(۱) اصل: دھانا۔ دوڑنا (۲) اصل: کذا (۳) اصل. آہ لیا لوٹ

ممکن نہیں ہنگامہ محشر میں کہ یوں ہو
جو آج ہے اوس کوچہ میں غوغائے قیامت
بسمل کی طرح آہ میں تڑپوں(۱) پس دیوار
تو غیر سے ہو انجمن آرائے قیامت
نے صبر، نہ طاقت ہے نہ اتنا ہے زرو زور
لے لوں تجھے آغوش میں تا آئے قیامت
ہر وقت قیامت ہے تری ہجر کے باعث
بے آئے قیامت کے ہوں رسوائے قیامت
ہے یاد قیامت میرے دیدار کی ورنہ
کافر ہو جسے ہووے تمنائے قیامت

بیٹھے ہے تو جا غیر کے صحبت میں کہ جسدم
وہ دم ہے بہ آفریدئے شیدائے قیامت

کون کہتا ہے کسے اپنے دلارام کی بات
بلکہ پچھتاوے یہاں سے وہاں بدنام کی بات
خوبرویوں ستے ہر ایک شخص کرتا ہے
بوڈھے ٹھٹھرے ستے کہتا کوئی کم کام کی بات
ماہرویوں کی خواطر میں سماتے گر ہم
پوچھتے ہم سے وہ آغاز اور انجام کی بات

(۱) اصل : تڑپھوں

ارزو دل میں تھی مدت سے کبھی گوش بگوش
بیٹھ کر سنتے حضوری میں گل اندام کی بات
سو میسر نہ ہوا عمر میں افسوس افسوس
بات آوے ہے اگر روبرو الزام کی بات
اے فلک کجروی کرنا جو تجھے تھا منظور
کیوں عدم میں نہ جتایا لکھے قسام کی بات

مختصر بات بڑھاتا ہے حصول اس میں کیا
آفریدی وہی ہے ایک صبح شام کی بات

کرے ہے گھر میں لطف اب یار پر اغیار یاقسمت!
کروں چاک گریباں میں پس دیوار یا قسمت
بہ آہ و نالہ و زاری کہاں تک عمر کو کاٹوں
کہ صبر اندک نہیں غم کا ہوا انبار یا قسمت!
صبا نے خاک میری یوں اوڑا دی اوسکے کوچے سے
وہاں پاتا نہیں ہوں نام کا آثار یا قسمت!
دکھا کر خواب میں صورت گیا پھر لوٹ کر جانی
گئی ہے ہاتھ سے کیا دولت بیدار یا قسمت!
ہوا سرزد نہیں کوئی گناہ و جرم اے یارو
وہ بیموجب ہوا ہے مجھ ستے بیزار یا قسمت

شکیب،آرام، راحت،صبر،طاقت، ہوش، فرقت سے
گئے ہیں ہاتھ سے یہ سبکے سب یکبار یا قسمت
اوسے اب ننگ میرے عشق سے افسوس آتا ہے
مرے ملنے سے کیوں رکھتا ہے ننگ وعار یا قسمت
لب شیریں کی خاطر کوہ کن نے کوہ کو کھودا
نہیں پایا و لیکن لعل شکر بار یا قسمت

مجھے اے آفریدی لے گیا اپنے سے یکباری
ووہی دشمن ہوا ہے دوست دل ازار یا قسمت

نظر آتا ہے جو دنیا میں ہے معمور باکلفت
صفا جز شیشہ مے کون رکھتا ہے صفا ملت
عبث بر دوش آزادی پہ رکھا رخت ہستی کا
نہیں جانا تھا رکھتے ہیںگے بار زندگی منت
کرے ہیں درد سے بیدرد غمجواران سپردارے
رکھے ہے دود مان داغ کا یہ دل ووہی نسبت
خیال نرگس اوسکا خواب میں ہیمانہ پیما تھا
مگر اب دل کے تئیں ہے بادۂ دوشیں سی کیفیت
قمار عشق میں کب ہے ملاعب پاکبازوں کو
نہیں ہے دین دنیا کا اوسے غم جو ہے با ہمت

نہیں ہمکسی بقا جوں گل بہار شادمانی کو
رکھے ہے دشمنی جوں عمر پیماں سست یکفرصت

گر عشق آفریدی قصہ عالی سند چاہے
کوئی افسانۂ مجوں لیلےا کا غلط شہرت

(۱) بزم اراستہ تھی(۲) شیشہ تھا اور جام تھا رات
میں بھی بد مست تھا اور ساقی گلفام تھا رات
ناز انداز سے بیٹھا تھا در آغوش میرے
بر سر لطف کرم ساتھ گل اندام تھا رات
چاندنی رات تھی اور سیج گلوں کی تہ پلنگ
سر بزانو میرے اوسکا بلب بام تھا رات
خوفِ اغیار نہ کچھ ڈر نہ رقیبوں کا ذرا
محتسب قاضی کا نہ بیم نہ اعلام تھا رات
روز فردا شب سیراپنے (۳) کٹے تھے یکساں
شام سے صبح تلک صبح سے تا شام(۴) تھا رات
بوسہ لیتا تھا میں اوس شوخ کا ہر ہر دم پر
وہ بھی خندان تضحک(۵) بر سردشنام تھا رات

---

(۱) یہ غزل حاشیہ پر لکھی ہے (۲) اصل : تھا (۳) اصل : کذا سیراپنے
(۴) تھی چاہیے (۵) اصل. کذا

سربط و چنگ نے و بین ستار و قانون
لحن خوش مطرب وہاں بیدرم و دام تھا رات
آہ یہ خواب تھے، غفلت تھی کہ بیداری تھی
سحرِ تھا یا کسی افسون کا اقسام تھا رات

لوگ کہتے ہیں یہ محفل کے بوقتِ برخاست
آفریدی، بھی کسی سے وہاں بدنام تھا رات

جھمکڑا اپنے مکھڑے کا دکھادے کھول دے گھونگھٹ
پیاری حسن کے صدقے نہ کر عاشق سے اپنے ہٹ
جنہوں نے خانماں اپنا جو چھوڑا تیری خاطر سے
کہاں جاویں بھلا یہ چھوڑکر تیرے در چوکھٹ
جدائی میں بھی تیری زندگی اور موت یکساں ہے
نہ دن کو چین سب کو نیند آوے ذکر تیرا رٹ
کوئی روتا ہے ہجرت سے کوئی مستغرق حیرت
اس عالم میں کئے ناحق کو تو نے گھر کے گھر چوپٹ

بتا دیجے گا آفریدی ستے باعث عداوت کا
جور کھتا اس دل مجروح سے تو کیوں بھلا کھٹ پٹ

روز شب کرتے ہیں ابدل تجھ سے چشم ل العیاث
کیوں کیا بیرحم خاطر اپنے گریاں الغیاث

ایک تو ڈوبا تھا اور انکو ڈوبایا اپنے ساتھ
اے دل نادان ملاکر ہاتھ حیران العیاث

بیٹھکر پردے میں چشموں کا کیا خانہ خراب
خاطر جمع ہوئی اب تیری اے جان الغیاث

اتنی بے رحمی مناسب ہے نہیں اے دل تجھے
گھر بہ گھر لیکر پھراتا ہو پریشان الغیاث

کیا خطا کی تھی تیری اسے بیوفا پردہ نشین
ابر کے مانند برسایا ہو باران الغیاث

ایک لحظہ میں ابھی جلتھل کو پھر ڈالا ہے دیکھ
اور ہو باقی سو فرما اے میری جان الغیاث

آفریدی، کب تلک سیلاب بحر میں رہے
تھام لو کشتی کو میری شاہ جیلان العیاث

صاف رکھ سینہ مصفا عیسی میں مثل زجاج
بغض و کینہ سے بر آوے کب کسی کے احتیاج

بغض و کینہ کو جو لیکر ایک عالم تا بگور
اوٹھ گیا ڈوبا حسد میں چھوڑ کر کے تخت و تاج

دیکھ یہ حالات اپنا دل ہوا ہے مضطرب
کیا ہوئیں وہ صورتیں سابق یہاں تھا جنکا راج
یاد آتے ہیں مقدم آشنا جو اپنے تئیں
دل کو سمجھاتا ہوں رو رو کرکے یونہی ہے رواج
شہر خاموشاں (۱) کو جاتا ہوں برائے فاتحہ
چھوڑ دینے کو وہاں دل چاہتا دنیا کا کاج
لوٹ کر کوئی نہ آیا جو گیا سو سوگیا
یوں پڑا غفلت میں وہ بھولا تمام عالم کے لاج

موت ظالم خانہ آباد مت ہونا کبھی
بعد مدت مجھکو پہچانا ہے افریدی نے آج

غریب کیوں نہ کرے خاک کو بسر بھی آج
جو باندھ بیٹھا کمر کو ہے سفر بھی آج
تجھے ہے بار کمر بند غم سے میرے تئیں
بٹھایا گر یہ خونیں نے تا کمر بھی آج
نکیجو پرورش تن گداز شمع کا دیکھ
کہ چرب پہلو سے اپنے ہے کس قدر بھی آج

(۱) اصل : خاموشوں

بناز قامت اپنا دیکھایا اوس گل نے
ہوئی جہاں میں بہی شورش حشر بھی آج

بپارۂ جگر اپنا لپیٹے پارۂ دل
گلوں سے جھولی بھری آیا نامہ بر بھی آج

ہزار شکر جو مطلوب تھا وہی اتو
کہ شاخ گل کی طرح آ پڑا نظر بھی آج

نہ باک رکھیئو نہ دے راہ دل میں پست بلند
کہ فرش راہ ہے تیرے دل و جگر بھی آج

کہاں ہیں آدمی کے یہ دو زلف رخسارے
بہم رسیدہ ہجھے عالم دگر بھی آج

وہ کون ماہ جبیں ہے سفر گذیں کہ فلک
بہانہ ابر کا رکھ کر بہ چشم تر بھی آج

گیا تو شہر سے اوٹھا وہ جیسے جلادان
بہ قتل غمزدگاں چرخ فتنہ گر بھی آج

بسان مہر تو آ سر بسہ اوسکے اے بے رحم
ہیں آفریدی کے دم چند جوں سحر بھی آج

آج پھر رکھی ہے سر پر شوخ نے دستار کج
مست ہاتھی کی طرح ہے راہ میں رفتار کج

آشنائی میں کبھی سیدھا دکھاوے رو نہیں
دایما افسوس مجھ سے وہ رہا دلدار کج
خط کے آمد کے ہیں دن، نزدیک مت کر کجروی
باغرور حسن ناز و کب تلک اے یار کج
کام بگڑا ساز آسانی ستے دانا کرے
کرنہ نادانی سے با تعجیل سیدھا کار کج
راستی سے تاکہ کار انجام ہو اخلاف سے
گفتگو کرنا کسی سے مت کبھی زنہار کج
کجروی بد چیز ہے اور راستی کو غم نہیں
اگھہ (۱) پر رکھتا ہے تب تو تیر اوستا کار کج

گر فلک کج رو ہے افریدی سے کیا پرواہ ہے
گر نہ ہووے آشنا با خاطرِ اغیار کج

نہ ہوسکے دل بیمار کا کسی سے علاج
یہ مرض وہ کہ نہ جسکا درست نبض و مزاج
بجاے قبض بود حالت بہ تنگ از بس
بوقت بسط کے اوڑتا (۲) پھرے ہے جوں دراج
چہ مشکل است کہ تشریح لا بیان دارم
جو چاہتا ہے مجھی سے وہ شوخ خونِ خراج

---

(۱) اصل کذا (۲) اُڑتا

نہ چین ہے نہ کچھ آرام روز شب یکدم
بھلا ہو کس طرح دل کے تئیں بہ تخت و تاج

نہ ہووے ہے جو طبیعت میری ٹھکانے پر
کہاں کا ملک، کہاں کا ہے تو کہاں کا راج

اب ہوشیار ہو اے دل سنے جو خطبہ عشق
پڑھے تھا وغط اناالحق جو دار پر حلاج

گیا ہے عشق کے کوچے میں جب سے افریدی
بغیر یار کسی کا نہیں کا ہوا محتاج

صورت یار کی کیا خوب درخشان ہے آج
تیر مژگان کا میرے سینہ میں پیکان ہے آج

طاقت و صبر تیرے ہجر کے باعث کھویا
ناتوان کوچے میں تیرے سرگردان ہے آج

عشوۂناز و ادا غمزہ نے مارا تیرے
لا علاج عاشق یہ بے سرو سامان ہے آج

شمع سان رو روکے ہر برم میں سر تا بقدم
گل گیا کچھ جو رہا تھا سو وہ سوزان ہے آج

نسپر بیرحم تیرحم نہ کچھ آیا اسپر
تیرے مکھڑے پر جو یہ عاشق قربان ہے آج

قتل کرنے کو نمایاں ہیں یہ دونو باہم
کجروی زلف ہے اور چاہ زنخداں ہے آج

ہوں میں راضی برضا سر پر میرے جو گذرے
آفریدی یہی ہے گو یہی میداں ہے آج

عشق بازاں کرو کچھ فرصت ہنگام ہے آج
ورنہ یہ عاریتاً زندگی الزام ہے آج
آج محبوب کو جو ڈنڈھیگا (۱) سو پاویگا
اختیار اوسکی بھی دربار کا شوق عام ہے آج
جس نے ڈھونڈھا ہے پھر آخر کے تئیں پایا ہے
نحن اقرب ستے نزدیک گل اندام ہے آج
دم غنیمت ہے بھروسا نہیں دم کا ہرگز
ایک دم صبح تھی پھر دوسرے دم شام ہے آج

تانکے منتظر وصل رہے افریدی
دو نگاہوں میں سما جا بخدا نام ہے آج

دیدکر کھول(۲) کے آنکھیں مہ تاباں ہے آج
ورنہ غافل کو تو یہ زندگی تاواں ہے آج

---

(۱) ڈھونڈے گا چاہیے (۲) اصل: گھول

چھوڑ عمل کے تئیں روز ہے گر ہوشیار ے
جو کہ چاہے سو مہیا سرو سامان ہے آج

چوکڑی چوک نہ بنگاہ میں جیسے آہو
اب چراگاہ میں باسوں کی یہ جولان ہے آج

وقت محنت اور مشقت کا ہے اس جاگہ پر
جی چھپا مت جو اگر فرقۂ انسان ہے آج

پند مری کا پھر آخر کو اٹھائیگا حظ
کیا سمجھتا تو نہیں کیوں دل نادان ہے آج

ہاتھ پر ہاتھ نہ ملنا جو گذر جاوے وقت
اختیار اپنے میں کچھ زور یہ دوران ہے آج

جو کہ مطلوب ہے طالب سو شتابی کر لے
افریدی کوئی دم کا یہاں مہمان ہے آج

نہ کبھو عشق میں تو نفع اور نقصان کا لالچ
نہ کرنا اشتباہ اے دل جو ہے ایمان کا لالچ

جب اُنکا زلف میں جا دل گر رخسار کی سمکھ
رہا باقی کہاں تب کفر اور ایمان کا لالچ

ستمگر شوخ کیا جانے بغیر از انتلو ہرگز
خیال اوسکو نہیں آتا ہے میری جان کا لالچ

زبان جاری ہے ہر دم شعر پر تیری جو آفریدی
ہوا ظاہر کہ ہے تیرے تئیں دیوان کا لالچ

نیک و بد اپنے کو تو جان لے پہچان اوچہ
میں بتاؤں تجھے کیا تو نہیں نادان اوچہ
دوست دشمن کے تئیں ہو کوئی جانے بوجھے
کہیں چھپتا ہے مخالف بھی مہربان اوچہ
دوست ہے اپنی زبان دمبدم اویہی لگام
لاکھ رکھتی ہیں میرے دل ستے چشمان اوچہ
پیستا ہے مجھے افلاک بسانِ گندم
آسیا کی طرح دن رات ہے گردان اوچہ

آخرش کو ہے فنا قاسم علی دنیا سے
کتنا کچھ باقی رہے دیکھئے ارمان اوچہ

حدوث کیا سمجھتے تھے جب تھے قدم کے بیچ
آئے ہیں چند روز سے ابتو عدم کے بیچ

دیکھا سوا عدم کے عدم میں نہ اور کچھ
دمدم ہے ہر عدم ہے تماشا ہے دم کی بیچ

نشو (۱) ہے ہر دم وہر لمحہ ہر گھڑی
ہر پل میں دیدنو ہے ہر ایک کیف و کم کے بیچ

مدنظر ہے آئینہ دل پہ وہ میرے
دیکھا کسی نے آگے ہو جو جام جم کے بیچ

قائم سمور میں نہیں وہ لطف شاہ کی
گرمی جو ہے فقیر کے نمدو پشم کے بیچ

ہستی ہے اس جہان کی مثل حباب وار
ایک پل ہے ایک آن ہے ایک دم فہم کے بیچ

منظور غیر یار کے مجھکو نہیں عدن
جا کر کروں میں کیا جو ہو مسکن ارم کے بیچ

آنسو کے ساتھ بہہ گئے لخت جگر تمام
حسرت کی آگ سلگی ہے اندر شکم کے بیچ

وصلت کے آرزو میں بھی کٹتی بھی عمر اب
چھوڑا ہے بیوفائی نے ہجرت سے غم کے بیچ

دل بیقرار کے نئیں کیوں کر قرار ہو
جب تک سما نہ جاوے وہ دلکے حرم کے بیچ

---

(۱) اصل : نشوہ

وہ تو سما گیا ہے پہر اپنی سمجھ کا پھیر
بوجھا ہے دور دست اوسے جو ہے جم(۱) کے بیچ

تحریر میں سماتے ہیں مثلے مسابلے (۲)
توحید کب سماوے کسی کی رقم کے بیچ

سمجھے کوئی کنایہ کو قاسم علی اوسے
ڈلیاں بھری ہیں مصری کی نیرے قلم کے بیچ

کچھ نہ پوچھو میرے دلکی یارو گھبرانے کی طرح
ہر گھڑی ہر پل نظر آتی ہے مرجانے کی طرح

جو فرو جاتا ہے دم پھر اوسکا پھر آنا محال
کوئی بتلا دو ہمیں اوسدم کے پھر آنے کی طرح

تارپود رشتۂ دم مثل ہایک توڑ جوڑ
تابکے کرتا رہوں گا تانے بانے کی طرح

عمر کی بالیدگی پر غور کر دیکھو سہی
مثلِ ریگِ شیشۂ ساعت ہے گھٹ جانے کی طرح

بے غمی سے کیا خوشی ملک عدم میں تھی کہ آہ
مرگ سے اس زندگی نے ڈالی الجھانے کی طرح

(۱) اصل : کذا ۔ مگر حاشیہ پر جسم لکھا ہے (۲) اصل : کذا ۔ مثل سائلے

دیکھ اے بلبل بہار باغ صنعت باغبان
بعد چندے ان گلوں کی ہوگی مرجھانے کی طرح
شام سے تا صبح ہے ہر چند جلنا شمع کا
ہمکو مرمٹنا پسند آتا ہے پروانے کی طرح
توڑ کر دیرو حرم دوہیں بناویں حق مگر
سمجھیں شیخ و برہمن گر دل کے کاشانے کی طرح

اوسکے مل جانے کا اول طور کچھ بتلا کے پھر
دوستو تب ڈالو افریدی کے سمجھانے کی طرح

برزمیں دیکھے فلک سے جو میرے یار کی طرح
مہ و خور جھانک رہے دیدۂ بیدار کی طرح
جسکو جسجا پہ ہوا اوسکا شہود ایک دفع
حشر تک یوں ہی رہا صورت دیوار کی طرح
منکر حسن تھا میں آہ کسی کافر نے
زلف دی ڈال گلو میں میرے زنار کی طرح
ناز قمری تو نہ کر طرۂ شمشاد اوپر
لطف اسمیں تو نہیں طرۂ طرار کی طرح
نور ہیں شمس و قمر صنعت حق کے ہر چند
پر چمک ان میں کہاں اوس گل رخسار کی طرح

میں تو پروانہ نمط جی سے گذر جاتا ہوں
نظر آتی ہے جب اوس شمع کے انوار کی طرح
یار آغوش میں ہو ستر گدڑی بے ہول
سیج گل پہلو میں غیر اوسکے چھبے(۱) خار کی طرح
بلبلو نالہ مرا سنکے نہ چلاؤ تم
گل ہے کیا تم سے خفا میرے ستمگار کی طرح

ابر مت چڑھ بفلک مجھ میں کہاں ہے یہ دماغ
برسے افریدی کے تو دیدۂ خونبار کی طرح

دکھانہ مجھکو تو صیاد زلف دام کی طرح
شفق میں حسن کی جسکے بنی ہے شام کی طرح
شب فراق سے شدیز دلکی میرے آہ
شکستگی سے ہے اختیار کی زمام کی طرح
پڑا ہوں در پہ کسی کے خراب مدت سے
ہنوز کچھ نہیں آئی نظر سلام کی طرح
ہزار شکر کروں ایک دن اگر بغلط
پوکارے(۲) میرے تئیں اپنے وہ غلام کی طرح
وہ بیوفا ہے اگر مجھسے پر یہ ہو نہ سکا
کہ ڈالتا میں کسی ڈھب سے کوئی کام کی طرح

---

(۱) اصل: کذا ۔ چبھے ہونا چاہیے (۲) اصل: کذا پکارے

دل و جگر کا میرے حال رحم مت پوچھو
کہ اتلک نہیں کچھ اسکے التیام کی طرح

بہ بزم غیر وہ جاتا تھا شب کو دیکھ مجھے
چڑھی سی تیوری نظر آئی خوش خرام کی طرح

بمنت و بسماجت گرا قدم پر میں
کہ بیوفا سے ہو شاید کسی کلام کی طرح

مجھ آفریدی کے تئیں دیکھ کر در فکر غزل
کہا کہ ڈالی ہے تونے یہ اپنے نام کی طرح

جو لاوے باد صبا بہار کا پیام صباح
سجود ہوکے کروں لاکھ با سلام صباح

ہزار شکر بجا لاؤں وس گھڑی یارو
بغیر داموں کے ہو جاؤں میں غلام صباح

جو انتظار نہ ہووے گا صبح ہونے کا
یقین زندگی ہوگی وسے حرام صباح

مجھے ہے خواہش صبح کی صبح اوٹھتا ہوں
ازل سے اوٹھنے کی خصلت مجھے دوام صباح

ظہور اوسکی تجلی کا صبح ہوتا ہے
اوسی سے دل میرا ہوتا ہے ہمکلام صباح

صباح اشارہ ہے تو جانتا نہیں غافل
جو رات زلف کو بولے تو رخ امام صباح

صباح کے ہوتے نہ ہو یار کا اگر دیدار
غضب ہے قاسم علی کو وہی تمام صباح

جس طرف دیکھو اودھر گل ہے گل گلزار سرخ
اس طرح سابق نہیں دیکھا تھا گلرخسار سرخ
شعلۂ چہرے سے گرمی کر بھڑکتا ہے بدن
سبز جوڑا اوڑھنی بر سر کناری دار سرخ
نرگسی چشماں بہارستانِ باغ ہند میں
ہے غنیمت پاس میرے آج لالہ زار سرخ
سندلی دھڑیان سندوری رنگ غالب جدولیں
نقرئی گھنڈی طلائی خوب چوٹیدار سرخ
مت ڈرا میرے تئیں میرا ہے خون تجھکو معاف
بس ہیں پیاری ابرواں لوہو بھری تلوار سرخ
انکھڑیاں خود سرخ تھیں عالم کا کرنے قتل عام
عکس سے آنکھوں کی مژگان زیادہ طرحدار سرخ
غرض جو اوضاع تھی خونیں نظر آئی بچشم
ایک سے ہیں ایک کے اعلا سبھی افکار سرخ

ہاتھ میں کنگن گلے میں چمکلی کانوں میں پھول
خوب پیشانی پہ ہے ٹکا جواہردار سرخ

اف رے بازوبند نعقوتی جڑے بازو پر واہ!
سخرنو میں تولاؤں اور حلقہ موتیدار سرخ

ارگجہ بغلوں میں دیتی ہے معطر عطر سے
کیا بدن سوندھا گلابی رنگ خوشبودار سرخ

ڈساں بھی پیاری ہیں سینہ پر نمرے معجوں کی
سر اوٹھا دیکھوں تو دنداں پان مسی وار سرخ

ہوں میں حیران نازکی موئے کمر کو دیکھ کے
ناف اوسکی درمیان سرنگ سے اے مار سرخ

ناف کے آگے اگر بولوں حیا کہتی ہے چپ
کیا کہوں کس طرح تھا ہر ذرہ ہر تک تار سرخ

واچھڑے لچھے ازاربند کے موتی لگے
پایجامہ تھا سو کمخوابی تھا جوڑیدار سرخ

جب نگاہ آکر پڑی مدفی پر اے قاسم علی
کردیا دل کے تئیں اوس شوخ نے ہموار سرخ

آوے گر اختیار میں میرے وہ یار شوخ
خاطر سے اپنی دھووے یقیں ہے غبار شوخ

ناز و ادا دکھا کے کرے ایک پل کے بیچ
قربان اپنے مکھڑے پر عالم ہزار شوخ
اوس نازنیں کے ناز پر نازاں ہو کیا کوئی
جو ہووے اس زمانے میں بے اعتبار شوخ
ظاہر ہے بیوفائی ستمگر کی دہر میں
رکھتا نہیں ہے رنج سوا روزگار شوخ
باور کسے جو گفت پر اوسکے کرے یقین
سو مجھ سے کرچکا ہےوہ جھونٹھے(۱)قرار شوخ
نے صبر ہے نہ طاقت اب کیجئے تو کیا
کب دیکھئے جو ہووے وہ حاجت برآر شوخ
امید اوسکے وصل کی رکھئے کہاں تلک
روٹھا پھرے ہے بیطرح لیل و نہار شوخ
بحسرت سے اوسکے تنگ ہے عالم جہان کا
لیتا کسی کی داد نہیں زینہار شوخ

مدت سے آفریدی کے تئیں اپنے حسن پر
واللہ کر گیا ہے بہت بیقرار شوخ

کیا خبر کس نے رکھا نام فلک کا جلاد
خورد و بزرگ جو سبھی کرتے ہیں اوسکی فریاد

---

(۱) جھوٹے

زور ور ہر کوئی تہمت نہیں رکھ سکتا ہے
جس طرح نقل خلائیق کے تئیں عام ہے یاد
بس نہیں دھوبی سے پرکان او کھاڑے خر کے
جائے انصاف ہے ساگرد کو کہنا اوستاد
یہ کسی نے نہ کہا اوسکو خدانے مارا
جی کی جی ہی میں رہی حسرت جنت شداد

بول مت قاسم علی جائے ادب خاموش
کوئی بولا نہ یہاں پر جہ بود بادا باد

رکھے دنیا سے دنیا دار مقصود
ہمیں کیا کام ہووے زر جو معدود
کمی بیشی ہے دنیا کی برابر
سمجھ رکھا ہے اپنا ایک معبود
میں ہوں تنہا مجھے تنہا سے مطلب
نہ ہوں غیر اوسکے اور واحد کو مسجود
وہی ہے دیر میں وہی حرم میں
جہاں دیکھو وہاں ہے آپ موجود

الٰہی آفریدی کی ہے درخواست
رہے دو جگ میں یہ مسرور مسعود

مثل سرمد طالب حق بین اگر سرداد داد
دیکھ لے مصورنے جی دار پر استاد داد
عشق ہے اے دل کٹھن کچھ خانۂ خالا نہیں
رکھ دلیرانہ قدم تا تجھکو ہو امداد داد
ہو نہیں سکتی ہے جس کے گوش زد فریاد داد
جس نے آباداں میرے دل کا نگر برباد داد
رشک دنیا ہے کسی نے کیوں برائے چند روز
زندگی اپنے تئیں افسوس با میعاد داد
کس سے ہو سکتا ہے جو اوس نے کیا عالم کے ساتھ
صورت خاکی میں کیسا کچھ دم ایجاد داد
خورم و خورسند ایک عالم ہے پر حیران ہوں میں
کیوں مجھے خاطر حزیں ایضاً دل ناشاد داد

آفریدی اوس شکار انداز سے کیونکر بچے
دام میں جس کے ہے سب خلقت ازاں صیاد داد

دلا تو سرو میں اس باغ کے ثمر کو نہ ڈھونڈ
گر عقل ہے شب ناریک میں قمر کو نہ ڈھونڈ
تجھے تو ہے کوئی نزدیک تجھ سے تر نزدیک
تو اوسکے واسطے بیہودہ بحرو بر کو نہ ڈھونڈ

حصر مکان نہیں ہر شے فروغ ہے اوسکا
چراغ غول کو اور سنگ کے شرر کو نہ ڈھونڈ

نہ پوچھ شعلہٴ کبریت کا فنا ہے فروغ
کبھی تو شعبدہ بازیٔ بے اثر کو نہ ڈھونڈ

جو ڈھونڈنا ہے تو لے ڈھونڈ گوشہٴ دل میں
یہی ہے کعبہ نکعبہ رہ خطر کو نہ ڈھونڈ

کہ دو قدم میں ہے دونو جہاں کی منزل طے
پہنچ شتاب مسافر کے تو سفر کو نہ ڈھونڈ

سمجھ لے تخم تیرا دل ہے اوسکا افریدی
اگر ہے فہم کسی کی تہی قشر کو نہ ڈھونڈ

اپنے جانان کو اے جان اسی جان میں ڈھونڈ
ڈھونڈ مت اور جگہ پر دلِ حیران میں ڈھونڈ

ڈھونڈنا اوسکا بہت سہل بتایا ہے فقیر
جان میں اپنی اوسے لونگا میں ایک آن میں ڈھونڈ

جس طرف دیکھو اوسی کا ہے جھمکڑا واللہ
طالب اللہ کا لیتا ہے ہر ایک شان میں ڈھونڈ

چاہنے والے کا خود آپ چھپتا ہے وہ
مہ کنعان کو لیا تھا چھپہ کنعان میں ڈھونڈ

ظاہرا دیکھ سخن فہم سخن افریدی
غیر مخلوق سخن معنی قرآں میں ڈھونڈ

مکتب عشق میں یعنی جو پڑھا ہو تفنذ
چیز پوشیدہ بتاوے تو ہوں اوسکا تلمیذ (۱)
رسم و عادت جو ہے تلبیس وہ سبکو معلوم
اس میں کیا فایدہ مجھکو نہ بتا مرد شقیذ (۲)
کار مستوں کا ہے بانعرۂ ہو ہو ہر دم
یار کے کوچے میں للکارے ہیں باجام نبیذ (۳)
کیا کروں نعمت الوان جو مہیا ہو سوا
غیر بوسہ کے حرام اپنے کو ہر چیز لذیذ

زلف کا موجو گرا شانے سے اوس مہرو کا
آفریدی نے کیا خوب گلے میں تعویذ

) اصل : شاگرد۔ حاشیہ ۲) اصل : دورشدن ۔ حاشیہ (۳) اصل : شراب۔ حاشیہ

جو ماہرو کا لطیفہ ہے ہر کلام لذیذ
مثال اوسکی نہیں ہے کوئی طعام لذیذ
جہاں کی لذت ناگاہ بھری ہے دو لب میں
مگر نہ سمجھا وہاں کوئی غیر جام لذیذ
بہانہ سے اسہال اوسکا جام لیے بوسہ
کہاں سے پایا ہے اس نے جانے نام لذیذ
سنا ہے صاف معما مگر دہان گلستان
سبھی چکھے ہے مرا سب صبح و شام لذیذ

مجھے تو قاسم علی زلف لب گل رخسار
عزیز دل سے سوا ستو ہر کدام لذیذ

نہ تو ہے کفر نہ ہندو نہ مسلمان کاغذ
پر میں حیران ہوں کہ ہر ایک ہے خواہاں کاغذ
ہے خلایق میں عجب کار کشائی عالم
منتخب حسن ہے در صنعت انسان کاغذ
نطق ہر چند نہیں نطق ہو اسیر تحریر
حرف اسرار کا مظہر ہے سخنداں کاغذ
شادی و غم سے مبرا ہے لسان عاشق
وقت جلنے کے بھی دیکھا لب خنداں کاغذ

ہے یہ شمشیر حصر ملک، ستانی سو کیا
جاری رہتا ہے مگر ملک میں فرمان کاغذ

کار دنیا کا بخوبی نہیں ہستا بسرکر
گر نہ ہوتا جو کسی کے قلمدان کاغذ

قاصدِ دہر کہوں یا کہ کہوں سیر فلک
سیر سے عرب تلک ہے یہ خراماں کاغذ

خرچ کم بالا نشینی پر اگر غور کرو
ہے تبرک یہ یہی حامل قرآں کاغذ

فیض اسماء الٰہی سے حفاظت کے لئے
حرز ہے دفع بلیات بہ انسان کاغذ

درد مندوں کی شفا ہونکو از دست طبیب
لیا عطار سے نسخہ پہ ہے درماں کاغذ

ہے کسی کے نہیں کچھ عہد زبانی پر یقیں
تا کہ باندھے نہیں مضبوط یہ پیمان کاغذ

کوئی ایسا نہیں مطلب نہ ہو کاغذ سے جسے
قدرت حق سے، یہ ہے کس قدر ارزاں کاغذ

ہر سخن نشونما ہر حرف اے افریدی
نظر آتا ہے تجھے قدرت سبحان کاغذ

گھڑی گھڑی میں تیری دوستی پیار ہے اور
کبھی نشانہ کوئی اور کبھی شکار ہے اور

خدا نے حسن گھڑی دل سپردگاں کئے پیدا
عطا جو حسن کیا تجھکو اعتبار ہے اور

بغیر دوں ملے کس کو جائے کوُ میں تیری
سر پر قبر اور مرقد پر بھی مزار ہے اور

روا نہ رکھیو ستم تو بلاکشوں پر کبھی
زمانہ اور ہوا، آج روزگار ہے اور

یہ سیر باغ نہیں جا، ہے تیری گلی کے بیچ
کہ عاشقان کے لہو ستے لالہ زار ہے اور

چھپائے سے کوئی چھپتا ہے خون اے نادان
نشان حنا کا نہیں رنگ پائیدار ہے اور

قبائے سرخ میں سنجاف سبز ہے زیبا
تماشہ ستوں کی آنکھوں میں یہ بہار ہے اور

بغیر تیرے جلے ایک، دوسرا رووے
نگار اور جگر ہے و دل نگار ہے اور

دوا رقیب کی کرنا جبر نہیں رکھیا
کہ دوسرا بھی یہاں کوئی بیقرار ہے اور

شمار وعدۂ امید بیوفا کب تک
شمار نفس کا بہتر کہ یہ شمار ہے اور

متاع گیتی کے ہاتھ آوے گو نہ غافل ہو
کہ اس حسینہ کا یار اور ہے بہار ہے (۱) اور
اگرچہ جاتے ہیں دونو جو ایک منزل کو
سوار اسپ ہدا اور ستر سوار ہے اور
اگرچہ رہگذرِ خلق حق ہے کشتی پر
شناوروں کے لئیں بحر میں کنار ہے اور
رقیب کے لئیں کر قتل پھر یہ فرمایا
کہ میری خاطر اب مائل شکار ہے اور

کسی نے پوچھا ارادہ ہے قتل کا کس کے
کہا کہ قاسم علی خان گناہگار ہے اور

چھوڑ اوسکا عشق ڈھونڈھوں مہوشان چند اور
دل اوٹھا کر اوس ستے باندہونگا یا دل بند اور
تیغ بران سے کوئی کاٹے مجھے ممکن نہیں
ہے ازل سے مجھکو تیرے ساتھ جو پیوند اور
ہے پیالہ شیر کا لبریز مجھ کے ہاتھ میں
اب شکر خندی سے اوس میں ڈال دے تو قند اور

(۱) اصل : معنی شوہرحاسیہ۔

دل تسلی تھا (۱) یکا یک قطع الفت ہیں (۲) مگر
رحم دل پر پھر نمک چھڑکا نہ شکر خند اور

میں نہیں تنہا کمند زلف میں تیری پھنسا
ہے ہر ایک حلقہ میں تیری زلف کے پابند اور

قول پر تیرے نہیں ہمان شکن کچھ اعتبار
ہر گھڑی وعدہ کرے آ دکھاوے تو سوگند اور

وائے مجھ پر جاؤں کوچے سے ترے کس طور سے
ٹوٹنے کر تک بند مرے زلف ڈالے بند اور

ہاتھ اوٹھاؤں عشق سے ہرگز نہ ہوسکتا یہیں
ناصحا ہر دم مرا دل چھیل مت ناپند اور

پوچھتا ہے آفریدی سے تیرا مالک ہے کون
کون ہے تیرے سوا میرے خدا خاوند اور

یہ طرف مشتاق گاہ گاہ ہے تجھے مناسب، گذر کیا کر
جلے ہے دل کی تھی آہ سوزاں سے کجکلاہا، حذر کیا کر
جو گھر سے باہر نہ نکلے ہے رخصت جا اگرچہ سیر گلشن
کبھی تو روزن سے در لب بام اپنے آکر، نظر کیا کر
تلطف دشمناں بے مروت مضطفہ تو نہیں ہے اس میں
دولت سے اپنے ہماری قسمت کی ایسی روزی تنکر کیا کر

---

(۱) اصل: کذا۔ (۲) کذا۔ (مبن)

نہ قدر حور و پری کے ہرگز سمائے آنکھوں میں میرے آگے
مجھے ہے لازم کبھی تو ترسیں، بحالِ خونیں جگر کیا کر
گلی میں تیری نہیں اجازت ہے شکی آنے کی، مجھکو لیکن
رقیب و غمار اپنے کوچے سے بے مروت بدر کیا کر
نہ چین دیکو نہ خواب شب کو ستم سے ہجرت کے میری مجھکو
نہ ناز و تمکیں و صدقہ حسن ایک بوسہ نذر کیا کر
بہ آہ و زاری فغان نالہ سے اپنے دارو میں روز کہتا
کبھی ستمگر کے جا کے دل میں ارے نبھاگے، اثر کیا کر
کہا تھا ناصح نے عشقبازی بہت کٹھن ہے نہ ہونا عاشق
کہ مرت مجلس سے ان بتوں کی گر عقل رکھتا، خطر کیا کر

گر آفریدی کے آرزو دل ہے وصل اوسکا تو واجب آیا
ملے نہ جب تک گلی میں اوسکے تو خاک میں بسر کیا کر

لباسِ عیش اے دل چھوڑ ترک خود نمائی کر
مناسب اپنے دونو چشم کشکولِ گدای کر
خدا کو سجدہ کر کے مبتذل زاہد ہوا اب تو
تو جا کر مہ جبیں کے آستاں پہ جبہ سای کر
شرابِ ارغوانی تیری قسمت میں نہیں زاہد
کہا کس نے کہ حال اپنا تباہ از پارسای کر

وفا کا نام لینا جو کہ ہووے ہے جفا تجھ سے
اگر یہی وفا ہے کچھ تو طرزِ بیوفائی کر

اب آکے تازہ لالہ زار خون آلودہ سرپا دیکھ
ادا کی بے اگر ہے ہاتھ میں تیغ آزمائی کر

بدر کر خار بے مہری کو اپنے گلشن دل سے
گل مہر و وفا کو رسم حسب آشنائی کر

قبائے دلبری غنچہ سے بہری گل ہے گلشن میں
تو اے سروے مہرے در بر لباس دلربائی کر

بچشم عاقلاں ہے یہ جہاں حسن طرح سے زندان
اسیر رنداں سے دل گر عمل ہے فکر رہائی کر

تیرے آراستہ ہوئے سے جو مانع تیرا ہووے
اوسی کے خون سے اب دست و پا اپنا حنائی کر

وفا کا بندہ مجسا (۱) کوئی تو ہرگز نہ پاوے گا
درآ محفل میں عشاقوں کی اے کافر خدائی کر

اگر بینا ہے دیکھ اے آفریدی یار حاضر ہے
تو شکوہ درد قرب غیر فریاد جدائی کر

ہے سعدی آسمار کی عاشقانِ زار پر
قیس صحرا میں موا منصور کھچا دار پر

(۱) اصل: کذا ۔ مجھ سا ہونا چاہیے

ہم سیہ بختوں کے کرنے قتل پر باندھے کمر
بے گنہہ اپنے گنہہ کا یار سے اقــرار کر(۱)
وہ پریــرو بن بٹوئے خون کے رہتا نہیں
کیا عجب تیری طــرح آگے ہوئی بسیار ہر
وہ‌نگہہ ایسی نہیں زندہ حو کوئی بچ رہے
ایک دن یکسان ہو آخــر کافــرو دیندار ہر
ڈھونڈھ لےاوسکو ملے تجھ کو وہ جس مشرب کے بیچ
مت اٹک جا تــو کسی کی سبحہ و زنار ہر
سو نجا اس ہستئی موہوم پر رکھ شوق دید
ہے وہ خود عاشق بلا شک دیدۂ بیدار ہر
تجھ سےوہ نزدیک تر تجھکو ہی آنکھیں دل کی کہوں
ورنہ پھر تہمت نــہ کــرنا دل نگاہ یار ہر
صرف کر اس عمر کو اوسکے خیال و سوچ میں
کیا بھروسا ہے اگر سمجھے نفس کے تار ہر
دم اگر آیا نہ آیا بس میں ہے کسکے یہ دم
اس لئے کہتا ہوں مار اس دھر کو پیزار ہر
عیش و عشرت ہیچکارہ ہے جہاں کی آہ دل
بوجھہ لے وے گا سخــن میرا تو آخــر کار ہر

گر چہ بدکردار آفــریدی ہے لیکن شرم سے
رکھہ امید فضل کیا موتوف ہے کردار ہر

---

(۱) اصل : کذا۔

غیر سے الفت جو رکھتا ہے تو میں اور یار اور
روشن آنکھ اپنی کروں تاسفت رخسار اور

دست و پا رنگنا ہمارے خون سے ہر ہر گھڑی
پھر یہی کہنا حنا سندی نہیں درکار اور

طاق میں تسبیح رکھئے شیخ صاحب اور میں
غیر زلف اوسکے نہیں کرنے کا اب زنار اور

یک نگہہ قسمت ہمیں بس ہے کہ عقل و دیں کی
گر پسند اوس کو نہیں جاتا ہوں تو بازار اور

کب تلک ہر روز و شب ڈھونڈھوں تجھے آرام دل
سرنگون بیٹھوں گا جا سایہ تلے دیوار اور

یہ نہیں گلزار لالہ اشک خون آلودہ ہے
جو خزاں سے دور گل رہتا سو ہے گلذار اور

آرزو سے دل کی رکھا سرکو تیری راہ میں
زخم گل آخر ہوا وہ زیب دستار اور

کب تلک بیٹھا رہیگا ساحل دریا پر تو
بحر میں غوطہ لگائے گوہر شہوار اور

مفت لذت وصل معشوقوں کی افریدی نہیں
چھوڑ دے لذات نفسانی کو کر اقرار اور

پارسا تو پارسای پر نہ کر اتنا غرور
میں اگر بندہ ہوں عاصی پر میرا مولئے غفور
ماسوا دیدار خواہش ہے مجھے کس چیز کی
تو پڑا پھرتا ہے جنت ڈھونڈھتا حورو قصور
میں اگرچہ رند ہوں تو آپ کو مس آپ کو
زہد سے تیرے مجھے مطلب نہ کچھ کارِ ضرور
تیرے تئیں غرہ ہے اپنی پارسای زہد کا
میرے تئیں اللہ کے فضل و کرم سے ہے سرور
رند کے مشرب پرائے زاہد بسم مت کرے
بھید اوسکا کچھ نہ پاوے گا تو ہے معنی سے دور
زخم تیغ ابرو سہا جاوے نہ تجھ سے بوالہوس
ایک شمہ سے ہوا تھا جسکے سرمہ کوہ طور
چوتڑ اوپر سرجھکانا اوسکو تو سمجھا ہے فخر
ہے نہیں قابل تو فضل اللہ کا اے بے شعور
کیا تجھے معلوم ہے دیرو حرم کی ایک راہ
بت پرستی اس جگہ اور اوس جگہ ہے یک امور

دم غنیمت ہے تو ہر دم یاد میں لے دم کے تئیں
ذکر دائم آفریدی ہو چراغ اندر قبور

درد دل کا کسے کروں اظہار غم ہجرت بجانِ من بسیار
نرگسی چشم کو کہاں پاؤں جسے تسکیں ہو خاطر افگار
رکھوں اپنا کفن سلانے کو پاؤں گر موئے زلف کا یک تار
باقی ارمان رہا نہ دل افسوس جان جاتی ہے بار بار پوکار
صنما ظالماں ستائے آ منتظر کوئی دم رہا بشمار
دیکھنا دیکھ لے دکھا صورت ورنہ پھر میں کہاں کہاں تو یار

آفریدی گرا بچاہ زنخ
ماہ کنعان کی طرح لاچار

جس گلستاں میں کہ سرو اوسکا نہ ہووے جلوہ گر
شاخ گل لوہو بھری تلوار آوے در نظر
جانگدازان زندہ ہیں نورتماشا سے بحرے
سمع کو بار نفس ہیگا، ووہی تار نظر
سعی سے کیا فایدہ ظالم کا ظاہر نقص ہے
کب بوجھے خارا کا پانی میں شرر اندر جگر
جو خیال اپنا اوٹھا دیوے طرف سے غیر کے
جیسے مژگاں مارے دوعالم کے تئیں بریک دگر

بیخ غم دنیا کی دل سے کاٹ گر عاقل ہے تو
خشک ہونے سے سبک ہو آفریدی چوبتر

بے گل مکھڑے تیرے کسا با گل و گلزار کار
غیر تیرے سرو چبھتا ہے بدل افگار خار
منزل مقصود میرے دل کےُ پر خوف و خطر
راہ اس ممداں کی از بس ہوگئی رفتار مار
آسماں سیتے گذرتا نالہ مرا جانگداز
گر نہ ہوتا ناز کی سیتے سرا بیزار یار
کچھ نہ کی تاثیر آیا اوس دل سنگیں پر
نالہ ہائے بیقراری رو چکا ہوں زار زار
آشنا تی گفتگو اور مسکرانا خوب ہے
شکر کو نمکیں بنالے لعل شکر بار بار

نصف روٹی پر قناعت کر جو چاہے آبرو
آفریدی جو بہت کھاتا وہ ہے بسیار خوار

حی رہے یا نہ رہے پر قدم یار نہ چھوڑ
اے پتنگے تو کبھی شمع کا انوار نہ چھوڑ
شمع تجھکو بھی مناسب تو وہاں تک جل جا
سر سے تا پائے تلک رشتہ زنار نہ چھوڑ
لب شیریں سے اگر ہونہ تیرا لب شیریں
کوہ کن تو بھی تو اب دامن کہسار نہ چھوڑ

لیلا ہاتھ آوے نہ آوے ملے جو ناقہ سوار
حال غم سے وہ کرے سع در اظہار نہ چھوڑ
لفظ ہونے حو کہے ہے ووہی حق اے مصور
کلمتہ الحق کو مگر تا بہ دم دار نہ چھوڑ
اے زلیخا نہ کنعاں کو لے دے مال متاع
پس بایع کے کوئی مشتری زنہار نہ چھوڑ

اس نصیحت کو میری مان بقول افریدی
جی رہے یا نہ رہے پر قدم یار نہ چھوڑ

جائے افسوس، نہ عقبیٰ کا کیا کام ہنوز
وائے صدوائے ہوئے مفت میں بدنام ہنوز
غافل از بس رہے ہم ملک عدم سے آکر
کیا کیا کچھ نہ کیا وہاں کا سر انجام ہنوز
کوچ کرنا ہے دوبارہ بھی وسی جانب کو
صبح سے فکر نہ کی ہم نے ہوئی شام ہنوز
صبح اوٹھتے ہی دل مرغ نے یوں دی ہے اذان
کوچ ہے کوچ ہے گن گن کے رکھو گام ہنوز

روز شب کوچ کے دھڑکے سے مرا افریدی
جی ہی جاتا ہے کیا کچھ نہیں آرام ہنوز

نہ پایا اب تلک اوس شوخ کا نشان ہنوز
تلاش کر چکا ہر چند این و آن ہنوز
وہ دو جہاں سے نرالا ہے جسکو میں چاہوں
بیان کسطرح ہو قطع لابیان ہنوز
کہیں نشاں نہیں اوس بے نشاں کا پاتا ہوں
اگر نشاں تو مرے جسم میں ہے جان ہنوز
تلاش جاں حو کروں تو نہ کچھ تعین ہے
عجب تعجب آتا ہے ہر زمان ہنوز

خدا ہی جانے کہ کیا تھا وہ کیا ہوا کیا ہو
خموش قاسم علی تھام لے زبان ہنوز

عشق کی کوئی اگر سیکھ لے گر مجھ سے تمیز
دین دنیا میں ہوا اپنے پرایوں کو عزیز
یا ہو شاگرد میرا یا مجھے تلمیذ کرے
ورنہ اس کوچۂ عشاق سے کر جاوے گریز
مکتبِ عشق سے ناخواندہ اوٹھا جو محروم
دونو عالم میں وہ کچھ چیز نہیں ہے نا چیز
مرد کیونکر کہوں بے عشق جو ہووے کوئی
فرقہ عشاق میں اوس کے تئیں کہتے ہیں کنیز

میں نے اوستاد ازل سے یہی سیکھا تھا سبق
افریدی نہ کبھی یار کی چھوڑوں دہلیز

بوالہوس عشق مں کھچے ہے پشمانی زاز
ظاہــرا وہ تــو سراســر کرے نادانی ژاژ

ہوگئے کام پــر نادم ہو تو پھر کیا حاصل
جــو ہوا سو ہے ہــوا زیادہ سخندانی ژاژ

کار ہر ایک کا ہــر مرد سے کب پورا ہو
ہے زمینــدار کے فی‌الــواقــعی دہقانی ژاژ

محنت عشق پر مری جو کرے کوئی لحاظ
کہئے کوچے مں رقیبوں کی دربانی ژاژ

مرض عشق کی تشخیص جو کرتے ہں طبیب
لا دوا بــوجھ کہا یــرقــہ بھــرانی (۱) ژاژ

کوئی یــرقــہ کوئی مدقوق بتاوے افسوس
کــوئی کہتا ہے اسے ہے مرض جانی ژاژ

عاشقاں کو ہے مبارک بیری بیماری عشق
عام عالــم نہیں سمجھا ہے قــدردانی ژاژ

افــریدی جو اگــر حالت پــرسان آوے
غیر از لخت جگــر اور ہے مہمانی زاژ

---

(۱) اصل کذا ۔ یرقہ کا لفظ اگلے شعــر مں بھی آیا ہے ۔ یرقان یا کسی اور بیماری کا نام معلوم ہوتا ہے ۔

کہاں کا ننگ رہا اور کہاں رہا ناموس
اولجھ گئی ہو محبت میں دختر طیموس

مزا ہو وصل کا چاہے تو بار ہجر اوٹھا
پھر انتقام ہو آخر کے تئیں کنار وبوس

مجازی ہو کہ حقیقی صریح عشق کا نام
لطف تحفہ پیارا عجب نام عروس

مجھے بھی عشق کا ہے مرض کیا کروں یارو
معالجے سے میرے عاجز آیا جالینوس

دل ہی میں قاسم علی شمع عشق کر روشن
بچالے باد مخالف سے تن کا کر فانوس

ہوا ہے مجھ سے دل آزردہ کیوں حبیب افسوس
میرے جلانے کو بیٹھا ہے بارقیب افسوس

وہ کون لطف نہیں ہے بقسمت اغیار
رہا میں یار کی الفت سے بے نصیب افسوس

بہار آئی یہ صیاد کچھ نہیں آگاہ
چبھے ہے خار بدل زار عندلیب افسوس

دوا تھی درد ہمارے کی جس کنے ہیہات
ہوا ہے دشمن جانی وہی طبیب افسوس
بہ آب دیدۂ لخت جگر پہ ہو قانع
یہی ہے ماحذر عشق ناشکیب افسوس
شکستہ شیشۂ تقولی کو کرکے بار دگر
نکر تو وعظ گذستہ کا اے خطیب افسوس
بساں شمع نہ کر چرب تن کے تئیں ورنہ
کترلی لے گی زمانے کی کاٹ حیف افسوس
دفن کی فکر نہ پروانے کی بجھے اے شمع
پڑی ہے لاش لگن میں ترے قریب افسوس

گلوفشار غم ہجر گر ہے افریدی
نہ کر تو غیر کی وصلت پہ اے غریب افسوس

ہوا فراق میں مہرو کی بے طرح وسواس
ہزار مرتبہ خاطر پہ گذری کہا الماس
کیا ہے ہجر نے دیوانہ آہ صحرائی
بساں قیس کے وحشت زدہ جہاں سے اوداس
برنگ بوقلمون سیوا زمانے سے
امید جو کہ رکھے آخرش اوٹھے گا یاس

اگرچہ صبح سے محنت یہ کی تو کیا حاصل
جوڑا نہ تار ہوئی شام نائے کر پاس

نجات پاوے گا گر افریدی اب کی بار
کھڑا نہ ہووے گا چاہت کے متصل یا پاس

شرب غم عاشقوں کو بس ہے بس
زاد رہ درد ہم نفس ہے بس

ہے بصارت کو پردہ دید کا وا
بے بصر کو یہ بس قفس ہے بس

بندھا زلفوں کا اوس کی جائے کہاں
شانہ اوس شب کا جیوں عسس ہے بس

لاہن مے یہ عشق کے زاہد
جیسے بر موج بحر خس ہے بس

مثل خفاش گر نہیں ہے کور
مکر حسن کون کس ہے بس

لے گئی عقل و ہوش نیم نگاہ
نشہ عشق زود رس ہے بس

ناگہانی بلا ہے عشق کے بیچ
ڈرے وہ جو کہ بوالہوس ہے بس

جلوہ اوسکا نہ برقفا موقوف
شمع کا نور پیش و پس ہے بس

نالہ دل یہ غور کر میرے
تیری ہجرت سے جون جرس ہے بس

جو کہ مقسوم تھا لکھا اپنے
ہے مسر دگر ہوس ہے بس

آفریدی بحسن دلداری
بعسل غرق جیون مگس ہے بس

جو کہ بیٹھا ہو صنم غیروں میں دو چار کے پاس
ہرگز اے دل تو نہ جا ایسے ستمگار کے پاس

طاق میں رکھ کے حیا ننگ وفا کا سودا
بیٹھ رہ جیوں سگ دربان درو دیوار کے پاس

دوست رنجیدہ ہوا آہ نہ اعدائے رو...
لے چلا قتل کو ناحق وہ مجھے دار کے پاس

حسن خدمت کا میری ہائے بھولا نکداری
جاکے بیٹھا تھا سب ار میں اغیار کے پاس

نظر آتی نہیں کچھ اوسکی ملاقات کی طرح
جا چڑیا ہے وہ کسی دشمن خون خوار کے پاس

ہے زمیں سخت فلک دور نہیں کچھ چارا
ذبح اپنے تئیں کرلوں مگر اوس یار کے پاس

جنس دل پنجی کو اپنی ضرور افریدی
جاکے بیچوں نا کسی اپنے خریدار کے پاس

نیم بسمل نہیں رہ سکتا ہے بیمار خموش
بعد مرنے کے اگر چپ ہو تو لا چار خموش

واہ ویلا نہ کروں کس طرح فریاد اے دل
کھینچ آتا ہے جو ابرو کی وہ تلوار خموش

وضع قاتل کی بھی مقتول سے پوشیدہ نہیں
خوب سمجھا ہے ہر ایک مرد ہنرکار خموش
بسنان نگہہ سے ہر عاشق ہا
مثل دانہ کے پرویا سر بازار خموش
تار سے زلف کے گوندھے وبسان سبح
دل عشاق کا بے رحم نہ ہر تار خموش
اس جہاں سے نہ اوٹھا کوئی مسروری دل
مثل غربال کی عالم کیا افگار خموش

کوچہ سوح ستمگر کو اگر افریدی
اتفاقاً جو گذارا ہو تو ہوشیار خموش

بیوفائی نہ کر اے شوخ ستمگار خموش
ستم و جور جو چاہا سو کیا یار خموش
عشوۂ و ناز و ادا غمزۂ تیڑھا چلنا
کون سا تجھ سے نہیں پایا ہے ازار خموش
آفت جان ہے عاشق کو تبسم ترا
جب کے ہوتا ہے مخاطب تو بہ اغیار خموش
دو نگاہوں نین تیری قتل کیا ایک عالم
کوئی روتا ہے سسکتا کوئی لا چار خموش

آفریدی کے تئیں ناصح عبث سمجھاوے
چھوڑ دینے کا نہیں شوخ کا دربار خموش

دیک پر عشق کے اے دل نو نہ رکھنا سرپوش
ورنہ داغ آوے گا تتماح میں سن لے توبگوش

چمچہ تلقں ستے شوق کے خالک، (۱) میں نکال
ہاتھ سے مرشد کامل کے شتابی کر نوس

آج وہ روز ہے گر یار کو ڈھونڈھے پاوے
ورنہ نہیں تا بہ ابد حالی رہے گا آغوش

دیکھ لے کھول کے آنکھیں نہ ہو غافل اے دل
مئے وحدت سے یہاں کیسے پڑے ہیں مدہوش

کوئے میں عشق کے سرمد کو نگاہ سمجھو
یا کہ حلاج ولایت میں ہوا خلعت پوش

گنج پنہاں کا کسی کے تئیں جو بھل کھلا
بے تکلف وہ کرے آپ ستے نوحہ خروش

دست میں عشق کے افریدی جو جانا لیکن
دیکھ خاموش ہو خاموش ہو ار بس خاموش

صحبت یار مجھے بے رخ اعیار ہے خوش
داغ وصلت میں میسر گل بے خار ہے خوش
شمع کے نور کی (۲) محفل میں میری قدر نہیں
بے سبب یار فروغ رخ دلدار ہے خوش

---

(۱) کذا: شاید پشتو کا لفظ خانک ہو یعنی صحنک (۲) اصل: کا

نہ غرض سبحہ سے نے مسجد و محراب سے کام
کافر زلف کے تئیں رشتہ زنار ہے خوش

زر وزیور مرے کس کام کا ہرگز نہ چھوؤں
ساتھ وصل کے مجھے دولت دیدار ہے خوش

لب شیریں نہ ہو تو لذت شیریں کیا چیز
مثل فرہاد پھر اپنے تئیں کہسار ہے خوش

آرزو مند وصالت کو تشفی جھوٹی
فی الحقیقت ہے غلط قول پر اقرار ہے خوش

منزل یار ہے دل اسکو مصفا رکھنا
سچ ہے آئینہ کہ بے ظلمت زنگار ہے خوش

زندگی تلخ ہے جو یار نہ ہووے بہ بغل
مرگ اس جینے سے فی الواقعی اے یار ہے خوش

جس میں مذکور میرے یار کا ہو افریدی
وہ کتاب اپنے کو خوش آوے وہ اشعار ہے خوش

یقین کیجیو اے دل کہ بیخ ایمان ہے اخلاص
جو کچھ ہو اشتباہ اے دل تو سب نقصان ہے خلاص

اگر اخلاص میں جاتا رہے سر کچھ نہیں ڈر ہے
لباس دوستی میں واقعی تاوان ہے اخلاص

دوبینوں سے نہیں اخلاص کا ہرگز نہیں مرنا
نہ مرتا ہے نہ حلتا ہے جسے شایان ہے اخلاص
جو مخلص خاص ہے اخلاص کا ہرگز نہیں مرتا
نہ مرتا ہے نہ حلتا ہے حسے شایان ہے اخلاص(۱)
خرفہمان ہماری بات کو گوز شتر سمجھے
مکدر کور دل کہیے کہاں روسان ہے اخلاص
اگر دانا ہے حق اخلاص کا احلاص سے دائم
بجا لانا بجاہے فرض ہر انسان ہے اخلاص
بیا میدان میں وحدت کے با احلاص افریدی
کوئی آوے نہ آوے ہو نہ دل حویان ہے اخلاص

کتنی مدت ہوئی کرتے بھی طبیبوں سے عرض
کوئی لللہ میرے ہاتھ کی گھر دیکھے نبض
سولھہ گھر نبض کے پہچاننا مشکل تر ہے
خوب تشخص کرے اسوضع تب پاوے مرض
ناقص عقل سے میں آپ ستے ہو جھنا ہوں
کام آئی نہیں کوئی بھی دوائی بالغرض
دوست یکتا جو ملے تب ہو شفا اس دل کو
ورنہ یہ عاریتاً جاں ہے اس جسم پر فرض
تو مجازی کے اوپر ہرگز اٹکا مت دل
تیری واحد سیتے قاسم علی اٹکی ہے غرض

---

(۱) اصل: یہ شعر حاشیہ پر لکھا ہے

نہیں ہے میرے تئیں کوئی بے حیا سے غرض
عزیز و خویس و برادر نہ اقربا سے غرض

اوٹھایا دل ستے اپنے ہو جس نے ننگ و حیا
خدا نہ ڈالے کبھی ویسے آشنا سے غرض

حیا نہیں جسے دنیا میں اہل دنیا سے
ذلیل و خوار فضحت کے کیا ہے جا سے غرض

بلوغ عاقل و دانا پر طعن ہے یارو
طفولیت میں نہیں طفل کی خطا سے غرض

ہمارا دل ہے (۱) عجایب کہ دونو عالم سے
نہیں رکھے ہے کسی سے بجز خدا سے غرض

غرض خدا ستے اپنی تئیں رہے ہر دم
سوائے حق کے نہیں مجھکو دوسرا سے غرض

دل ایک ہے اسے یارو محبت ایک ہے بس
جو دو دلاہو رکھے وہ جدا جدا سے غرض

خصوص مسکن دنیا میں رکھ کے دنیا میں
نہیں رکھا ہے کبھی میں نے ماسوا سے غرض

محبت اپنے بگانے کی زود افریدی
اوٹھا دے دل ستے مردانہ وار (۲)

---

(۱) اصل: دھی (۲) اصل میں یہ شعر اسی طرح ادھورا لکھا ہے

دس ہے اے یار تیری زلف کا یک تار فقط
حوب ہے واسطے میری یہی زنار فقط

کافر عشق ہوا اسنو مسلمانی سے
ہاتھ دھویا ہے مرا چاہئے دیدار فقط

اکثرعالم تجھے ڈھونڈھے ہےو لیکن میں نے
آج پایا ہے سجھے یار طرحدار فقط

فارغ البال ہوا کہ سے دو جگ کے وسی
عسق سے حسن تے نئیں آگے بڑا کار فقط

اسو سمسیر یمانی کو دسہ دھیج اے ظالم
ابرواں نس تیرے سران ہیں خمدار فقط

دیکھنا نور تجلی کی (۱) ہے طاقت کس کو
حسن کا روشن ہے دسہ ار خاور رخسار فقط

خلق تجار ہے دنیا کا اگر اوریدی
میں نے اختیار کیا عشق کا بیار فقط

اہل معنی کے نئیں فانی ہے دنیا کی بساط
اس سبب وہ اہل دنیا سے کرے ہے احتیاط

ڈھونڈھ ہستی کو گر عاقل ہے دریں دریا محیط
جوکہ تو چاہے ووہی موجود ہے درایں رباط

---

(۱) اصل: کا

کھول کر انکھیاں اگر دیکھے تو سب کچھ ہے یہاں
دوزخ و جنت ہم اعراف چہارم پلصراط
گر ہے طالب معرفت کا آج ہے فرصت کا وقت
کجروی مت کر سا عارف بر رسم زراط

بے محابا آفریدی اپنے سگانے سے ہو
چھوڑ دے بےفایدہ تو گفتگو اور اختلاط

مجھ سا ناشاد کوئی تجھ سے جو ہو شاد غلط
آہ سمجھا تو میرا نالہ و فریاد غلط
ستم و جور و جفا ظلم و تعدی کے سوا
تجھ سے چاہوں کہ موثر ہو کبھو داد غلط
یک دفع جسکو لڑی چشم تیری چشم کے ساتھ
رہے اوس شخص کا پھر خانۂ آباد غلط
مجھکو امید نہیں وعدہ خلافی سے تیری
ایک بوسہ جو کبھی تجھ سے ہو امداد غلط
کون سا دم ہے کہ جس دم میں تیرا ذکر نہ ہو
بغلط پر ہو کبھی تجھکو میری یاد غلط
تو جو کہتا تھا کہ میں کل تیرے گھر آؤں گا
کل نے بیکل کیا اس کل کا ہے میعاد غلط

آنا معلوم ہے نامہ بہ بھی افریدی کے
نہ کیا آہ تسلی کے لئے صاد غلط

پھسا جو عشق میں اے دل دواب خدا حافظ　　بغیر ذات نہیں کوئی ایسی جا حافظ
موا جو جیتے جی وہ پھر موت اوسکو نہیں　　دوبارہ زندہ ہوا جو کہ مبتلا حافظ
بہت ہے مشکل جانا بسہ کوچہ عشاق　　وہاں بلاغ ہو وہ جو کہ اکتفا حافظ
جو جا کہ پہنچا وہاں خاطر جمع کرکے　　نہیں خیال کسی کا اونہیں رہا حافظ
غلام محمد ما مرشد عجب دارم　　بوقت بیکسی ام میسود مرا حافظ

رفکر ہر دو جہان باش فارغ افریدی
نبی علیؑ و شہ کربلا مرا حافظ

بلبلوں کو نہ ہو گل گر نہیں گلزار سے حظ
عاشقوں کو نہ ارم کیونکہ ہوئے یار سے حظ
رخ کے خط سے ہی نہیں کام جو ہیں محو خیال
کیا اوٹھے وصل نہاراں میں گرفتار سے حظ
جو کہ اس دار فنا میں ہے مٹا نام اوسکا
نہ ہو منصور تو کیا پھر سنگ دار سے حظ
تاج قیصر جم یک جو پہ نہ لے وے عشاق
حسن ناقص کا نہ پوچھ ایسے خریدار سے حظ
جو نگاہوں کا تیرے زخمی ہو اوسکو نہ ملے
غیر خط سبزہ تیرے مرہم زنگار سے حظ

مال دنیا کا سمجھ گـردش فلکی اے یار
کیا اوٹھاے گا کوئی چرخ ستمگار سے حظ

سربت خضر سے کب حظ ملے افـریدی کو
مہ وسوں کا ہے پیاما اسے دیدار سے حظ

غیر میرے کون میرے یار سے پاوے ہے حظ
بے بصر دیکھا کہیں گلزار سے پاوے ہے حظ
یار کا مکھـڑا منور نـور سے اللہ کے
کوئی کافر بھی کبھی دیدار سے پاوے ہے حظ
آتش سوزاں ہے بدتـر ہے فقیروں کے تئیں
گرچہ دنیا دار بھی دینار سے پاوے ہے حظ
طالب دنیا مثال سگ وہ خود مردار (۱) ہے
کر یقین اے عقل سگ مردار سے پاوے ہے حظ
ہے ریاضت مثلِ آتش اور شکم جیسے مگس
دل پتنگا ہو پھنگ تب نار سے پاوے ہے حظ
سنگِ طفلاں مثلِ گل مجنوں کی صورت پر لگیں
جسقدر ماریں اوسے بر وار (۲) سے پاوے ہے حظ

---

(۱) اصل: میں مرادار لکھا ہے (۲) اصل: کذا: دار

اس طرح کے درد دکھ کا کب ہے اورعالم کو قدر
عاشق صادق اسی آزار سے پاوے ہے حظ

کوئی ہے محظوظ کعبہ میں کوئی خوش دیر میں
کوئی ناتسبیح کوئی زنار سے پاوے ہے حظ

سایۂ طوبےا کی(۱) خواہش ہے بہت عالم کے تئیں
دل جلا ہی سایۂ دیوار سے پاوے ہے حظ

معتکف کو ابروا میں حظ جو ملتا ہے بجا
غیر ممکن وہ کوئی بازار میں پاوے ہے حظ

افریدی بوجھ جاویں گے جو خاص الخاص ہیں
عام عالم کب تیرے اشعار سے پاوے ہے حظ

حتا نہ میرے تئیں اپنا تو ہنر واعظ
تو اپنے فعل سے مونہہ اپنا خاک بھر واعظ

نصیحت اوروں کو کرتا ہے چڑھ کے ممبر پر
مگر نہیں ہے ترے دل پر کچھ اثر واعظ

زباں پہ وعظ ہے اور دل ترا ہے استغلاظ
بوعظ بیہودہ مت باندھ تو کمر واعظ

---

(۱) اصل: کے

عمل بہ وعظ کر اپنے بصدق و دل ورنہ
تو اپنے حال کو دیکھے گا در حشر واعظ

بڑھا (۱) کے ریس کو اپنی بھی جوں دمِ طاؤس
یہ کس خیال نہ بھولا ہے ابلہ خر واعظ

خدا کریم ہے چاہے گا جسکو بخشے گا
کسی پہ طعن کی انگشت تو نہ دھر واعظ

تو اپنے وعظ پر واعظ نہ بھول سچھ ہی نہیں(۲)
کہ راز عشق سے تیرے تئیں خبر واعظ

مقابلہ بہ بحث مت کر اہل رندان سے
کہ جس میں آپ کے ہو رنش کا ضرور واعظ

کلام بے نمک و بے اثر سے تو اپنے
خراب مت کرے خلقت خدا سے ڈر واعظ

یہاں واہاں پر تجھے گر نجات ہے منظور
کسی فقیر کے قدموں پر سر کو دھر واعظ

تو کہیو پیر مغاں سے سلام افریدی
اگر بہ کوے خرابات ہو گذر واعظ

---

(۱) اصل: بڈہا (۲) اصل: کذا (سچ ہےنہیں)

ہے کسے غرض سے کون ہماری شارع
کہ ہے حالات معصیت کا کروں میں سایع(۱)

کوچۂ عشق میں اب آکے عبث پچھتانا
اب ندامت کے سوا اور نہیں ہے نافع

ایک دل تھا سو وبھی ہار دیا مدت سے
دانۂ عشق بکسب(۲) دل سویا مزرع

باز آنے کا نہیں اب دوجو ہونا ہو سو ہو
احسار اے دل مجروح نے سر کا اقطع

صنعتیں جتنی تھیں سب دیکھ لیں ان آنکھوں سے
لیکن ایک باقی رہا دید کو سہا صانع

اے دل اشجار کے مانند نہ جا اپنی چھوڑ
برگ و بار ایک جگہہ باوے کا گر ہے قانع

ورنہ محنت و مشقت ہے سبھی لا حاصل
دل ستے قاسم علی طمع کر اسرع(۲) سو ودع(۳)

کیا فروغ حسن اپنا تمام دکھلاتے ہے شمع
آہ پروانہ کے داغ دل کو سلگاتی ہے شمع

---

(۱) اصل: ظاہر (حاشیہ)۔(۲) اصل رخصت (حاشیہ) (۳) اصل: شتابے (حاشیہ)

دیکھ پروانے کے لاشہ کو لگن کے بیچ میں
رو رہی با اشک اوس مست کو نہلاتی ہے شمع
غم نہ ہوتا اوسکو پروانہ کا تو کس واسطے
شام سے تا صبح رو رو جل کے مرجاتی ہے شمع
اپنے پروانے کے جل جانے پہ ڈر کر شام سے
بیطرح گھبرا کے اور تھرا کے لہراتی ہے شمع
شمع کو ہے کب گوارا تا پتنگا جل مرے
اس سبب لے سر سے تا پا آپ گھل جاتی ہے شمع
تاب دیکھے کب سوخت ہوتا عاشقِ جانباز کا
پردۂ فانوس میں شرما کے چھپ جاتی ہے شمع
غم سے پروانے کے دیکھا خوب خاص و عام نے
غیر اپنے خونِ دل کے کچھ نہیں کھاتی ہے شمع
باعثِ رخصت کا پروانے کا وقتِ شام ہے
موم دل ہو کر کے آخر سب پگھل جاتی ہے شمع
رات کیا میں شمع کو دیکھا غمِ پروانہ سے
اپنا سر کٹکر سے ہر لحظہ کٹواتی ہے شمع
دیکھ پروانے کی صورت اپنے شعلہ حسن پر
ہنس کے رو پڑتی ہے کچھ کبھی نہ کملاتی ہے شمع
یاد کر جھٹ پٹ سے جل جانے پہ پروانے کی آہ
منفصل اپنے عرق میں آپ چچواتی ہے شمع

دیکھ افریدی بقول جان جانا تن نسہ پال
کس قدر پہلوئے چرب اپنے سے دو کھ پاتی ہے شمع

سر کو اپنے دے کے آتش کس کی فریادی ہے شمع
شام سے تا صبح از یک پائے استادی ہے شمع

یا کسی کو بزم آرا دیکھ ہو محو خیال
بسکے رو پڑتی ہے صرف اسک سے عادی ہے شمع

یا کسی کا (۱) انتظار وصل ہے آداب سے
شام سے جل جل سحر تک خاک افتادی ہے شمع

کس سے ہو سکتا ہے جلکر آپ ہووے نور بخش
سو وہ خود سوزاں ہو پر ہر گھر کی آبادی ہے شمع

یہ فروغ شمع کا کیا شے ہے پر حیراں ہوں میں
نور ہے یا نار ہے یا حور کی زادی ہے شمع

شام سے سامان کر تیار اسپ ہے ماہ
اسے پتنگے ڈال بھوری وعدۂ سادی ہے شمع

آفریدی شمع نو پروانگی پروانے کی
حاضری دے شب کے ہوئے صبح آزادی ہے شمع

***

عمر گذری سیر میں میری بسہ آبادی وراغ (۲)
چرخ کی گردش سے لیکن کچھ نہیں پائے فراغ

طوطیاں حس باغ میں بولیں بنیچی سہجھوا (۳)
قاغ قاغ اور شور و غل کرتے وہاں اوسجا یہ زاغ

---

(۱) اصل کسی کی (۲) دست (حاشیہ) (۳) اصل ۰ کذا (نہ بوجھے بوجھے)

عندلیباں اوڑ گئیں باغِ خزاں کو بوجھ کر
سرو پر شمشاد پر دیکھے کہ ہیں بیٹھے کلاغ
ایک دن وہ تھا بہم گلگوں شراب ناب تھا
آج وہ محفل کہاں اور وہ کہاں گلزار باغ (۱)
تھان پر فیلاں کے دیکھو اب بندھی ہیں گاؤمیش
سیکڑوں خر کی جگہ جگتے پڑے پھرتے اولاغ (۲)
راگ قانوں و بربط زیرو بم کا اور گیا
رینکتے ہر جا گدھے جنسے تعفن ہو دماغ
صاف سینہ کا جو کوئی شخص چاہو سو کہاں
جس طرف دیکھو اودہر کومکر کا پھیلا تراغ (۳)

عشق کے لوہو میں تر ہے آفریدی دیکھ لے
تو معصفر کا سمجھتا رنگ کیوں اس کو صباغ (۴)

کوئی دل کو میرے کرتا نہیں تسکیں طفف (۵)
ہوں پڑا ہے وقر اس کوچے میں مانند خذف

---

(۱) ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ غزل ادہوری رہ گئی ہے۔ اور اگلی غزل بھی ادہوری ہے غلطی سے دونوں کو ایک سمجھا گیا ہے ۔ کیوں کہ مسودے کے رکاب میں اگلے شعر کا پہلا لفظ ”تھا ازل،، لکھا ہے جب کہ یہاں پر ”تھان پر،،آیا ہے اصل صفحہ (۵۲ ب)
(۲) اسپ (حاشیہ) (۳) دام (حاشیہ) (۴) رنگریز (حاشیہ) (۵) اصل ۔ کذا

نہیں آتا ہے نظر کوئی اوٹھانے والا
شوخ بے رحم نے افسوس میری جان کی تلف
ستم و جور و جفا تھا دل بے رحم کا ایک
لا رقیبوں نے میرا سینہ بنایا ہے ہدف
کوئے میں یار کی جو مجھ سے کرتا ہے سخن
غیر طعنہ کے سوا نکلے زباں سے نہ حرف
دیکھئے حق میں میرے مرضی دوران کیا ہے
دور ہوتی نہیں جو دل ستے ہجران کی تف(۱)
کب ملک وصل کی امید میں ہم زندہ رہیں
آخرش چرخ زمانے کا نہ چھوڑے رفرف
زلف رخسار سوا اور نہ کچھ میں سمجھا
ایک ہے روز میرا دوسرا تاریک ہے شب
سیر آبادی افسوس نہ کی میں نے تمام
عمر گذری سبھی پھرتے ہے بدست نجف(۲)

دم غنیمت ہے سمجھ قاسم علی ہو دم ہے
طاقت اب باقی کہاں سابق بن گشتہ حشف(۳)

---

(۱) گرمی (حاشیہ) (۲) اصل۔ کذا (۳) کھنہ (حاشیہ)

ایک واحد ہے شمار اوسکے بہت ہیں آلاف
تخم وحدت کی او کاتب ہوئی کتنی اصناف
شاخ و گل برگ و ثمر باعث کثرت ظاہر
سر سے تا پاے ملک کتنے ہیں اظہار اوصاف
صاحب دیدنی دریاب تو یخ کا دیکھا
نہیں معلوم ہے دوبین کو پایاب رجاف (۱)
ظاہرا تب ہو ہر ایک دل کے تئیں آب لطیف
جب کرے سینہ مکدر کے تئیں زنگ سے صاف

حسد و بغض کے تئیں صیقل اذکار سے تو
دور کر قاسم علی ورنہ ہے مجرم احطاف

زلف میں تری میرا دل ہے صنم یوں تعلیق
جس طرح پھانسی پڑی عیوض جون کوئی خریق (۲)
عیش کو اپنے خواطر سے بھلایا ہم نے
جب ستے ہجر کا غم تیرا ہوا اپنا رفیق
اور بندی جو کئے تو نے اے بے رحم آزاد
دل تو میرے نہ کیا شوخی سے ایک بار عتیق (۳)
عشق میں چاہے سو کر مجھ پر ستم اے ظالم
چھوڑ جاے کا نہیں میں یہ کبھی رسم وطریق
آرے دل دوست کے دروازے پر دھونی دہویں
باندھ چوٹر کو لنگوٹی ہوا سینہ جو حریق

(۱) دریا (حاشیہ) (۲) برسن بستہ (حاشیہ) (۳) آزاد (حاشیہ)

غنی دنیا کے اگر کرتے ہیں زر کی خیرات
قانع دل کے تئیں اتنی بہت ہے توفیق

شافع روزِ جزا بس ہے شہہ جیلانی
آفریدی جو کسی کی(۱) ہو گر اوس پر تصدیق

سو طرح میں نے لگائی آہ بازی جان تک
پر نظر آیا نہیں وہ مسلخ قربان تک
رشک ہے مجھ کو کہ جاگہ داربان در بر نہ دیں
ہوویں ہم محفل رقیب از غیر غمازان تک
اوسکے قدموں تک نہ پہونچا پنجہ دست اپنا دریغ
بے حقیقت شانہ پہونچا کا کلِ پیچان تک
کاش کہ ایک جام ہوتا خاک میری سے درست
جا پہوچتا اس بہانہ اوس لبِ خندان تک
لالچی مت کھول صندوقِ مقفل غیر کا
مجھ سے جو چاہے سو لے کیا مال و جان ایمان تک
کس کے پیش آمد کی خاطر یہ میرا لخت جگر
طے براہ چشم منزل کرچکا مژگان تک
آچکا مکھڑے پہ خط اوس سنگ دل کے تا ہنوز
ایک بوسہ کا نہ کافر نے کیا احسان تک

(۱) اصل: کا۔

روز شب میری ہلاکت کی او سے رہتی ہے فکر
بلکہ پہچا غیر کو مجھ قتل کا فرمان تک

اس تعدی (۱) کی میں لسوں گا داد روزِ محکمہ
آفریدی گر ہو پہنچا پلۂ میزان تک

کفر عشق آیا بدل مجھ مومن دیندار تک
سوت یا صندل و قشقہ ہے بل زنار تک
اسکا اسلوک ایک راہب نے متحانیکے بیچ
مجھکو بتلایا کہ بھولا غیر د ذر اذکار تک
شعبدہ دنیا کا کم فرصت بہت ہے جوں حباب
زندگی ہے یا زمانہ وعدۂ اقرار تک
کام ہے مطلب سے چاہے کفر ہووے یا کہ دین
جا پہوچتا ہے کسی صورت سے اپنے یار تک

آفریدی چھوڑ مت ہرگز درِ پیرِ مغاں
ہاتھ آوے دخترِ رز ساغرِ سرشار تک

پائی نہ بیمار عشق نے آرام جانی اب تلک
ایک بات میری وصل کے تونے نہ مانی اب تلک
منظور میرا دل تجھے لینا نہیں لادے مجھے
دے پھیرتا آتش ہوجھے گر میتوانی اب تلک

(۱) اصل ۔ کا

مں شب سے ڈرتا نہیں آنی نا مرنا نہیں
کرتا ہوں تیرے عشق مں کارِ جوانی اب تلک

ہوشدار آہِ سرد سے مجھ رُوے رنگِ زرد سے
ہے راہ دل کی عرش تک غافل ندانی اب تلک

کس واسطے مجھ پر خفا ہوتا ہے تو اے بے وفا
سرگفتنِ اہلِ دغا ہے بدگمانی اب تلک

دل لے گیا مجھ سے بتں رسوا ہوا عالم مں میں
افسوس نا ہم اس قدر نا مہربانی اب تلک

بے مونس غم خوار سے بے محرمِ اسرار سے
میں نے کبھی ظاہر کیا دردِ دنہانی اب تلک

پایا نہ قاصد سے کبھی ایک نامہ، دل پیغام بھی
نامہ نوآنا یک طرف لطفِ زبانی اب تلک

اے شمع رُو پردہ اوٹھا افریدی صبح و تاسما
کرتا ہے پروانہ صفت یہ جاں فشانی اب تلک

عاشقِ سوختہ دل خطِ صنم دونو ایک
جس طرح سہیے جدا شادی غم دونو ایک

دونو باطن میں اگر ایک ہیں لیکن کوئی
آب و آتش نہیں ر نہنا ہے بہم دونو ایک

---

(۱) اصل کذا یا سیتے

ہے جدا سجدہ کی جا ہندو مسلماں کی مگر
فہم والوں کے تئیں دیرو حرم دونو ایک

فرق کیا کیجیئے، ہے ایک حو دونو کی سان
ہمکو محراب ہے اور ابروئی خم دونو ایک

کحل کرتے ہیں ہم آنکھوں میں برابر دونو
سرمۂ کور کو اور خاکِ قدم دونو ایک

جب پھنسا زلف میں جا دل، نہ رہا ننگ و حیا
طاق پر رکھئے وہاں ننگ و شرم دونو ایک

بارِ غم ہجر پڑا سر یہ کسی کے اس دم
خاک میں دیجے ملا عقل و فہم دونو ایک

عیوضِ ہجر نہ لوں عیش تمام عالم کا(۱)
ہے ازل سے مجھے فرمانِ حکم دونو ایک

دل میں ارماں نہ رہا باقی جو چاہا سو کیا
سیر دنیا کی بھی اور سیر عدم دونو ایک

یار آغوش میں اپنے ہے مہیا ہر دم
بس ہے یہ میرے تئیں جاہ و حشم دونو ایک

آرزو قاسم علی دل میں نہیں کچھ لیکن
چاہیئے اپنے تئیں فضل و کرم دونو ایک

---

(۱) اصل: کی۔

(۱) جس طرح موت، قیامت ہے، حشر تینو(۲) ایک
شکمِ مادر و تہہ خانہ قبر تینو ایک

کام ہر دن سے اپنے کو پڑا ہے ہیہات
یہ مکان گھر حدرو بست و ڈر تینو ایک

اس مکانات پھر دوئی نہیں کام آتا ہے
گرچہ ہوں باپ برادر و پسر تینو ایک

بلکہ اس دہر میں ہر وقت پسر نامردود سے
چھوڑ دیتے ہیں پسر بھائی پدر تینو ایک

ننگ ہے صاحبِ غیرت نہیں کوئی پھرتا
کاٹ لے دست و پا دشمن سر تینو ایک

گر مخالف جو تیرے سامنے آوے مت ٹل
باندھ کر وہ چھوری شمشیر سپر تینو ایک

ابتو دنیا سے اوٹھے قاسم علی تینو چہر
آدر اور مروت و قدر تینو ایک

ماتم رنج و الم غم ہیں بہم چاروں ایک
ستم و جور جفا ناز و صنم چاروں ایک

---

(۱) اس غزل میں حشر، قبر اور قدر کو پشتو (یا پنجابی) وغیرہ تلفظ کے مطابق استعمال کم
(۲) غزل میں تینوں کی جگہ ''تینو،، لکھا ہے

زلف، رخسار، زنخ اور لبِ خنداں تیرا
بھول جاے کا نہیں مجھ کو قسم چاروں ایک
جب اٹکتا ہے جو دل کچھ نہیں چھوڑے باقی
ننگ و ناموس، حیا اور شرم (۱) چاروں ایک
عشق بازاں کے تئیں عشق میں تیرے اے یار
مسجد و مدرسہ و دیر و حرم چاروں ایک
فرق ہرگز نہیں جو تجھ سے ملاوے آنکھیں
تیر اور خنجر و جمدھر کے زخم چاروں ایک
زلف جوں مار سیہ قد جو درختِ چندن
آج دیکھ آئے ہیں اس طور سے ہم چاروں ایک
یار اور عاشق و ساقی و شراب (و) سبزہ
دیکھتا ہے کوئی یکجائے، پر کم چاروں ایک
بھول جاتے ہیں سبھی بزم میں مہرویوں کی
عقل و دانس و تمیز اور فہم چاروں ایک
آتشِ عشق سے یہ چاروں ہوں یکساں محلول(۲)
روغن و موم بھی اور پنبہ دلم چاروں ایک
پھیر مت میل کے چشموں میں سلائی اے دوست
سرمہ حضض و(۳) انجن و خاک قدم چاروں ایک
ہوں تیرا اے صنما ! اس وضع فرماں بردار
ساربان و نفر و بندہ خدم چاروں ایک

---

(۱) اس غزل میں شرم، رقم فہم وغیرہ الفاظ کا تلفظ شاید اس وقت پشتو (یا پنجابی) کے مطابق تھا۔ (۲) اصل: مہلول (۳) اصل: حضحض۔

غیر وصلت کے بیرے اور نہ حواہس اپنی
کیا طلا نــرۂ و دیار و درم چاروں ایک
اوٹھہ گیا قوم سے اسراف کے ہیہات افسوس
عشرت و عیش کہاں جاہ و حشم(۱) چاروں ایک
روشنائی و زباں تحفہ کــرے قصہ بیاں
جس گھڑی ہوتے ہیں کاغذ و قلم چاروں ایک
بھول جا شوق میں وصلت کے تو سب کوائے دل
دوزخ و جنت (و) اعراف (و) عدم چاروں ایک
واسطے تیرے مقرر ہیں دل اندیشہ نــہ کر
مہــربانی و عطا فضل و کـــرم چاروں ایک

ہے شجاعت و سخـــا حلـــم حیا قاسم عــلی
شان میں شیرِ خدا کے ہیں ختم چاروں ایک

شوخ کی محفل میں آ کر کیوں گیا اتنا بہک
اے رقیبِ روسیہ چــل دور آگے سے سرک
اِر کا کوچــہ ہے مسجود خلایق دیکھ لے
سنگ ہے کعبہ میں مورت دیر میں ہے مشترک
رمز جو فی‌الواقعی ہے تو نہیں سمجھا اوسے
فہم اوسکے پوچھنے کو چاہئے گر ہو نہ شک

(۱) اصل: چشم

گر جو سمجھو منزل مقصود ہے ایک دو قدم
راہ پر اوس جا کو لیکن چاہیئے با مردمک

آفریدی کیا کہوں پاسِ شریعت کا لحاظ
بول سکتا ہوں نہیں بولوں تو ہو اوسکی ھتک(۱)

اے فلک تو مثل بوقلمون بدلتا ہے جو رنگ
حاصل اس میں کیا ہے کیوں عشاق کو کرتا ہے تنگ
شاد اس عالم میں تیرے ہاتھ سے کوئی نہیں
جسکو دیکھا وہ تیرا کرتا ہے شکوہ بیدرنگ
نامہ مقدور ایک ہونے نہ دی (۲) آرام و چین
زندہ یکجا سب رکھا مردے کی چھاتی پرجو سنگ
مخلصی زندے نہ مردے کی کہاں کو بھا گئی
آہ رے افسوس رے ہیہات اف رے پائے لنگ

آفریدی آپ عایب ہو کہ جو حسرت کرے
دست رس مظلوم کا کیوں کر ہو ظالم پر بجنگ

اے دلا دل نہ کبھی دہر کے جنجال میں ڈال
مت کسی کے بغلط دست زرو مال میں ڈال

اصل: اس کا حتک۔ (۲) اصل: کذا۔

جا پڑی ہو نظرے بد جو در ایام شباب
کرکے توبہ نہ دوبارہ اوسے منوال میں ڈال

راز افشانہ کر اوسکا جو ہو دشمن بالفرض
پردہ پوشی کو مقدم ہر ایک احوال میں ڈال

مثل ققنس کے تیرے جلنے سے ہو ققنس اور
آتش اپنی کو پر اپنے سے پرو بال میں ڈال

دل کسی فرد کا آزردہ نہ کرنا ہرگز
یہ سخن پیس سخن سنج کے ارسال میں ڈال

مجلس فقر میں گر شوق ہے لے سیکھ سبق
دلِ بیہودہ کو لا کھیچ کے اشغال میں ڈال

دلِ آہن کا اگر تجھکو ہے منظور گداخت
تن ہے منفخ کی طرح تازہ دم اس کھال میں ڈال

سبزہ و ابروے و یار ہے ساقی موجود
نیتِ روزہ کو دنیا مہ شوال میں ڈال

ہو سکے گر متوکل تو نہایت بہتر
ورنہ اس دل کو اوٹھا قال سے لے حال میں ڈال

دانۂ دہر سے وابستہ نہ کر خستۂ دل
طائر دل ہے گر آزاد نہ پھر جال میں ڈال

شکر کر بر قلم قدرتِ حق آفریدی
استخارہ نہ کر انگشت نہ ہر فال میں ڈال

(۱) مرض ِعشق ہے جنکو تو نہ چھیڑ اونکو طبیب
ان دیوانو کے نہ نشتر رگ تیفال میں ڈال
نرگسی چشم کے بیمار کومت کر حیران
اپنی شخبص بہ کون ِ خرد جال میں ڈال

خوبرویاں نے لیے ادے میں ڈالا ہار گل
سب رکھا سرعکس میں نے بر سر ِ دستار گل
جس طرف دیکھو چمن میں دھوم ہے گلزار کی
باغ و راغ و ہر طرف پھولے ہوے کہسار گل
دیکھ لو یارو غنیمت ہے ستی آئی بہار
رنگ رنگ ایسا سا رکھتا ہر ایک اشجار گل
دید کر صنعت کی صانع تو مکر پھر (۲) ڈھونڈلے
جس سنے ایجاد ہے بسر بام اور دیوار گل
عندلیبان باغ میں خوش وقت ہو گل کی بہار
دیکھ لو باغوں میں بلکہ کوچہ و بازار گل
قمریاں شمشاد کی ہر شاخ پر حق ِ سرہ
بولی بیٹھی غنیمت بوجھ کر دیدار گل

سرو بار ِ گل سے گر آزاد ہے تو کیا ہوا
آفریدی سر سے لے تا پا وہ خود ہے یار گل

(۱) اصل : یہ دو شعر اس غزل کے بعد لکھے ہیں اور حاشیہ پر "ہر دو بیت داخل غزل بالا" لکھا ہے (۲) اصل : پھر

جون بصد محنت بمدت کردہ بودم یار دل (١)
واۓ دل افسوس دل ہیہات گستہ خوار دل

ایک جو دل تھا سو اُنکی یار کے حا زلف میں
اب بہی پھرے کا وہاں سے کیا کروں لا چار دل

دل بسہ نادانی گرفتار است در دامِ تناں
ہم چو مجنون گسہ رسوا کوچہؑ و بازار دل

دل نے اندر دل جلایا دل کا سکوہ دل سے ہے
سنگ میں جیسے سرر دل میں بھرے یوں نار دل

اے دلِ بے رحم در محفل بسوزانی دلم
شمع سان سوز و گدازم گشتہ ہریک تار دل

دل ہوا کافر کسی کافر کے باعث دوستو
یہ مسلمانی سے کیسا کچھ ہوا بیزار دل

ہم چو مینا میکند قلقل مگر معلوم شد
آفریدی عاسقاں را مکند ہوشیار دل

آج کی شب ہے تپِ غم سے میرا بیتاب دل
جسطرح بال آگ میں کھاتا ہے پیح و تاب دل

محفل آرا ہے خیال اپنے میں کوئی ماہرو
تب تو امشب ہے تمشائی شب مہتاب دل

---

(١) اس غزل میں ایک سعر فارسی کا ہے۔

اشک گرم آیا کہاں سے آہ مژگاں پر مگر
آتشِ غم سے ہوا سینہ میں میرے آب دل
بہر مواجی ہمارے اشک کے سمجھے ہو کیا
ہجر غم طوفان کولے اوٹھا برائے خواب دل
زرد رنگ عشق کو شاید کہ وہ دیوے جلا (۱)
ساغر لبریز گر پینا پڑا خوناب دل
شیخ کعبہ کی طرف منہ کر نہ سووے گا کبھی
کھل گیا حس کے لئے ہوگا اگر ابواب دل

آگ سینہ میں تیرے بھڑکی ہے کس کے شوق کی
آفریدی مضطرب ہے آج جوں سیماب دل

افسوس کیا کروں کہ نہیں ہے قرار دل
ہر دم ہے بیقرار یہ سیماب وار دل
کوچے میں یار کے بلحاظ، اے صبا قدم
رکھنا، پڑے ہیں برسرِ دل صد ہزار دل
بے چارہ دل بلا زدہ دل تجھ گلی میں آہ
چھوڑا ہے چند روز سے میں یادگار دل

---

(۱) اصل: جالہ۔

محفوظ غیر حفظ سے کس طرح رہے
بیمار دل بغربتِ دل بیقرار دل
پہلو میں میرے بیٹھ کے روؤں سے ہجر کے
کرتا ہے میری جاں کو اب سنگسار دل
ملت سے خوش قدوں کی کیا توبہ لاکھ بار
جس دم پڑی نظر نہ رہا اختیار دل
شوریدگئی باد صبا کل کرے ہے آح
مابین ہجر و وصل خزان و بہار دل
طاقت توان صبر و خرد ہوس اور قرار
ہارا قمار عشق میں آہ ایک ہی بار دل (۱)

بیگانہ وار عشق نے آفریدی اب کیا
مدت سے ایسا دوست تھا جو یارِ غار دل

عشق میں کیونکہ سلامت رکھوں یہ جاں بہ بغل
تیر مژگاں کا ہوا پہلے ہے پیکاں بہ بغل
داغ دل نے مجھے فرقت سے دکھایا یہ عیش
شب نظر آوے ہے کیا سیرِ چراغاں بہ بغل

(۱) اصل میں یہ شعر مقطع کے بعد لکھا ہے

دلِ نالاں کی میری سن کے صدا آہ بناز
لے چلا جس طرح ناقوس کو رہباں بہ بغل

آہ وصلت میں بھی آرام نہیں اس دل کو
ساتھ اوس کے ہے لگا خطرۂ ہجراں بہ بغل

زخمیِ عشق کی خاطر یہ چھڑکنے کو رکھا
ملح حسن کا معمور نمکداں بہ بغل

روشنی اوس کی گلی میں بہ شب تیر مجھے
آہ مجھ دل کی ہے بس برق درخشاں بہ بغل

گرجیا ہجر میں کوئی نہیں جینے کا لطف
زندگی کہتے ہیں اوسکو جو ہو جاناں بہ بغل

غیر افسوس کہوں کیا جو وہ یاد آتے ہیں
لے کے جانا تھا دبستاں کو میں قرآں بہ بغل

دن گئے یار گئے عمر گئی وقت گیا
نہ وہ قرآں ہے بغل میں نہ گلستاں بہ بغل

دام حق لوں کہ کریما کہوں جو کچھ کہ کہوں
آوے حس ڈھب سے جو وہ یار مہرباں بہ بغل

در بدر خاک بسر غم میں کسی کے پھرتا
نیم جان قاسم علی دل لئے حیراں بہ بغل

قسمت کے لکھے سوا فزودن معلوم! | دنیا میں ہمیش چاہو بودن معلوم!
بے فایدۂ حرص و ہوا یہاں پر کرنا | کچھ یہاں سے وہاں کے تئیں ربودن معلوم!
قسام پہ چند گز کفن ہے موقوف | شاید ملے پھر یقیں نمودن معلوم!
جو بوجھ گیا کہ ہے مقرر مرنا | آرام سے اوس کا غنودن معلوم!
کہنا ہو سو کہہ، سنا جو چاہے سنلے | پھر گفت کہاں ہو اور شنودن معلوم!
یہ سمع سماع ہے یہاں پر موقوف | پھر ساز نواز یہ سرودن معلوم!
یہ زندگی مغتنم سمجھنا یارو | مرجانے کے بعد لب کشودن معلوم!
سینہ جو کدر اگر ہوگر صاف | باقی رہا زنگ پھر زدودن معلوم!
آسان ہے طواف کعبہ کرنا | پھر شیخ کا مجھکو ازمودن معلوم!

آفریدی یہ جا کہیں جو تجھکو
دروازہ دل پہ جبہ سودن معلوم!

ابر ساں ہر چند رکھا چشم کو پر آب ہم
کرسکے پر کست الفت کا نہیں ساداب ہم
ہجر کی آتش نے ایسا قرب دل پیدا کیا
بیقرارانہ تڑپھتے اب ہیں جوں سیماب ہم
چھاگئیں زلفیں کسی مکھڑے پہ جوں آکاس پوں
خود بخود کھاتے ہیں پیچ و تاب جوں لیلاب (۱) ہم

(۱) اصل: کذا (شاید سیلاب ہو یا نیلاب)

گرد باد آسا پڑے پھرتے ہیں باغ و راغ میں
مسکن و ماوا کہاں رکھتے ہیں دریکہ باب ہم
دیکھ لینے دے تو اپنے کان کا بوندا ہمیں
پھر کہاں پاویں گے ظالم یہ دُرِ نایاب ہم
زندگی پھوسلا کے لائی یہاں ہزار افسوس آہ
پھس گئے بیطرح اس دنیا کے در خلاب ہم
یہاں ہے فکر معیشت وہاں ہے اندیشہ معاد (۱)
ہیں بگرداب غم دنیائے دون غرقاب ہم
منکشف ہوتی حقیقت مرگ گر روز الست
ہرگز اے دہر از عدم کرتے نہیں پشتاب ہم

مت کر افریدی کواس مسلخ میں پابند آخرش
ذبح ہو جاویں گے تیرے ہاتھ اے قصاب ہم

گرچاہے اوس شوخ کے تئیں رام کریں ہم
جو مرضی کا ہو اوسکی ووہی کام کریں ہم
کر سبحہ و زنار سے یکسار کنارہ
وحدت کے مقامات کا اعلام کریں ہم

(۱) ''یہاں،، اور ''وہاں،، کو ''یاں،، اور ''واں،، پڑھئے

قاضی کو صبح اوٹھتے صنم خانہ میں لیجائیں
تشہیر بھی زاہد کو سر شام کریں ہم
واعظ کو چڑہاویں سر بازار کڈھی پر (۱)
راہب کے تئیں سبکو بہ اسلام کریں ہم
آنکھوں کے تئیں اپنے بنا جام کی صورت
ایک قطرۂ سے خون دل اسام کریں ہم
خطرہ نہ کریں محتسب وقت کا ہرگز
ہاتھ آوے اگر دختر رز عام کریں ہم
اوس رنگ کو ہر رنگ سے رنگیں بنا کر
ہر لطف میں اوس لطف کی اقسام کریں ہم
مانع ہو جسے بات کا ناصح جو ہمارا
برعکس بلا سک اوسے مادام (۲) کریں ہم
دل اوسکو دیا آہ میری سادہ دلی نین
کاہے کو کسی پر عبث الزام کریں ہم
آنکھوں نے کیا دل کو سمجھ بوجھ کے مفتون
کس واسطے کموں شکوہ بدایام کریں ہم

لکھا ید قدرت کا نہیں مٹنے کا ہرگز
آفریدی کو ناحق ہے جو بدنام کریں ہم

---

(۱) اصل: کذا (گدھے پر) (۲) اصل: کذا

کیا طرفہ تماشا ہوئے ہیں دو عدم ہم
اس ہستی بے موہوم کیا تھے تو قدم ہم
اپنے ہی ارادہ سے چلے آئے جہاں میں
آہ اپنے لئے آپ ہوئے رنج و الم ہم
جس دم کہ گئے دہاں سے یہ دم خوب سمجھنا
پھر آنے کے ہرگز نہیں مولا کی قسم ہم!
افسوس یہ آغوش میں مادر و پدر کے
کس طور سے پالے گئے با ناز و نعم ہم
یا وہ کہ پھر آغوش میں ہے گور کے جانا
پھر ہوش کہاں یاد جو کرتے ہیں وہ دم ہم
لازم ہے سمجھ بوجھ خلایق میں خدا کی
اس جینے پہ جز نفس کریں کس پہ ستم ہم
فقرا کے دستان پڑھا جب سے سبق ایک
ہم ہم نہیں کہتے ہیں مگر ہم ہی ہیں ہم ہم
جس دن سے ملا تکیہ تسلیم و رضا کا
نہ فکر ہے شادی کی نہ کچھ رکھتے ہیں غم ہم
واعد نے جو وعدہ کیا موعود ہے اسنے
اوس میں نہیں کرسکتے ہیں کچھ بیشی و کم ہم
دریائے دل اپنے میں اگر پیریں تو حق ہے
گر دیر کہیں آپکو یا بولیں حرم ہم

بیرون در اپنے نہیں افریدی کوئی شے
آئینہ سکندر ہیں ہمیں جام ہیں جم ہم

نہیں معلوم ہے کس نظروں میں منظور ہیں ہم
لے گیا دل کو کوئی چھین کے مجبور ہیں ہم

آہ ہر چند تمام عمر وفا کی ہم نے
بیوفائی سے پر اوس شوخ کی مہجور ہیں ہم

طاقت و صبر و خرد ہوش گنوا کر یکبار
عاشق سادۂ دل خلق میں مشہور ہیں ہم

شمع سان شام سے تن اپنا جلا کر افسوس
صبح ہوتے ہی پھر اوس زم سے کافور ہیں ہم

مثل پروانے کے سو بار شمع رو پر ہنوز
ہو تصدق گئے پر قرب سے معذور ہیں ہم

قرب اور بُعد کی ہے بات صرف کہنے کو
نحن اقرب کو حو سمجھو تو کہاں دور ہیں ہم

حق کو حق کہنے سے ہے مانعے (۱) خلقت نا حق
حق اگر بولیں تو اس وقت کے منصور ہیں ہم

دل میں اپنے جو سمایا ہے وہی حق ہے بحق
مئے وحدت کے چھکا چھک پیئے معمور ہیں ہم

گاہ درویش ہیں قلاش ہیں نادار فقیر
گاہ زردار کبھہ افریدیؔ فغفور ہیں ہم

---

(۱) اصل: کذا۔

اگــر شمع ہوئے تو گل کئے ہم | جو پروانہ ہوئے تو جل گئے ہم
پڑے آکــر فلک کے آسیا میں | مثال دانــہ ہائے دل گئے ہم
کسی صورت نــہ پایا ہمنے آرام | یہاں سےوہاں کے تئیں بےکل گئے ہم
نہ یہاں سے لےگئےنہ وہاں سے لائے | کف افسوس نا حق مل گئے ہم
طلسمات جہاں کا دیکھ ظاہــر | طرف معنی کے اب اوجھل گئے ہم
چلــے آئے تھے بارنکی سے لیکن | نہ چلتے وقت لے مشعل گئے ہم
نــہ آیا ہاتھ وہ دیــرو حــرم میں | ملا جب دل کے در ممدل گئے ہم
اگــر سمجھو گے معنی سچ صاحب | کئے پر تمکو کــر قایل گئے ہم

رہے گا دم افــریدی کا یا حســر
ہمیں دیے جــو کہ لا طائل گئے ہم

بر زمیں زیرِ فلک پــر جند ہیں آباد ہم(۱)
لیک رہنے(کے) نہیں یہاں پــر سوامیعاد ہم
لے چلے حسرت اندکو آہ کسے چــد روز
ساتھ بھری لوٹی دنیا رہے تھے شاد ہم
جو کہ دم گذرے یہاں پر، مغتنم ہے ورنہ یار
مستعد ہیں پا رکاب از بس لبِ مرصاد (۲) ہم
صاحبِ ساماں ہیں گر، بالائے سیلابِ جہاں
جوں حبابِ جو ہیں آخر کے تئیں برباد ہم

---

(۱) یہ غزل حاشیہ پر لکھی ہے (۲) اصل: لباالمرصاد

بس نہیں چلتا ہے ورنہ اپنے مرجانے کے ساتھ
پھینک دیتے کھود کر دنیا کی سب بنیاد ہم
حسرتِ دنیا سے اب جلتا ہے جی مرنے کے بعد
تجھکو اے پیر فلک کیوں کر کریں گے یاد ہم
لے نہیں جانا ہے کچھ، لائے نہ تھے افسوس کچھ
لے چلے دستِ تہی، مفلس تھے مادر زاد ہم
قصد بازی کا عدم سے تھا سہج کر دہر سے
جیت لائے ہیں کہن دنیا سے اے اوستاد ہم
آفریدی نے کہا سودا بزنجیر جنوں
قید سے تیری نہیں ہونے کے اب آزاد ہم

گندم کے تئیں جو کھا گئے ہم | سب ملک عدم سے آگئے ہم
مانا جو رحیم کے سخن کو | اپنے ہی کئے کو پا گئے ہم
لائے نہ تھے کچھ نہ لے چلے پر | دو ہاتھ عبث جھلا گئے ہم
کام آیا نہ چلتے وقت کوئی | اپنے ہی اوپر فدا گئے ہم
بوزینۂ دہر کو تو نا حق | کچھ کھا گئے کچھ کھلا گئے ہم
افریدی کی طرح ہم جہاں سے
کہتے ہی خدا خدا گئے ہم

اے شعلۂ عشق جل گئے ہم(۱) | اب سمع نمط پگھل گئے ہم
تھے خوابِ عدم میں کیا فراغت | پھر چونکتے ہی اچھل گئے ہم

---

(۱) یہ اشعار اوپر کی غزل کے ساتھ ہی لکھے ہیں مگر انکا قافیہ جدا ہے ۔ نئی غزل کے شروع کے شعر معلوم ہوتے ہیں ۔ جس کے باقی اشعار شاید نہیں ہیں یا پھر لکھنے سے رہ گئے ۔

کسی کی شادی سے مطلب، نہ مجھ کو غم سے کام
رہا ہمیشہ مجھے اپنے دم قدم سے کام

نہ آرزو نہ تمنا کسی کے ملنے کی
مقدر اپنے پر شاکر نہ بیش و کم سے کام

نہ ملک چین ختن روم سام کی خواہش
نہ زنگ (۱) مصر کی پرواہ نے عجم سے کام

اگرچہ حق نے دیا مجھ کو در جہاں سب کچھ
سوائے شکر کے نہ جاہ نہ حشم سے کام

ہر ایک سے نظر آتی ہے آئنہ دل میں
پڑا نہ اپنے تئیں گاہ جام جم سے کام

ظہور حق کا ہے ظاہر ہر ایک مظہر میں
رکھوں میں کس لئے اب دیر اور حرم سے کام

جہاں میں زندگی اپنی ہے مستعار ولے
رہے گا قاسم علی آخرش عدم سے کام

کسی سے ہو نہ سکا ہے کسی کا کام تمام
طلب میں خلق پریشاں ہے صبح شام تمام

---

(۱) اصل: رنگ

حقوق معرفت حق ادا کسی سے نہ ہو
خبر ہے گر تو عرفناک سے کلام تمام

جو جیسا چاہیئے کوئی نہیں ہوا پختہ
گیا ہے عالم اس جا سے وہاں کو خام تمام

کسی سے اپنی نہ خاطر جمع ہوئی یارو
ہوا ہوں عمر میں راجع بخاص و عام تمام

بتادے روزہ نماز و زکواۃ حج کوئی
کوئی کہے ہے کہ آ پی لے مے کا جام تمام

کوئی کہے ہے یہ بہتر کوئی کہے وہ خوب
دو راہ میں بھلا بہتر بتا کدام تمام

نہ مطلب اس سے اپنے تئیں، نہ کام اوس سے
بغیر یادِ خدا جان دم حرام تمام

کوئی کسی کا نہیں جز خدا زمانے میں
پھرے ہے کیوں بھلا بھٹکا علی الدوام تمام

دو رنگ خلق ہے یہ باعث دورنگی صرح
کوئی حدا کو کرے یاد کوئی رام تمام

بکھیڑا ڈالا کسی مشرکوں نے دین کے بیچ
گئے ہیں بھول خدا کا مگر وہ نام تمام

شرابِ عشق افریدی اب جو بہکاوے
زیادہ بول نہیں اب زباں کو تھام تمام

لبسے ہے گرچہ جہاں پر اسے قیام کہاں
بغیر گردش دوراں بہ بزم جام کہاں

نشان و نام نہ ڈھونڈ اے دلا اس عالم کا
گیا جو یہاں سے برابر بہ خاک نام کہاں

مآل کار ترقی نزول ہے آخر
ہماہ جام ملے ایک سامدام کہاں

میں روز و شب کے بھی حالات دیکھ ہوں خاموش
وفائے وعدہ نہ صبح جو (۱) ہوا تو شام کہاں

اگر نگہہ پڑی قاضی کی میرے قاتل پر
تو محکمہ میں میرے خوں کا انتقام کہاں

کنار سے میرے جاتا ہے کس طرح نہانبھو
کہ رخش عمر کے قابو میں ہے زمام کہاں

حضوریار ہے محو اس قدر سے افریدی
نہ تاب جنبش لب طاقت کلام کہاں

قول وصلت کا کہاں وعدہ دیدار کہاں
کب تک انکار کروگے میاں اقرار کہاں

آہ افسوس کہ آرام دل و راحت جاں
یار پر ہے سبھی موقوف مگر یار کہاں

---

(۱) اصل: صبح و ہوا

تا جفا کو نہ وفا سے جو کوئی کم سمجھے
نہ سنے حرف وفا کا کہ وفادار کہاں

دل کو لے جا کے بہ بازار بتاں شور کیا
جنس رکھتا ہوں عجایب پہ حریدار کہاں

حلہ خلد نہ درکار نہ طوبی کا درخت
خاک اوس کوچے کی وہ سایۂ دیوار کہاں

خم میں اوسکے ہوے دلہا حسع پہ ڈرتا ہوں
تار گیسو میں تیرے طاقت یہ بار (۱) کہاں

ثابت نقس کو زاہد تو نہ توڑے بہ خدا
رستہ سبحہ سے دہرے گا یہ زنار کہاں

ڈھونڈھ دلدار کو دلبر ہیں بہت عالم میں
ہیں جہانگیر بہت پر ہیں جہاں دار کہاں

دیکھو جس کوچے میں جلوہ وہاں لسے کا (۲)
سنگساری کے لئے مجنون سا پر خوار کہاں

شوق کہنے کا اناالحق کا رکھے ہر کوئی
پر جو ڈھونڈو تو وہ منصور کہاں دار کہاں

بولتا کون ہے دل سے تیرے مبحث کے بیچ
غور کر قاسم علی صاحب تکرار کہاں

---

(۱) ''طاقت یہ بار کی'' جگہ ''طاقت ایں بار'' درست رہے گا۔ (۲) اصل: کذا

ایک ماہرو پڑا تھا ہماری نظر کہیں
جسکا کسی مکان در معین نہ گھر کہیں

اس نے کہا ہے احسن تقویم میں سنا
بے پردہ ہے نہ پردۂ دیوار و در کہیں

گر قرب عبد کی سمجھ آوے تو ہے قریب
بھٹکے ہے دل عبث کو یہ جید ھر تدھر کہیں

جب معرکے میں عشق کے وہ سمبر کہیں
آتا ہے دل جلوں کے مقابل ہو گر کہیں

مقدور کیا کسی کا کرے دل دہی کا عذر
کیونکر بچا سکے کوئی جان و جگر کہیں

لٹا ہے ملک دل کا بھی یوں فوج خط سے آہ
دیکھا ہو گر کسی نے جو لٹتا نگر کہیں

ہم صبر و ہوش طاقت و ہم تاب ہم توان
سب کچھ وہ لے گیا ہے مجھے مار کر کہیں

لیکن میں جانتا ہوں کہ ہے دو قدم کی راہ
ایسا تو وہ نہیں ہے رہے دور تر کہیں

ہستی کے واہمہ سے تو نکلے گا جس گھڑی
پھر ہوگا افریدی نہ خوف و خطر کہیں

کون سے شوخ ستمگر کا ثنا خواں ہوں میں
کہ وہ کہتا نہ پری حور نہ انساں ہوں میں

خنجر و تیر نہ شمشیر سناں کا مجروح
زخمئی تیر نگہہ کشتۂ مژگاں ہوں میں

میں تو وہ دونوں تماشا ہیں خلایق کے بیچ
خلق دیکھے مجھے اوس مکھڑے پہ حیراں ہوں میں

وہ تو کہتا ہے کہ ہر رنگ میں لے دیکھ مجھے
اسی تالاش میں اے دوست پریشاں ہوں میں

خندہ زن ہو کے مجھے دیکھ نہ مکھڑے کو پھیر
کہ فدائے نظرے مال سے نا جاں ہوں میں
تیر بیداد نے بیرے مجھے مارا ظالم
خون دل اس لئے با چشم ترافشاں ہوں میں
وقت ہے سگ اوٹھا پردۂ رخ رشک بہار
ایک دم شمع صفت صبح کو مہماں ہوں میں
مجھ مصیبت زدہ کو لالۂ گل سے کیا کام
داغ سینہ پہ ہے دس چاک گریباں ہوں میں
قیس فرہاد (بھی) فن عشق کا سیکھیں مجھ سے
واقف رمز جنوں رستم میداں ہوں میں
عقل اور ہوش خرد (۱) سبکو لٹا کر یکبار
جوں پرم ہنس علایق سے گریزاں ہوں میں

جا نصیحت کی نہیں دل میں میرے اوریدی
عشق سے منع کروں تجھکو تو ناداں ہوں میں

دو جہاں مجھ میں پرکار ہوں میں　　کہ خزاں ہوں گہے بہار ہوں میں
گاہ گاہے جلے ہے دل میرا　　شمع آدینہ مزار ہوں میں
گرچہ بسمل پڑا ہوا لیکن　　شاطر نازمیں سوار ہوں میں
نشۂ عمر ایک پیالہ سے　　مدتیں گذریں در خمار ہوں میں

---

(۱) اصل: عقل ہوش و خرد و سبکو

میں گیا آپ سے جو تو آیا　　چشم در راہ انتظار ہوں میں
سرفرازی اسیر زلف سمجھ　　بے وضع قید اعتبار ہوں میں
صلح کل کر چکا ہوں عالم سے　　مرد میدان کار زار ہوں میں
ہوں نہ تقویٰ سے حوس نہ رندی سے　　دست در کام دل بہ یار ہوں میں
نہ میں نقاش چیں کا محتاج　　رقم کلک مشکبار ہوں میں
مایہ رکھتا ہوں ابر کی مانند　　روز شب نب نو اشکبار ہوں میں

آفریدی نہیں کچھ تنہا ہوا
سو بھی کس کے بیقرار ہوں میں

دل دادہ تیرے حسن کے آغاز کا ہوں میں
صدقے تیرے ہر طرز ہر انداز کا ہوں میں
جو جورو جفا عشوہ ادا چاہے سو کرلے
ہوں ساجد پر کس کے کف ناز کا ہوں میں
مت پوچھو میرے زخم دل و سینہ کا کچھ حال
کشتہ نگہ غمزۂ طناز کا ہوں میں
ہے عشق کے جذبہ سے میرا حال پریشان
محو نہ تماشائے ہر ایک راز کا ہوں میں
جو کہتے کہتے ہے آواز ہے گرفہم سخن ہو
ہر متن کا ہر معنی و ہر راز کا ہوں میں

موہوم ہوں پر اپنے ہی صیاد کا ہوں صید
پروردہ اوسی چنگل شہباز کا ہوں میں

قانونِ محبت کی حقیقت کو بھی اب تک
سمجھا نہ یہ افریدی کہ کس ساز کا ہوں میں

تیرا تن صاف جیوں آئینہ جیسے شیر پانی میں
نہ دیکھا (ہے) کبھی یوں عالمِ تصویر پانی میں

جو پھیکے تیر ناز اپنا طرف دریا یوں سے
مثال گل فشاں ہو حوں دل نخچیر پانی میں

عرق آلودہ رخساروں پہ تیرے رشک گلسں ہیں
یہ دونو زلف کے دو سانپ جوں زنجیر پانی میں

سمایا جیسے سبزہ خط کا تیرا مری آنکھوں میں
نظر آیا خجل بھی سبزۂ کشمیر پانی میں

بصاف تن بپاکی روح تو اے نازنین نا حق
کہا کس نے جو جاتا ہے پئے تطہیر پانی میں

اگرچہ مست مے سے نازنین جاتا اوسے دیکھے
تو دہووے دفتر اپنا زاہد بے پیر پانی میں

جو غوطہ کہا گیا افریدی اپنے دل کے دریا میں
وہاں پر نا خدا کی کیا چلے تدبیر پانی میں

رات اوس کافر کے کوچے میں فغاں رکھتا تھا میں
نر زباں جور و جفا کی(۱)داستاں رکھتا تھا میں

ہوں خجل بالفعل اوسکے کوچے سگ سے اس لئے
دشمنکس سابق جو اپنا استخواں رکھتا تھا میں

اپنے تئیں ارزاں نہ کر یوسف کہ تیرے واسطے
مدت آنکھیں فرش راہِ کارواں رکھتا تھا میں

جا نہ دی امشب مجھے در پر بھی اپنے نار سے
واسطے جسکی گذر پر آسماں رکھتا تھا میں

مہوشوں کے حسن کے جلوہ نے مجھکو چپ کیا
ورنہ تیری طرح اے ناصح بیاں رکھتا تھا میں

ہجر کی سب حیف یک لحظہ رفاقت بھی نہ کی
کیوں لباسی دوسداروں سے گماں رکھتا تھا میں

زندگی پھسلا کے لائی ورنہ در ملک عدم
کچھ بھی پرواہ ہرگز این آں رکھتا تھا میں

شاد یا غمگیں جہاں میں بندگی بیچارگی
زندگی کرنی پڑی کیا(۲)غرض یہاں رکھتا تھا میں

افریدی جب نہ تھا تب کیا گذرتی خوب تھی
کوئی دن بھی سر بہ اوج لا مکاں رکھتا تھا میں

---

(۱) اصل: کا۔ پشتو میں داستاں مذکر ہے (۲) اصل: کرنا پڑا

دل ہمارا ہے وہ ایک جانبِ گلشن جس میں
دوسری جانب افروز ہے گلحن جس میں

ہجر وصلت کے سبب گاہ خزاں گاہ بہار
باعث قبض رہا بسط کا قدغن جس میں

کعبہ و دیر میں ہے فرق پر ایسا ہے وہ دل
جہاں سماتے ہیں مساں سیخ و برہمن جس میں

نیک و بد موجب رسائی ہے اس پردے سے
دید کرتا ہے چھپا یہ دل دشمن جس میں

جان لیجے گا ہم اوس نے سے ہوئے ہیں سدا
اس عناصر کا جہاں ہوئے گا مدفن جس میں

صورت حق نظر آتی ہے اوسی صورت میں
نظر آتا ہے مصفا کہیں درپن جس میں

چشم سے دل کی اوسے دیکھ لے تو افریدی
سوزن عشق سے ہیں سیکڑوں روزن جس میں

مجھے جز دخترِ رز کس کی جستجو جو ہے شیشہ میں
نفی کر غیر کی کہتا ہوں بیٹھا تو ہے شیشہ میں

عدم میں جو نظر آتا تھا اب پردے سے آنکھوں پر
پڑے ہیں غور کر دیکھو تو وہی رو ہے شیشہ میں

نہایت عمر کم فرصت عدم تھا پھر عدم ہونا
میانِ دو عدم کچھ بھی نہیں ہو ہو ہے شیشہ میں

تو پچھتاوے گا زاہد گر نہیں پیتا تو سونگھ اس کو
نہ ہو گی جنت الماوا میں جو خوشبو ہے شیشہ میں

یہ رندی زہد سے معمور ہے ایک حق ہے ایک باطل
ہماری نیک خصلت اور تیری بدخو ہے شیشہ میں

تو جس مے میں سے قطرہ ہی کے بس خوردہ مجھے دیوے
ہر ایک قطرہ پھر اوس مے کا دُرِ لولو ہے شیشہ مبں

دو رنگ عالم دو رنگی باب کہتے مے کے بسے سے
جو سنائی ہو افریدی نشہ یکسو ہے سشہ میں

سراب ناطقہ کیا پر تو مطلق ہے شسہ مں (۱)
بوقت بادہ ریزی کے صدائے حق ہے شیشہ میں

عجب جلوہ ہے بیرنگی کا ہر ایک رنگ میں مے کے
سفید و سرخ زرد و سبز وردارزق ہے شیشہ میں

پہچنا مے کی ماہیت کو مشکل عرر بینائی
بکند ذہن الحق معنئے مغلق ہے شیشہ میں

برائے صاحب بفہیم ہے معمور خاموسی
رذیلاں زبان دوذی ذق و بق بق ہے شیشہ میں

ظہورا دیکھ لے گر آنکھ ہو دونو مراتب کا
جلالی ہم جمالی سی عجب رونق ہے شیشہ میں

---

(۱) یہ غزل حاشیہ پر لکھی ہے

تعلق کے حجاب اوٹھنے کی خاطر چاہیئے دارو
سو وہ کیا چیز ہے ہے وہی حاذق ہے شیشہ میں

اوٹھایا تو نے جب پردہ دوئی کا پھیر کیا خطرہ
تو ہی لے آفریدی ہے تیرے لائق ہے شیشہ میں

حقیقت کی کھولے گر آنکھ، دو عالم ہے سیشہ میں
یہ مرآتِ سکندر اور جامِ جم ہے سیشہ میں
نہیں بخشش کی اسکی انتہا گردست ہووے
بوقتِ بادہ نوسی لے یدِ حاتم ہے سیشہ میں
خوشی اور خورمی معمور ہے رندانِ مسرت کو
ملتِ سخ کوریج و تعب ماتم ہے سیشہ میں
یہ نسخہ ہے بکارِ دردِ بیمارانِ عشق آوے
برائے زاہدانِ خشک گویا سم ہے شیشہ میں
پلا ساقی شرابِ عشق تا مدہوش ہو جاؤں
لئے ایک قطرے کے اپنا تو اٹکا دم ہے سیشہ میں
خراشِ سینہ ہائے عام عالم میں تو کھیے ہیں
ولیکن دل کو خاص الخاص کے مرہم ہے سیشہ میں

بٹیوے رکھ مدیرا پرنگالی لال افریدی
ملا دی تیری خاطر با سراب رم ہے شیشہ میں

سوجتن سے میں کہا اسکو کہ ایک جان ہمیں
کس لئے تو نے دیا تھا دلِ حیران ہمیں
چین ایک پل نہ ملا ششۂ ساعت کی طرح
اشک ریزی سے تیری دیدۂ گریان ہمیں
خلق ڈوبے گی(۱) میرے رونے سے اور بس نہ رولا
کرنا آتا ہے ابھی نوح کا طوفان ہمیں
یاد وہ دن کہ نہ آتا تھا کبھی تذکرہ غیر
میر محفل کا بنایا تھا مہربان ہمیں
جلوۂ حسن کے آگے تیرے واللہ باللہ
مبتذل ہے فلک برقِ ذرخشان ہمیں
جب سے دیکھا ہے تجھے زیست ہے بارگردن
مثل پروانے کی اے شمعِ شبستان ہمیں
شام مجلس میں پتنگے کی شہادت کے لئے
صبح تک رہنے دے جوں شمع تو مہمان ہمیں
مار گالی کا تیری کچھ نہیں خطرہ ہے مگر
چھوڑیں کر بزم میں تیرے سگ و دربان ہمیں
کھول کر بندِ قبا تو ملے مجھ سے جس روز
ہو وہی عید کا دن کیجئے قربان ہمیں

---

(۱) اصل: ڈوبے گا۔

جا ملے ایک وجب کوچے میں اوس سوخ کے پھر
نہ رہے آرزوئے سوکت حافان ہمیں
نہیں سیوہ ہے اگر مہر و مروت کا ترا
جو ستم چاہے سو کر لے نہیں نقصان ہمیں
سامنے اوس لب جاں بخش کے اے خضر آگاہ
خوش نہ آوے گا ترا چشمۂ حیوان ہمیں
لیلے عصمت کو بچا رکھو تو آبادی میں
قیس کی طرح خوش آتا ہے بیابان ہمیں
اے زلیخا جو اگر دیکھے تو خوش قد کو ترے
بولی اوٹھے گی نہ دکھاؤ مہ کنعان ہمیں
کعبۂ دل کے سوا ہم نہ کریں کے سجدہ
چاہو کافر کہو یا سمجھو مسلمان ہمیں
بندۂ عشق ہیں رکھتے ہیں پری رو سے کام
لے چلو یارو کسی ڈھب سے پرستان ہمیں

آفریدی نہیں کرنا ہے تجاوز سر مو
جو کیا روز الست اوس نے ہے فرمان ہمیں۔

نہ جا بکعبہ تیرا مدعا کہاں پہ نہیں
بغور دیکھ لے دل سے خدا کہاں پہ نہیں

ہوا ہے خاک میں مجنوں کا تن کرم کا قوت(۱)
بہ قسمت عاشقِ بیکس جفا کہاں یہ نہیں

جو عاشقوں سے کدورت بھی دل تیرا رکھتا
وگرنہ دیکھ بہ عالم صفا کہاں یہ نہیں

سوا گلی کے تیری رشک جو دوا تھی یہاں
لئے غریبوں کے ورنہ دوا کہاں یہ نہیں

شہید ناز کے نعشہ پہ بہ حشر کا ساماں
تیری گلی سے پرے بیوفا کہاں یہ نہیں

عدم میں تیرے ہے مقتول ہم کہاتے تھے
بلائے عشق ہماری قفا کہاں، یہ نہیں

زیادہ گفت نہ کر اب (نہ) شکوہ افریدیؔ
تیری طرح ستے عاسق گدا کہاں یہ نہیں

تجھے حال زار پر اے صنم کسی کے ذرا تو نظر نہیں
غم دردِ ہجرِ بلا کشاں جو ہیں تیرے اونکی خبر نہیں

نہ لگی قفس میں ہے آگ کیوں، مگر انقلابِ زمانہ ہے
سنا بلبلوں کی فغاں میں، رہا باق اب تو اثر نہیں

میرا عشق ایسی بلا کا ہے کیا رسوا جس نے جہاں میں
وہ مہیب دشت میں آپھنسا وہاں قیس کا بھی گذر نہیں

---

(۱) اصل: موت

میں تو چاہتا ہوں مدام اوسے میں ساؤں تجھکو بھلا کسے
کہ نشان جسکا نہ بحرو برو یہ سہر اور نگر نہیں

کسے ڈھونڈے ہے کسے پوچھے ہے، تجھے آفریدی یہ کیا ہوا
تیرا یار تیری بغل میں ہے، کہ کسی کا اوسکو تو ڈر نہیں

شوخ کے کوچے میں عاشق کو تو ماوائی نہیں
دل گیا ہاتھ سے افسوس شکیبائی نہیں

طور سے نیچے اوتر واسطے حق کے موسے
دیکھ اوسکے تئیں یہاں حد تماشائی نہیں

قیس سن لے میں نہ چھوڑوں کبھی دروازۂ یار
شوق مانند تیری بادیہ پیمائی نہیں

جس جگہ برق تبسم سے ہو اسکا ہو فراغ
شمع کو طاقت وہاں مجلس آرائی نہیں

دشت میں اہل جنوں کے نہ قدم رکھ لقمان
عقل کی جا نہیں یہاں کار یہ دانائی نہیں

دہن تنگ میں تنبول نے جاکر یہ کہا
بہتر اس سے یہ جہاں گوشۂ تنہائی نہیں

اے طبیبا نہ معالج ہو تو افریدی کا
عاشق زار ہے مخصوص، یہ سودائی نہیں

غم ہے خون بحر غمگسار نہیں — ہجر کا دوستو کنار نہیں
ناز سے یار کے موئے ہیں یار — پھر جو پوچھو تو یار یار نہیں
عمر کے ساتھ ہے خوری کرنا — جانتا اور امیدوار نہیں
میں کہاں تو کہاں کروں میں کیا — دل بے صبر کو قرار نہیں
خون بہا کون دیوے گا اپنا — تیرے مقتولوں کا شمار نہیں
حال عاشق نہ پوچھ عمر سے — تیرے کوچے میں کیا مزار نہیں
ہجر میں مرنے میں تو مر جاتا — لیک مرنے کا اختیار نہیں
ہم بسمل اگر جیا تو کیا — تجھکو غیروں سے کچھ بھی عار نہیں

آفریدی سے نازنیں مل جا
کیسی خوبی ہے کہ یار یار نہیں

اہل دنیا سے مجھے دوستو کچھ کام نہیں
غلبہ اب کفر کا ہے قوت اسلام نہیں
گردش چرخ نے بدلا ہے زمانے کا رنگ
جو کہ آغاز تھا پھر اوسکا بھی انجام نہیں
یہ فلک سفلہ کمینے کو نوازے ہر دم
اہل معنی کو اب اس دہر میں آرام نہیں
خوشدلی خوشطبعی خندہ بھی یاروں کے ساتھ
سو کہاں جس طرح سابق تھا وہ ایام نہیں

کل یوم بتر آتا ہے نظر قاسم علی
یار عزیز اپنے جو تھے اونکا رہا نام نہیں

کسی کی بزم میں جون شمع ہں اپنا جلانے ہیں
جدائی میں کسی کی آنکھ سے آنسو بہاتے ہیں
کسی کے واسطے ہم بے سرو سامان ہوئے یارو
کسی کے واسطے دست ہو قلم سا سر کٹانے ہیں
کوئی بے رحم اس پر بھی نہیں بولا شفقت سے
کہ یہ بیکس بھلا کس واسطے اس جا نہ آئے ہیں
کہوں کیا حالِ ہجر کوئی پوچھے تو دب بولوں
کہ نہ آفت زدے تیرے پھر صورت کہاتے ہیں
جو شمعِ نور ہے تیرا دلِ عاشق ہے پروانہ
جو پروانے ہیں پیارے شمع سے وہ کب ڈراتے ہیں
شہادت ہے مجھے منظور تیرے تیغِ ابرو سے
ارے جلاد لے سمشیر ہم گردن جھکاتے ہیں
خدا کے واسطے قاتل سسکنے کی نہ دے فرصت
شہیدِ کربلا کے پاؤں پر پڑنے کو جاتے ہیں
ہماری نعش کو آکر جلا دینا مسیحا دم
مسیحائی جو کرتے سچھہ ہے مردے کو اوٹھاتے ہیں

رضامندی سے راضی ہو رضا پر جو خدا چاہے
تجھے قاسم علی بھید عشق بازی کا بتاتے ہیں

اوس شوخ کے جب گھر سے اقدام نکلے ہیں
تب قتل کو عاشق کے اعلام نکلتے ہیں

وہ آپ دکھانے کو صورت مجھے آتا ہے
حب اپنی نخوست کے ایام نکلتے ہیں

منظور اگر جینا آنکھوں ستے روتے وقت
لخت جگر اپنے کو لے نہام نکلتے ہیں

عاشق کی حقارت گر ان کو نہ گوارا ہو
کیوں ساتھ رقیبوں کے گلفام نکلتے ہیں

نہ مہر مروت کا کچھ دل میں اثر انکے
جو اوسکی حضوری سے خدام نکلتے ہیں

کہتے ہیں وہ آ مجھ سے، چل دور یہاں سے ٹل!
کیا تجھ سے نبھاگی (کے) یہاں کام نکلتے ہیں

آنے کی خبر تیرے پائے یہی باعث ہو
نہ صبح کو وہ باہر نہ شام نکلتے ہیں

معشوق سو بے پروا خادم کی زبانی بھی
اس لطف کنایہ سے پیغام نکلتے ہیں

ہم جسکی محبت سے رسوا ہوئے عالم میں
کب چھوڑ گلی اوس کی بدنام نکلتے ہیں

طلاسم یہ ظاہر ہے جو بطن سے باہر ہے
اس مادر گیتی سے اوہام نکلتے ہیں

کسی کی بزم میں جوں شمع تن اپنا جلاتے ہیں
جدائی میں کسی کی آنکھ سے آنسو بہاتے ہیں
کسی کے واسطے ہم بے سرو سامان ہوئے یارو
کسی کے واسطے دب تو قلم سا سر کٹاتے ہیں
کوئی بے رحم اس پر بھی نہیں بولا شفقت سے
کہ یہ بیکس بھلا کس واسطے اس جا نہ آتے ہیں
کہوں کیا حالتِ ہجر کوئی پوچھے تو دب بولوں
کہ یہ آفت زدے تیرے بھر صورت دکھاتے ہیں
جو شمعِ نور ہے تیرا دلِ عاشق ہے پروانہ
جو پروانے ہیں پیارے شمع سے وہ کب ڈراتے ہیں
شہادت ہے مجھے منظور تیرے تیغِ ابرو سے
ارے جلاد لے شمشیر ہم گردن جھکاتے ہیں
خدا کے واسطے قاتل سسکنے کی نہ دے فرصت
شہیدِ کربلا کے پاؤں پر پڑنے کو جاتے ہیں
ہماری نعش کو آکر جلا دینا مسیحا دم
مسیحائی جو کرتے سجھتے ہے مردے کو اوٹھاتے ہیں
رضامندی سے راضی ہو رضا پر جو خدا چاہے
تجھے قاسم علی بھید عشق بازی کا بتاتے ہیں

اوس شوخ کے جب گھر سے اقدام نکلتے ہیں
تب قتل کو عاشق کے اعلام نکلتے ہیں

وہ آپ دکھانے کو صورت مجھے آتا ہے
حب اپنی نخوست کے ایسام نکلتے ہیں

منظور اگر جیسا آنکھوں سے روتے وقت
لخت جگر اپنے کو لے تھام نکلتے ہیں

عاشق کی حقارت گر ان کو نہ گوارا ہو
کیوں ساتھ رقیبوں کے گلفام نکلتے ہیں

نہ مہر مروت کا کچھ دل میں اثر انکے
جو اوسکی حضوری سے خدام نکلتے ہیں

کہتے ہیں وہ آ مجھ سے، چل دور یہاں سے ٹل!
کیا تجھ سے نبھاگی (کے) یہان کام نکلتے ہیں

آنے کی خبر تیرے پائے یہی باعث ہو
نہ صبح کو وہ باہر نہ شام نکلتے ہیں

معشوق سو بے پروا خادم کی زبانی بھی
اس لطف کنایہ سے پیغام نکلتے ہیں

ہم جسکی محبت سے رسوا ہوئے عالم میں
کب چھوڑ گلی اوس کی بدنام نکلتے ہیں

طلاسم یہ ظاہر ہے جو بطن سے باہر ہے
اس مادرِ گیتی سے اوہام نکلتے ہیں

وحدت کا تماشا ہے کثرت کے مظاہر میں
آغاز سے ہر شے کے انجام نکلتے ہیں

کیونکر چکھیں ہم ساقی پر مے نہ سبو پایا
کل آٹھ پہر میں تو دو جام نکلتے ہیں

کر غور تو آفریدی امواج کو وحدت کی
ہر کثرت کے اندر سے اسلام نکلتے ہیں

جو شخص مدعا کو مہمان جانتے ہیں (۱)
ہر ایک سے میں حق کی وہ شان جانتے ہیں

جانب سے اسکی توحید جو رنج راحتوں کو
نفع و ضرر وہ ادنا یکساں جانتے ہیں

جسکا کیا ہے اوسنے آئینہ دل مصفا
ذرہ میں مہر ظاہر تاباں جانتے ہیں

کوئے قناعت اندر جسنے قدم کو گاڑا (۲)
وہ بوریئے کو مسند خاقان جانتے ہیں

نظروں میں جس کی پردہ اسوات کا کھلا ہے
اپنی تئیں بعالم مہمان جانتے ہیں

جو زندگی کا اپنے رکھتے نہیں بھروسا
ہستی وہ اس جہاں کی ایک آن جانتے ہیں

---

(۱) یہ غزل حاشیہ پر ہے (۲) اصل : کاڈا

خامـوش واقـفانِ اسرار باتأمل
عام سخن خلایق ھزیان جانتے ہیں

جو کچھ کہ ہے کرشمہ اس دم کا ہے دمامہ
دس کل من علیھا ہم فان جانتے ہیں

آگے بھی کچھ نہیں تھا اب ہے سو طلا سم ہے
آخر کو کچھ نہ ہوگا ارمان جانتے ہیں

دنیا کو چھوڑ رہنا دنیا کے درمیاں میں
حیوان کیا سمجھتے انسان جانتے ہیں

جس طور وہ گذارے اوقات آفریدی
ہردم پہ شکر اوسکا احسان جانتے ہیں

نظروں میں اپنی نظریں کسی کی سمائیاں ہیں
بر چھی کی جوں جگر میں نوکیں گڑائیاں ہیں

کس ظالماں نے میرا یہ دل کیا نشانہ
ابرو ستے مژہ کے لیساں چلائیاں ہیں

افروغِ حسن تیرا کس نے کیا تھا کہئے
بولا کہ چل یہاں سے اپنی ادائیاں ہیں

مہر و وفا تھے جو کچھ سب اوٹھ گئے جہاں سے
الفت کا ذکر کیا ہے ہردم لڑائیاں ہیں

نازک ہے اسقدر سے جوں شاخ گل ہوا میں
بارے حنا سی باہیں اوس نے لسجائیاں ہیں

آگے ستم کا کرنا شیوہ نہیں تھا اوسکا
کیا جانئے کسی نے باتاں سکھائیاں ہیں

ناز و ادا دو کرلے افریدی ہر جو چاہے
مکھ پھیر اکڑکے چلنا حگ میں ہنسائیاں ہیں

اس ارض کے تختہ پر سنسار ہے اور میں ہوں
موہوم ہوا نو کیا پر یار ہے اور میں ہوں

پڑتی ہے نظر جدہر وہ یار ہے اور میں ہوں
ہے کون سوا میرے دلدار ہے اور میں ہوں

میں یار کنے قاصد بھیجا تو ہے پر ساید
لے نامہ اگر آیا ربار (۱) ہے اور میں ہوں

موڑوں گا نہیں مونہہ کو میں عسق کے میداں سے
اوس یار کے ابرو کی تلوار ہے اور میں ہوں

اب دیکھئے (۲) کیا نبٹے سنہ ہے سپر اپنا
وہ خنجرِ مژگاں کا خوں خوار ہے اور میں ہوں

جب سے بصنم خانہ کی میں نے قدم بوسی
سو طرح کی زاہد سے تکرار ہے اور میں ہوں

---

(۱) اصل: ریبار پشتو کا لفظ ہے قاصد کو کہتے ہیں (۲) اصل: دیکئی

راہب نے میرے قشقہ صندل کا لگایا ہے
ناقوس ہے گھنٹہ ہے زنار ہے اور میں ہوں
نفع و ضرر دینا دنیا ہی پہ میں چھوڑا
اب عشق کا اے یارو بیپار ہے اور میں ہوں

حیراں میں ہوں اے یارو کس واسطے آفریدی
رسوائی بہ ہر کوچہ بازار ہے اور میں ہوں

تیری ہجرت سے جسدم سسکیاں بھر بھر کے روتا ہوں
ہمارے اوس گھڑی مژگاں سے کیا موتی پروتا ہوں
قدردانی جلے دل کی تو کیا جانے ستمگارا
سمجھتا ہوں میں خوب اوسکو تبھی جاں اپنی کھوتا ہوں
سوا تیرے نہ خاطر میں سماتا ہے کوئی میرے
خیال آتا تیرا ہردم جو جگتا یا کہ سوتا ہوں
رقیبوں سے جو ملتا ہے نہیں خاطر تجھے میری
عبث برچھی تیری آنکھوں کی میں دل میں چبھوتا ہوں

یہ کیسا کچھ ہوں تیرے واسطے حیران آفریدی
تو میرا کچھ نہیں ہوتا میں کچھ تیرا تو ہوتا ہوں

میں اپنا دردِ دل تجھ سے کروں اظہار ڈرتا ہوں
مبادا غیر سن لے از پسِ دیوار ڈرتا ہوں
نہیں حرفِ نیاز اوس سے بیاں کرتا ہوں اے یارو
نہ ہوتا نازنیں وہ مجھ ستے بیزار ڈرتا ہوں
خدا کے واسطے ایک دم کو ہمدم اوسکو دکھلاوے
نیا شد واپسیں میں دم حسرتِ دیدار ڈرتا ہوں
رہا اوسکے گلے سے دور دہشت غیر کے باعث
سگِ مردار بد خو تا نہ دے آزار ڈرتا ہوں
زِتسبیح ریای اور مصلہ شیخ صاحب سے
سمجھ کر دام و دانہ صید کا بسیار ڈرتا ہوں
بچاؤ مجلس مستاں سے حضرت اپنا عمامہ
لتھڑیں لاہنِ سے میں نہ یہ دستار ڈرتا ہوں

نہیں ہوں میں بقید کفر دیں ہر چند آفریدی
ولیکن از فریبِ سبحۂ و زنار ڈرتا ہوں

کیا کروں رخ نہ تیرا اے بتِ رعنا دیکھوں
خوب تر تجھ سے سوا کون رخ اوسکا دیکھوں
دل کے ہے گرد میرے شوق تیرا ساری رات
کیوں نہ رُو تیرا سحر گہ (یہ) تمنا دیکھوں

تازہ ہردم ہے بلا غیر تیرے میرے دو چار
کب تلک جان میری روئے بلا کا دیکھوں
درد رکھتا ہوں تیرا، تجھ ستے چاہوں ہوں داد
بیقرارانہ میں کیوں جانبِ عیسیٰ دیکھوں
غم سے دل خوں ہو میرا کہ بہ بزمِ اغیار
جامِ مے ہاتھ میں گر آئینہ سیما دیکھوں
کیا ہے فرماں تیرا اخفا جو رقیبوں سے دور
جان قرباں نہ دیکھوں تو تجھے یا دیکھوں
شک نہ تھا دل میں کہ صبحِ طرب اپنا روزی
شامِ غم کو بغمِ زلفِ چلیپا دیکھوں
لطف کر آج کی شب لطف ہے تجھ پر زیبا
زندگی اپنی کا خط اے مہ زیبا دیکھوں
مرگ اور زندگی یکساں ہے مجھے اوس دم پر
غایب آنکھوں سے تجھے سرو دل آرا دیکھوں
کیا کروں شیشہٗ طاقت جو نہ توڑوں برسنگ
جامِ مے غیر کو جس وقت مہیا دیکھوں

آفریدی کی طرح کب تلک اے آفتِ جاں
دل کو اپنے ہدفِ ناوکِ اعدا دیکھوں

سب خلق میں خدا کی مقصود ہیں تو ہم ہیں (۱)
مقبول ہیں تو ہم ہیں مردود ہیں تو ہم ہیں

ہر چند ہم کسی کے ہیں عبد فی الحقیقت
اوروں کے در سمجھ لو معبود ہیں تو ہم ہیں

ایک واہمہ سا عالم میری نظر میں ٹھیرا
نابود سب کو پایا کچھ بود ہیں تو ہم ہیں

واعظ ڈرا نہ مجھ کو میں جانتا ہوں سب کچھ
ساجد ہیں اپنے آپ ہی مسجود ہیں تو (۲) ہم ہیں

سچ ہے ہر ایک شے کا بے اذن لا تحرک
مختار باوجودِ معدود ہیں تو ہم ہیں

معلوم ہم کو اپنا افعال نیک و بد ہے
شاہد ہیں آپ اپنے مشہود ہیں تو ہم ہیں

ظاہر ہے کل شے ہے ہالک تمامی
معنی میں پھر جو پوچھو موجود ہیں تو ہم ہیں

اس مضحک میں آکر دیکھا عجب تماشا
غمگیں ہے ایک عالم خوشنود ہیں تو ہم ہیں

مطلق سے آفریدی اس نطق کے سبب سے
صد شکر منزلت میں افزود ہیں تو ہم ہیں

---

(۱) یہ غزل حاشیہ پر لکھی ہے۔ (۲) اصل: اور ہم ہیں

کسی سے میں تیری وصل کا التجا نہ کروں
مروں بہ رشک پہ اظہارِ مدعا نہ کروں
نہ دے وے ذوق کسی کو خدا جفا کا تیری
سخن ستم کا تیرے لب سے آشنا نہ کروں
نہ ہیں وہ رات نہ دیرو حرم نیاز کے ساتھ
نہ ہر دو دست تیرے وصل کی دعا نہ کروں
نہ مرے قتل کا اندیسہ کر کہ میں وہ ہوں
تیری جفا کا بھی محشر میں شکوہ یا نہ کروں
ہوا ہوں سادہ رخاں سے میں اس طرح بیزار
کہ آئینہ پہ بھی میں چشم اپنی وا نہ کروں
پیارے دید کی (۱) ہے آرزو کچھ آ کہہ دے
خلاف وعدہ کروں یا کہ باقضا نہ کروں

طبیب دوکھ نہ دے تو اور آفریدی کو
جو درد کو خجل از باعث دوا نہ کروں

رہا نہ صبر و قرار اور کیا میں چارہ کروں
مگر چھوری سے دل اپنا ہزار پارہ کروں
بغیر درتیرے تقدیر بھی نہ حکم کرے
جو اپنے مرنے کا جسدم پہ استخارہ کروں
تو جلوہ غیر کو دکھلاوے بام پر میں دور
غریب و عاجز و بیکس پڑا نظارہ کروں

---

(۱) اصل: کا ہے آرزو ۔

بقتل غیر وہ کھیچے اگر جو تیغ جفا (۱)
میں اپنے قتل کا اوس شوخ کو اشارہ کروں

تو میری آہ سے اے آسماں حذر کرنا
وگرنہ سوخت تجھے میں بیک شرارہ کروں

خراب عشق کے تئیں چھوڑ کب تلک اے دل
نصیبِ بد سے سکوہ گلہ ستارہ کروں

ہزار گل ہوں میرے فیض چشم سے پیدا
گذر جو قاسم علی طرفِ سنگِ خارہ کروں

مختلط غیر ہو اور میں رہوں نالاں تجھ بن
دے تو دشمن کو جگہ، دوست بھی دے جاں تجھ بن

کیا کہوں کس قدر اوقات بسر کرتا ہوں
در بدر خاک بسر خستہؔ و حیراں تجھ بن

قصد مرنے کا ہے مرتا نہیں پھر کیا میں کروں
مجھ ستم کش پہ ہوا غالب نسیاں تجھ بن

جاں کو انعام میں لے قاصد واجرت میں دل
بیچتا جنس یہ ہوں اسقدر ارزاں تجھ بن

اپنی خونباری آنکھوں سے نہیں ہے وہ روز
رشک گلشن نہ کروں گوشہؔ داماں تجھ بن

---

(۱) اصل: اگر جو جفا۔

لب ِ جاں بخشں سے ہووے تو ہو کچھ دل کی دوا
ورنہ تاثیر کہاں کوئی ہو درماں تجھ بن

صبر و آرام جو تھے یار ِ قدیم اپنے جو یار
رُخ دکھاتے نہیں از بس ہوں ہراساں تجھ بن

نیم جاں مثل ہوں بسمل کے تڑپھنا ہی پڑا
لٹ گئی (۱) طاقت ہوش و خرد ایماں تجھ بن

دل و دیں کھودیا افریدی نے سب تیرے لئے
حال کا اسکے نہیں کوئی بھی پرساں تجھ بن

نلاش ِ مطلب اے مدعی خطا ہے یہاں
کہ ترک کار دلا عین ِ مدعا ہے یہاں

سیاہ چشموں سے اوس کی بھی داغ ِ دل میرا
نشان دیوے کہ یہ خیمہ بلا ہے یہاں

غبار ِ کینہ کو دل میں ہمارے راہ نہیں
مثال آئینہ مکھ دیکھ لے صفا ہے یہاں

بزخم ِ عشق نہ رویا ِ دلا تو بےہودہ
شکیب کر کہ تیرا درد خود دوا ہے یہاں

بہ ملک ِ عشق تو عشرت کا نام مت لینا
بغیر غم کے نشان ِ طرب کجا ہے یہاں

(۱) اصل: لٹ گیا طاقت ۔

جو زلف اوسکی کو دیکھوں تو پھر عیانِ عشق
کہے ہے کھینچ کے دل مو بمو کہ جاہے یہاں

یہ کوچۂ سیہ زلفوں کے تو نہ جا اے دل
کہ صد بلا نکمیں گاہ برملا ہے وہاں

گرفتہ گوشۂ قربت میں خاکسار کے بیٹھ
کہ غیرِ سلطنت کشورِ بقا ہے یہاں

قدم کو گاڑ کے اول بھلا نہ تا دمِ مرگ
ہر ایک گام یہ تسلیم اور رضا ہے یہاں

بسر آستانۂ دل دائماً رگڑ ماتھا
کرے گا کعبہ کو کیا دیکھ لے خدا ہے یہاں

یہ آفریدی ہوا اپنے جان کا دشمن
تبھی تو دوست سے نا آسنا رہا ہے یہاں

باندھے ہے آج جو وہ مہوشِ پر فن دامن
خوں سے میرے وہ کرے غیرتِ گلشن دامن

پاس یاری کا نہیں خاطر غمازوں کے (۱)
واسطے میرے گویا باندھے ہے دشمن دامن

کس چمن سیتے چلا آتا ہے یہ رشکِ بہار
کرکے آلودہ لہو میں گل وسوسن دامن

---

(۱) اصل:- کذا

مجھ سے مردے کو کرے زندہ تو ہوسکتا ہے
نہیں چھوڑوں گا تیرا تا دمِ مردن دامن

روغن عمر ہے جب تک کے رہے کا روشن
جان کی شمع کا فانوس ہے یہ تن دامن

آہ کے شعلہ سے دہکے ہے جوں مجمر سینہ
کون ہے میرے سوا یوں رکھے روشن دامن

سر بے قدر میرا ہووے گا قربان تیرے
بہ خدا عمر پہ مت باندھ بکشتن دامن

ذبح کرنا مجھے مذبوح مگر ہوں وہ ذبیح
غیر ممکن ہے چھوٹے تا بہ طپیدن دامن

آفریدی کے تئیں مار کے پھر مکر سے یار
کھیچ (۱) لے اپنے دہن پر پٹے شیون دامن

لخت دل جب میرے مژگاں کا فشارِ دامن(۲)
سلکِ گوہر کی طرح ہو وہ سنگارِ دامن

اشکِ خونیں کو میرے پونچھے تو گر دامن سے
گلِ نورستہ بو جوں باغ و بہارِ دامن

کیا عجب ہے جو اوٹھوں گور سے خون آغشتہ
لطف سے لوح پہ میرے جو تو مارے(۳) دامن

---

(۱) اصل: کھچ - (۲) یہ غزل حاشیہ پر لکھی ہے (۳) اصل: مار

جتنا چاہے تو جفا جور ستم کرلے پر
میں تو وابستہ ہوں تیرے بکمارِ دامن

روشنی بخش آ جھاڑ (۱) میرے چشموں پر
بہتر از کحل جواہر ہے غبارِ دامن

گھیر دامن نہ یہ ننہا غیر کو ہر وقت خرام
رکھ دے گردن پہ میری ذوق سے بارِ دامن

آ فریدی جولگے ہات تیرے، دامنِ یار
چھوڑ مت صدقے ہو قربان نثارِ دامن

مدتاں گذری پیاری (۲) تیری سنیے گالیاں
ہیں مگر یہ گالیاں گویا گلوں کی ڈالیاں

خام شیشہ کی طرح دل ہے مگر آگ عشق سے
نرم از خود ہے بنالو جوڑچوڑیوالیاں

جی ہی لے جانے کی تونے فکر کی معلوم ہے
کان میں ڈالیں زمرد کی جڑاؤ بالیاں

اے ستمگارا ستم اتنا نہ کر مت دل دوکھا
مار ڈالا تیری چشماں نے جو ہیں متوالیاں

ڈس لیا دل کو میرے افسوس یار افسوں نہیں
ناگ کالا ہے یہ کافر یا کہ زلفاں کالیاں

---

(۱) اصل: چھاڑ - (۲) پیارے بھی پڑھا جا سکتا ہے -

کیا قیامت ہے تیرے دانتوں پر مسی کے دھڑے
دوسری ہے پان کی ہونٹھوں پر آفت لالیاں

عشق کے کوچے سے مت باہر نکل قاسم علی
جو نکل بھاگا بجیں اوس پر ہزاراں تالیاں

کیا قیامت ہے یہ پرنشہ حماری انکھیاں
جی ہی لیبے کو بنی ہائے پیاری انکھیاں
سنگ دل کونسا جو تجھ سے لڑاوے آنکھیاں
دو بدو ہوتی ہیں کب تیری ہماری انکھیاں
مترحم نہ ہوا سرحم ایسا جلدی
تشنہ ہیں خون کی میرے یہ تمہاری انکھیاں
دل تڑپھتا ہے ملاقات کو تیرے ظالم
نہیں دیتی ہیں ذرا دل کو قراری انکھیاں
کون ظالم نین بنائی تھیں یہ خون خوار آنکھیں
کروں ان آنکھوں پرمیں کتنوں کی واری انکھیاں
یہ وہ آنکھیاں ہیں کہ مشتاق ہے عالم جس کا
دید کے واسطے اے شوخ چہ داری انکھیاں

مثل دریا کے قرار انکو نہیں ہے یک دم
آفریدی (کی) کسی کے غم سنے جاری انکھیاں

بگفتہ غیر کیوں مجلس سے تیرے یار اوٹھہ جاؤں
اگر جاؤں تو کر اغیار کو فی النار اوٹھہ جاؤں

حمایل دست گر اغیار کا ہو تیری گردن میں
تو طاقت دیکھنے کی پھر کہاں لا چار اٹھہ جاؤں

کیا تھا مجھ سے جو وعدہ وفا کا یاد ہے تجھ کو
کہاں تک راہ میں بیٹھوں و دا صد بار اوٹھہ جاؤں

یقیں ہے مجھ کو تو گفتار جو کرتا ہے درسی سے
یہی باعث ہے نا با بلخئے گفتار اوٹھہ جاؤں

کروں کیا کس کے آگے روؤں دل دو کھتا ہے حسرت سے
خوشی اغیار ہوں میں بزم سے بیزار اوٹھہ جاؤں

کہ بیٹھا ساتھ تیرے کچھ نہ مانی پند ناصح کی
نہ سمجھا تھا کہ آخر اس قدر ہو خوار اوٹھہ جاؤں

جفا کر جور کر، بیداد کر، یا قتل اے ظالم
ہر افریدی کو کیسے چھوڑا اے دلدار اوٹھہ جاؤں

اضطراب اے غافل دل خواب سے بیدار ہو
دم غنیمت بوجھ جو دم ہے بہت ہوشیار ہو

اکثر عالم دیکھ لے مشغول اپنے فکر میں
تو رہا کثرت میں مستی کے نو کیوں سرشار ہو

کچھ گیا اب تک نہیں کام اپنا جب چاہیے
فہم کر غفلت کے تئیں غافل نہ ہوائے یار ہو

ورنہ اے دل پھیر پچھتاوے گا سمجھایا تجھے
مان میری بات کو نادان سا مت خوار ہو

راہ میں دریا ہے ھایل(۱) اور منازل(۲) دور ہے
دیکھیئے ٹوٹی ہے نیا (۳) کسطرح سے پار ہو

کیجیو یا والئی جلاں مدد میری شتاب
بجھ بنا اس جا پہ میرا کون ہامیکار (۴) ہو

در پڑے کی دستگیری آفریدی کی ضرور
دو جہاں میں کیجیؤ دو جگ کے تم سردار ہو

مسلخ عشق میں تیرے آئے ہیں ہم جو ہو سو ہو
ذبح کرے کہ چھوڑ دے کچھ نہیں غم جو ہو سو ہو

اب تو امید وصل میں گذری ہے عمر اپنی آہ
باعث ہجر رنج و غم درد و الم، جو ہو سو ہو

دل کو دلوں سے ہیگی راہ ہم نے سنا تھا واہ واہ
کچھ بھی تو کیجئے نگاہ بشں کہ (۵) کم، جو ہو سو ہو

فرصتِ زندگی ہے تنگ ملنے سے میرے اس کو ننگ
جاویں گے آپ سے چلے ملکِ عدم، جو ہو سو ہو

---

(۱) ھائل کا لفظ بھی یہاں لگ سکتا ہے۔ مگر میرے خیال میں یہ حائل ح کی جگہ ھ لکھی گئی ہے قلمی نسخہ میں 'ح' کی جگہ 'ھ' لکھی گئی ہے (۲) منزل زیادہ موزوں ہے (۳) اصل: نویا (۴) کذا۔ حامیکار بمعنی معاون و مددگار۔ (۵) اصل: کے کم۔

قتل پر میری کیوں کمر باندھی کہ اسے نہ چھوڑوں گا
کہتے ہو جا رقیب سے کر کے قسم، جو ہو سو ہو
دل کو لیا تھا جس گھڑی کونسا قول اور قرار
ہم سے کیا نہ تھا پر اب جور و ستم جو ہو سو ہو

قاسم علی نہ جائے گا چھوڑ کے تیرے کوچہ کو
مر مٹے تیرے در قدم تا رہے دم جو ہو سو ہو

عشق کی ہم پئیں گے مے، روزِ جزا جو ہو سو ہو
شیرین و تلخ و ترش بھی اوسکا مزا جو ہو سو ہو
مانع ہو سو دفع رقیب پر نہ میں چھوڑوں اوسکا در
اسکے بدل میں دیوے یار کوئی سزا جو ہو سو ہو
مونہہ نہیں موڑنے کے ہم مسلخ عشق سے کبھی
بس ہے ہمارے واسطے حکم قضا جو ہو سو ہو
یارو ہر ایک وقت کے موقع پر ایک بات (١) ہے
راضی ہیں ہم نہ زیست و مرگ اسکی رضا جو ہو سو ہو

عشق کے مورچال پر قاسم علی قدم بڑھا
صلح کا خط بھی آچکا آگے قضا جو ہو سو ہو

---

(١) اصل: مات۔

ہو محبت جسکی تجھ کو تجھ سے اوسکو عار ہو
جتنا ُتو بیزار مجھ سے تجھ سے وہ بیزار ہو

مں تجھے جانا تھا گل ُرو، ُتو مجھے سمجھا ہے خار
اوسکی نظروں میں یہ گل یا رب بتر از خار ہو

لحت دل غم سے دیرے نکلے ہیں(۱) میری آنکھ سے
دو بھی فرقت سے کسی کی ہر مژہ خونبار ہو

جیسے میرے دیدۂ خونبار سے دامن ہے تر
مثل جرہل (۲) کے تیرے دامن کا ہر یک تار ہو

در بدر پھرتا ہوں تجھ کو ڈھونڈھتا روتا ہوا
اوسکی خاطــر تو بھر جا با فغان و زار ہو

تیرے ملنے کی نہ ہووے اوسکو کچھ پرواہ بھی
جیوں میں تیرے واسطے،اوسکے لئے ُتو خوار ہو

ایک پل تجھ کو نہ ہووے چین اوسکے ہجر سے
جسسے میں لا چار ہے کل تو بھی یوں لا چار ہو

جس قدر مجھ کو کیا اپنی گلی میں بیقدر
دو بھی بے مقدار رسوا کوچہ و بازار ہو

دے کے دل میں مجھکو پچھتایا ہوں جیسے بے وفا
تو پشیماں اپنا دل دینے پہ اوسکو یار ہو

آہ مجھ سے توڑ ڈالا دوے کیوں قول و قرار
مجھ سے تیرا گل بدن بــرگشتہ از اقرار ہو

---

(۱) اصل: نکلیں ہے (۲) اصل:- کذا -

تو تو لرزاتا مجھے جوں برگِ بیل روز شب
مجھکو بھی اللہ لرزانندہ بر اطوار ہو

یہ تو تیری بے وفائی تسپہ (؟) میری وفا
جز تیرے مذکور مجھکو خوش نہ کچھ اذکار ہو

آفریدی کی دعا صبح و مسا با آرزو
ایک وجب جا زیر تیرے سایہ دیوار ہو

راضی ہوں میں رضا پر رب تیری حو رضا ہو
تج بن کسی سے دیوں کر حاجت میری روا ہو

رزاق ہے تو میرا مرزوق ہوں میں تیرا
احسانِ شکر تیرا مجھ سے نہیں ادا ہو

رب تونے مجھکو پیدا آدم کیا ہویدا
عزت الہی میری عالم میں دایما (۱) ہو

خالق جو کچھ کہ (۲) چاہوں درگہ سے تیری پاؤں
تیرے سوا کسی سے میرا نہ مدعا ہو

محتاج بندگاں میں مت کر تو اس جہاں میں
اہلِ دول مجھے کر جس کی (۳) نہ انتہا ہو

مانگوں ہوں تجھ سے زر کو کر فضل سے نظر کو
مقبول ابھی الہی میری تو یہ دعا ہو

---

(۱) اصل: دایمان (۲) اصل: کے (۳) اصل: جس کا۔

میں ہوں رضا پہ راضی اللہ تو ہے قاضی
منصف سوائے تیرے اب کون دوسرا ہو

انصاف تیرے یہ میں بندہ ہوں گر چہ بد میں
فضل و کرم سے تیرے مولا میرا بھلا ہو

بے شک تو ایک خدا ہے ثانی نہ دوسرا ہے
اول سے تا بآخر ہو تو نے جو کیا ہو

ہرشے میں تو سمایا سب رنگ تجھ میں بھایا
ہررنگ تجھکو پایا ہر جا بہ ہر کجا ہو

دے میرے تئیں خزانہ تجھ پاس ہے ٹھکانہ
اب لازوال دولت دے اور انزوا ہو

تجھ پاس کیا کمی (۱) ہے خلاقِ عالمیں ہے
سائل بھی تیرے در سے کوئی نہیں پھیرا ہو

مطلوب آفریدی آغاز سے زیادہ
انجام یاالہی از بہر مصطفےٰ ہو

طالبِ حق ہے اگر تو صبحدم بیدار ہو
کب تلک سوتا رہے گا ایک دم ہوشیار ہو
طفلگی جاتی رہی رخصت جوانی ہوگئی
موسمِ پیری ہے اے کم بخت نیک اطوار ہو

---

(۱) اصل: کمیں۔

کارِ دنیا سے نہیں کہتا ہوں اپنا ہاتھ کھیچ (۱)
ہاتھ اُسکا کام میں پھر دل سے شاغل یار ہو

صحبت سوز عشق کی خواہش ہے گر تیرے تئیں
آہ و نالہ ہم نفس ناگریہ ہائے زار ہو

راز جب تک چھپ سکے بہتر ہے ورنہ جون حسین
قول سے اپنے نہ پھر، جا مستعد دار ہو

دار کا دامن نہ چھوڑونگا نہ بکوا مصحا
حسنے اوسکو گل کیا، مجھ سے کہا تو خار ہو

خطِ آزادی ملے جب کفر دین کی قید سے
چاہے تسبیح ہاتھ میں رکھ خواہ با زنار ہو

طوف کعبہ کے سراسر دین داری ہے ولے
کر پرستش دل کی اس دوجا سے با اقرار ہو

چار عناصر کی بھلا دیوار محکم نا کئے
قصرِ دل اوجڑ کے آبادی کا اب معمار ہو

وسعت دل کو نظر کر دیکھ لے ممنوع ہے کیا
بعد معلومات پھر کونین سے بیزار ہو

تا بمقدور آفریدی یار کو مت چھوڑیو
یا تو ہم صحبت ہو اوس سے یا خراب و خوار ہو

---

(۱) اصل: کھنچ -

سما و البعث یہاں کیسی نظامت ہو تو اسی ہو
چلیں گے یہاں سے جس دم پھر قیامت ہو تو ایسی ہو
بباعث زندگی صدمے (۱) اوٹھا ویں دیکھئے کتنے
جو یہاں ہے پھر وہاں پر بھی ندامت ہو تو ایسی ہو
تعین جملہ اس امکان کا ہے اوس کی محبت سے
غرور اوسکا بجا ہے استقامت ہو تو ایسی ہو
نظر آتا (۲) نہیں پر جس جگہ چاہو وہاں حاضر
جو معشوق کا دم مارے کرامت ہو تو ایسی ہو
وہ عاشق ہے جو سرگرداں رہے فرہاد (و) مجنوں سا
کہ اس میں عشق بازی کی علامت ہو تو ایسی ہو
غم شیریں سے دیکھو مر گیا فرہاد بیچارہ
بسر اپنے لگا تیشہ شہامت ہو تو ایسی ہو

ازل سے تا ابد تک اوریدی ساتھ ہے اوسکے
میان دوستاں صاحب سلامت ہو تو ایسی ہو

بیوفا بیرحم ایسا یار سنگیں دل نہ ہو
دردمند اپنا سمجھ کر مجھ سے غافل نہ ہو
ماہ ہر مجلس نہ ہو اے اختر فرخندہ فال
آہ خورشید قیامت شمع ہر محفل نہ ہو

---

(۱) اصل صدمہ (۲) اصل: نظر آتا ہی نہیں ۔ اگر نظر کو نظر (یعنی ظ پر جزم سے) پڑہیں تو یہی دوست ہے ۔ یعنی نظر آنا ہی نہیں ۔

مغتنم بر روے گندم گوں ہے دانہ خال کا
خرمن ہستی سے یک جو گو مجھے حاصل نہ ہو

حضرت سیدی بلال آیا ہے اندر باغ کے
یا کہ عارض پر کیا پیدا خدا نے تل نہ ہو

تو جو چاہے دل میرا راغب کرے جو غیر سے
اب سوا تیرے یہ دل جانب دگر مائل نہ ہو

آرزو رکھتا ہوں کوئے یار میں مسکن کی جا
مرگ تو جلدی (نہ کر) اے عمر مستعجل نہ ہو

بحر وحدت میں ڈبو دے دل کو گر عاشق ہے تو
پائے بند آفریدی نقش آب و گل نہ ہو

پینا شراب تب جو غم این و آں نہ ہو
آئینہ دل کدر نہ ہو خاطر گراں نہ ہو

کرنا ہمیشہ کام وہ جس سے کہ تجھ سے
آزردہ کوئی خلق بھی اندر جہاں نہ ہو

ناقہ کو اشتیاق ترا کھینچ لاوے گا
اے قیس اب تو منتظر کارواں نہ ہو

مطلب کو ڈھونڈ لے تہ خط سبز گل رخاں
در قید عیش رنج و بہار خزاں نہ ہو

بستر جما دے خاک پر کوچے میں یار کے
در خواہش فروش حریر و کتاں نہ ہو

صحبت ہے نقد یار کی مت چھوڑ ہات سے
راغب دوام طالب حور و جناں نہ ہو

اپنے بلاکشوں پر ستم کو نہ کر روا
در پے خرابئ جگرِ خستگاں نہ ہو
جب تک مژہ کے تیر کا دل پر نشاں نہ ہو
فوارہ سا جو زخم اگر خوں چکاں نہ ہو
عاشق نہ کہئے اوسکے تئیں بوالہوس مگر
مقبول پھر کبھی بدرِ گل رُخاں نہ ہو
تا وہ پری لب اپنے سے معجز نشاں نہ ہو
زندہ مسیح سے کسی کے استخواں نہ ہو
محشر کے بیچ میں نہ دکھاوے اگر جمال
جنبش رگِ ہوس بہ تنِ کشتگاں نہ ہو
پہلو میں بانگاہ کی اوسکی سناں نہ ہو
فی الواقعی کس طرح وہ نکتہ داں نہ ہو
جو بوجھتا ہو بوجھ و الا نہ پھر کہاں
جس دم کہ آفریدی دیرے تن میں جاں نہ ہو

مرحبا کیجے میاں ہم سے بھی سر بازوں کو
جو اوٹھاتے ہیں تیرے غمزہ ادا نازوں کو
جوں مگس ہم کو اوڑاتے ہو لب شہد ستے
میٹھا کھانے کو بنایا گویا غمازوں کو

وہ ہمیں ہیں کہ جو کچھ چاہے سو کر لے ہم کو
کون پوچھے ہے بچاری تیرے اندازوں کو

احول چسم سے تیری ہے ابک عالم احوال
دیکھ حالات فہم کر اونہیں غرازوں کو

آفـریدی ہے تیری دیـد کا ایسا حارص
آر میں تیری گیا بھول سبھی آروں کو

کون باہر کرسکے پردہ سے اس دلدادہ دو
خاک اوٹھا لیگی مگر مجھ خاک سے افتادہ کو

قطع منزل اگلے لوگوں کی سو نقش پا میں کے(۱)
جو کہ بھولے راہ وہ ڈھونڈے بصحرا جادہ کو

اتفاق کفر دین یا رب ہے از فیضان عشق
یا مجھے دے کفر یا دیں اوس برہمن زادہ کو

سو بہار آخر ہوئی ساغر سے اپنے مثل گل
میں بجز خون جگر پیتا نہیں ہوں بادہ کو

بے وقوفی سے نصیحت نا صحا کرتا مجھے
عمر خاموشی کے کیا کہنا ہے مردم سادہ کو

---

(۱) اصل: کذا۔

عاشقِ مہجور کیونکر شاد عالم میں رہے
یوم عاشورہ ہے یوم عید غم آبادہ کو

مت ہو پابندِ علایق آفریدی بلکہ بوجھ
زیست بھی ہے قید مادام الحیات آزادہ کو

یہ سرِ سام سے اوڑتا ہے جو جل جانے کو
شمع کی لو لگے شاید دلِ پروانے کو
وہیں زنجیر سا اپنے گلو میں ڈالی
کسی کی زلف نظر آئی جو مستانے کو
دیکھ کر عشق کی حالت میری، مجنوں بولا
میں چلا شہر ابھی لیجئے ویرانے کو
دل کنی دیکھ مری کہنے لگا یوں فرہاد
آپ آئے ہیں بھلا کیوں مجھے شرمانے کو
جیتے جی جو کہ نہ مرجاوے نہیں ہے انساں
حف ہے اس جینے پہ صد آفریں مرجانے کو
لا یموتون مقرر ولی اللہ کے ہیں
غور سے کر عمل اللہ کے فرمانے کو
مدعا دل کا میرے دل میں ہے اے راہب و شیخ
کیا کروں جا کے بھلا کعبہ و بتخانے کو

اہی جو منزلِ مقصود ہے ایک دو ہی قدم
واعظا بیہودہ مت تک مرے بہکانے کو

آفریدی تجھے لازم ہے اگر کچھ ہے تمیز
غیر مطلب نہ رہ اس دہر میں دکھ پانے کو

خون ہٹا (۱) مرگاں ستے کہتا ہوں اوس جلاد کو
ترکِ عادت کب روا ہے کم نہ کر بیداد کو

کچھ سبب اسکا ہے غافل مجھ سے ہر دم ہو رہا
دوستو پہچانتا ہوں خوب اوس صیاد کو

اے معلم ہو سکے جتنا تو اپنی فکر کر
طفل بے پروا سبق دیگا کئی اوستاد کو

جاوے گر سرو رواں بستان میں تو مرگاں سے
چھوڑتا ہے آرہ در سر ہر گھڑی شمشاد کو

کوہِ غم دل پر گرا جس دم کہا فاش اوسکے تئیں
پیس شیریں قصہ جان دادنی فرہاد کو

شب کمر باندھی بہ مرگِ غیر و میں باآرزو
صبح تک کرتا تسلی خاطرِ ناشاد کو

آفریدی مدعی یہ دیکھ کر رویا بہت
ہم بغل ہونے گیا جب سرو سے آزاد کو

---

(۱) اصل : ہٹا ۔

کینہ نہ رکھ تو دل کے بیچ خاطر با صفائے کو
حال پہ مرے رحم کر ڈر تو ذرا خدائے کو

قلقل سنشہ ہائے ہے محفل میں (ہے) ترے بغیر
یاد وہ دیں بعانساں گریہ ہائے ہائے کو

نفس و نگاہ کے لئے یار کی کف کے واسطے
کیا مرا خون بس نہیں پیسنا مت حنائے کو

میں کیا کونسا گناہ واسطے پیچ و تاب کے
رشتہ دراز دیوے ہے زلف سیہ بلائے کو

حسن جو تیرے حسن کی ہگی جمع تو اس میں سے
بوسہ ذکات دیجئے آفریدی گدائے کو

میرے دوکھ پانے سے ہر چند کچھ آگاہ ہے اوسکو
ولیکن میں سمجھتا ہوں نہیں پرواہ ہے اوسکو

اگر میں شمع ساں سر تا بپا محفل میں گل جاؤں
و یا پروانہ ساں گر جل مروں اکراہ ہے اوسکو

کبھی ایک بات میری اوسکے گوش زد نہیں ہوتی
رقیبِ روسیہ کاہر سخن دل خواہ ہے اوسکو

کسی ڈھب پھیر پاتا گر میں اپنے دل کو ظالم سے
نہیں دیتا یہ دل پھر خاصتاً باللہ ہے اوسکو

نہ وعدہ نہ پیام اقـرار نـہ خاطـر تسلی ہی
کسی صورت نہ خاطر میں مرا نرباہ ہے اوسکو
وہ مستغنی ہے استغنا کا اوس کے کیا بیاں کیجے
مساوی مرتبہ میں ہم گداو شاہ ہے اوسکو
سبھی بالائش میں اوس کی، چھپا ہے وہ عالم کا
حقیقت میں نہیں مطلق کسی کی چاہ ہے اوسکو
نہیں پایا جہاں کو جہاں مارا گرچہ بہتوں میں
مری داست ہر کونے میں دل کے راہ ہے اوسکو

محدث سے سنا ہے لی مع اللہ وقت کو دونے
ملاقات آفریدی سے کـہ و بیگاہ ہے اوسکو

ہماری بات مانو یار مستانے کو مت چھیڑو
دل مجنون صحرائی ہے دیوانے کو مت چھیڑو
بتوں کا پوجنا گـرچہ وطیرا آ پـڑا مرا
مسلمانان کرو انکار بتخانے کو مت چھیڑو
پڑا گوشے میں رہنے دو کرو ہرحاش مت ہرگز
یہاں چھپتا ہے زنبوروں کا بہجانے کو مت چھیڑو
کباب عشق دل عاشق شراب اشک کا بنا
نمک ریزی لب معشوق اس کھانے کو مت چھیڑو

کسی کے ہاتھ آوے گا نہیں کچھ زہد و تقویٰ سے
لکھا قسام میرے کا ہے پیمانے کو مت چھیڑو
نہ کیجو شانہ زلفوں میں وہاں اٹکا کسی کا دل
پریشاں گرچہ خاطر ہے ولے شانے کو مت چھیڑو

سوزِ عشق سے دل آفریدی کا جو جلتا ہے
خدا کے واسطے جلنے دو جل جانے کو مت چھیڑو

اے دل رولا نہ اس قدر انکو ہجر سے تُو
مت دے بہا جہان کو اِس چشم تر سے تُو
جس دم کہ چشم سے ہو میری اشک موج زن
تھمتا نہیں جو تھانبھیگا گر سو ہنر سے تُو
شاید نہ تھا تو آنکھ لڑانے کے حال سے
اے خانماں خراب خبر، ہو کمر سے تُو
اے روشنیِ چشم دُھو دل کے سلوک سے
اب ہاتھ دھو کے بیٹھ رہ جان و جگر سے تُو
جس دل کو دل دیا ہے دل اتنی خبر رہے
اوٹھتا کسی طرح سے نہیں اوسکے در سے تُو
چنداں نہیں مسافت دنیا ہے اے دلا
گھبرا نہ یہاں پر دو ہی قدم کے سفر سے تُو

نالہ سُن آفریدی کا سودا نے یوں کہا
مدت سے گر چکا ہے اثر کی نظر سے تُو

مت ہو ملوث اسقدر اھل حشم سے تو
اے دل کہ جس سے دور ہو اوسکے ندم سے تو

انداز سے زیادہ ہوس بوالھوس کی جان
خلعت سبک سری نہ پھر سن لے ہم سے تو

جس جا کہ قدرو منزلت اپنی میں فرق ہو
مونھ کرا ودھر نہ سوئیو بھاگ اوس حرم سے تو

ہے آبرو کے ساتھ مرا زندگی کا یار
صد شکر کر سمجھ لے وسے مغتنم سے تو

ابناء روزگار ہیں گر وعدۂ خلاف
ثابت قدم ہمیشہ رہو پر اپنے دم سے تو

محفل میں اپنی بار نہ دینا وضع کو
جاوے نکل کے تا نہیں ننگ و شرم سے تو

اشرافیت یہ بس ہے سخن ناصواب کا
خاموش رہو (۱) جواب نہ دینا سقم سے تو

لازم ہے اس جہان کا جنجال چھوڑ دے
آیا تھا چند روز کو ملکِ عدم سے تو

جس طرح آبریدی سبک دوس در جہان
آیا ہے لوٹ جا اونھیں اپنے عدم سے تو

---

(۱) اصل:۔ کذا۔ (خامش رہو یا خاموس رہ۔)

یار کی زلف مکھڑے پر مار کے ہیں نشان دو
دل کو میرے وو ڈسنے کو زہر بھری زبان دو

بالے نس اوسکے دل کے تئیں بالا دیتا ہے بے طرح
آہ وہ کیسی بالیان موتی جڑے ہیں کان دو

ہائے غضب کہ وہ مژہ حس کی سنان تیر نوک
مثل ِ ہدف (۱) ہے ایک دل آبروئے کمان دو

چشم وہ ترک جس ستے عالم دو جہاں ہے تنگ
کوئی نہ سر بسر ہوا کرچکے امتحان دو

عجب ِ آفتاب سے زیادہ بھلا نہ کیوں کہوں
اصل تو اوسکی ایک ہے دیکھ یہ ہیں عیان دو

دانتوں کی مسی اے صنم خوب لگائے واچھڑے!
ایک قیامت اور بھی دوسرے چابے پان دو

حلقۂ نتھ کو دیکھ کر ڈوبا کوئی بھور کے بیچ
دستی دیوار قہقہہ عینک منخران دو

چاہ زنخ میں عاشقان گرجو پڑے ہیں ناتوان
دو لب ِ شہد سے اونھیں بوسہ دے مہربان دو

ہاتھ میں اوس کے پور پور مہندی لگی تو جھک پڑے
جیسے ہوا میں شاخ گل گر پڑے ساعدان دو

---

(۱) اصل۔ حذف۔

گردن وہ صراحیدار مد ہیں تونبیان کوچیں
دلکی کسک مٹانےکو پیارے لگیں ندان دو

نرگس شاخِ گل اگر بولوں کمرکو ناف کو
سحھ ہے باالاتفاق سے اپنے وہ قابلان دو

خندق پاجوتھی سوتھی(۱)سر سےوہ پا ںلک(۲)غرق
زیور و شکل جب ہوئے دونو بہم نو شان دو

سر ستے پا ںلک لباس ناش تمامی بادلا
شعلہ ہے یا کہ برق ہے آیا نظر بسان دو

ناز و ادا کا اوسکی تو شکوہ نہ کیجیو کبھو
معنی میں ہم وہ ایک ہیں ظاہر و جسم جان دو

روزِ ازل میرا تیرا جھگڑا نہیں تھا یک ذرا
اب تو ہوا یہ کیا بھلا فرق پڑا میان دو

آف رے رقیبِ بے حیا تو نے کیا اوسے خفا
سمجھے تھا آفریدی ایک، شک سے ہوا گمان دو

کھول آغوش گلے لگ کے میری جان کو دیکھ
داغ پروردہ ہے دل تجھ لبِ خندان کو دیکھ
باغ مکھڑے میں تیرے نرگسِ شہلا کو یار
لوگ دیتے ہیں تناسب تیری چشمان کو دیکھ

(۱) اصل: تھا سو تھا۔ (۲) اصل: پا للک عرق۔

عاشقاں جانبِ ابرو کی تیرے ہیں مسجود
سقف کعبہ سمجھ اوس درِ دالان کو دیکھ
پیشتر مرنے کے مرنا ہے بھلا کون سو ہم
آہ بے رحم تیرے خنجرِ مژگاں کو دیکھ
خوب آکھاڑا ہے تیرے حسن کا کثرت کے ساتھ
پہلواں بچھڑے ہیں مجھ سے تیرے میدان کو دیکھ
جان فشانی کی(۱) نہ دیتا ہے مجھے داد اے دل
قدردانی میں میرے دلبرِ نادان کو دیکھ

اپنی تعریف نہ کر قاسم علی خلق سے سُن
مرحبا کہتے ہیں سو سو تیرے دیوان کو دیکھ

لے گیا اپنے سے وہ مجھ کو بیک بار ہے یہ
دشمنِ جان و جگر اور دل ازار ہے یہ
دوست ہو کر کے لیا دل کو ہوا پھر دشمن
بے وفا کون ہے جو یار وفا دار ہے یہ
کھینچ مت اور پر تلوار طرف آ میری
لائقِ دار ہے یہ اور گنہگار ہے یہ
کوہکن کھودے ہے کیا یار میں شیریں کے پہاڑ
عقل ہے مجھ کو اگر لعل شکر بار ہے یہ
میں ہوں دیوانہ مجھے حور سے کیا زاہد کام
تیری حوروں ستے بہتر بخدا یار ہے یہ

---

(۱) اصل: کا۔

سنبلِ زلف کے تئیں تاب دئے میداں میں
آفتِ ہوش (و) خرد یار ستم گار ہے یہ

خونِ عاشق سے (۱) حنا بندی کئے ہاتھوں پر
تیغ زن ابرو سے کما ترک جفا کار ہے یہ

بے ترحم کی جگہ قاسم علی پھر اب تک
شوخ طرار مگر تیر سرِ آزار ہے یہ

سبحہ زنار سے ہر چند نہیں رکھتا کام
لیکن اوس شوخ ستمگر کا پرستار ہے یہ (۲)

مجھ کو آیا ہے نظر یار جب اغیار کے ساتھ (۳)
کاوش دل سے لگا ہوں اوس اشرار کے ساتھ

جوشش دل ستے بلبل جو یہ حلاتی ہے
گل کی صورت اوسے آتی ہے نظر خار کے ساتھ

میں جو کہتا تھا اے دل مت ملے بادا نو سے
آخرش کو تو پھسے گا کسی ہوشیار کے ساتھ

یاد وہ روز کہ اول تجھے سمجھایا تھا دل
مت لگا آنکھ کسی نرگسِ بیمار کے ساتھ

خاطرِ جمع سے لو زلفِ پریشاں کے تئیں
دے تناسب نہ کبھو نافۂ تاتار کے ساتھ

اصل: کا۔ (۲) یہ شعر مقطع کے بعد لکھا ہے۔ (۳) یہ غزل حاشیہ پر لکھی ہے

یہ تو دنیا ہے وہ قحبہ رہے کیونکر دجھ پاس
تا کہ یک سب نہ گذارے کہیں دو چار کے ساتھ

مثل مشہور کہ سہہ چھوٹا نوالا ہے بڑا
رہے کس طور پر آفریدی سے لا چار کے ساتھ

غرور یار کا اور مرا انکسار نہ پوچھ
جلے کے تئیں نہ حلا اور وفائے یار نہ پوچھ

شکار کر مجھے غمزہ و ناز سے لکن
سہائے حون میرا نازنیں سوار نہ پوچھ

سم فراق سے سیرین جان دکھلی اور
یہ تلخ کاسئی (۱) سبہائے انتظار نہ پوچھ

حصر ہے دل کی میرے درد کی دوا تجھ سے
سکت و صبر کی طاقت زِ بیقرار نہ پوچھ

اگرچہ خط نے گھٹایا ہے لطف حسن تیرا
وہی ہے چسم مجھے حشمِ فسنہ بار نہ پوچھ

مقیم لنگر سلیم ہے یہ افریدی
محیط ورطہ پر آسوب کا کنار (۲) نہ پوچھ

---

(۱) اصل: تلغ گاسئی۔ (۲) اصل: کار کنار۔

اوس پری رو سے جا پڑی جو نگاہ　　سب گیا بھول طاعت اور گناہ
نہ رہا لا الہ کچھ باقی　　ہوا اثبات جب سے الا اللہ
غور کی میں جو اس زمانے میں　　کہیں دیکھا گدا کہیں پر شاہ
کوئی کھجے ہے اپنی حاجت کو　　کوئی جاتا ہے اپنی اپنی راہ
کوئی کعبہ کی ہی پرستش میں　　کوئی بت پوج کر ہوا گمراہ
کوئی مسجد میں جا خراب ہوا　　کوئی جا کر کنشت میں ہے تباہ
کوئی تسبیح سے ہوا مسرور　　کوئی زنار کو کیا دل خواہ
کوئی ایدھر کوئی اودھر جاتا　　کوئی مغرور ہے بحشمت و جاہ
کوئی پھرتا ہے در بدر مارا　　کوئی عزلت میں ہوا کوتاہ
جو ہے مطلب و مدعا اپنا　　نہیں کوئی بجز خدا آگاہ

کل شئی ہے ہالک تحقیق
آفریدی بقا ہے ایک اللہ

دل کے دینے کا داؤں میں سبب کیا کیا کچھ
اس امورات کے ہیں کتنے ہی ڈھب کیا کیا کچھ
خال ہے، زلف ہے، رخسارہ ہے، اور چاہ زنخ
چشم ترک و مژہ ابروئے دولب کیا کیا کچھ
بے وفائی ستم و جور و جفا ناز و عتاب
اوس پری رو کے ہیں ہمراہ یہ سب کیا کیا کچھ

دیکھنا غیر کو دزدیدہ نظر در محفل
بے محابا ہے رہا مجھ سے بشب کہا کیا کچھ
نہ ہو زانو پہ میرے سر وہ دھر اپنا سویا
آہ طفلی میں سکھایا تھا کسب کیا کیا کچھ
باندھنا چہرے کا شمشیر کا سمجھا بکمر
خنجر و تیر و تبر علم و ادب کیا کیا کچھ
باندھی پھر شوخ نے پہلے ہی کمر میری پر
چین جبین ہوکے یہ بولا بغضب کیا کیا کچھ
کیا ہوے(۱)عقل و فہم دانش و تشخیص تیرے
حکمت عملی جو پڑھا تھا بہ مطب(۲)کیا کیا کچھ

آہ پیری کے سبب نزلہ نواسیر (۳) سا رنج
شامل حال ہے آفریدی کے اب کیا کیا کچھ

آہ دل میرے تئیں جس طرح میں نے پالا (۴)
بے رحم آنکھوں نے لے عشق میں جا کر ڈالا
خال کو دانہ سمجھ کر یہ کبوتر سا دل
دام میں زلف کے افسوس گرا متوالا
ساحرا خون بھری آنکھ قیامت نے تیری
دل بیکس کو پرویا سنان بھالا

---

(۱) اصل: ہوا(۲)اصل: متب(۳)اصل: کذا۔ (بواسیر؟) (۴) یہ غزل ردیف الف سے تعلق رکھتی ہےمگر اصل دیوان میں اسی ردیف میں ہے اس لئے اس کو (ے) کی ردیف ہی میں رہنے دیا گیا۔

غمزۂ و ناز و ادا نے بھی تیری اور غضب
کشورِ دل کو میرے لوٹ لیا ہے لالا
بالا دینے کو کسی کے وہ ستمگر شوخ آج
کان میں آج جو ڈال آیا ہے کافر بالا
مسکراتا ہوا جاتا ہے باطرافِ رقیب
کیا کہوں کون میرے درد کا سننے والا

کوچۂ عشق کو مت چھوڑیو تو افریدی
آخرش ہوگا مہرباں ہوا کیا اب ٹالا

نہ کر غرور تن و حال رہے رہے نہ رہے
یہ عارضی سروساماں رہے رہے نہ رہے
جو لے گیا ہے میرے دل کو چھین، دیکھئے اب
وہ شوخ مجھ پہ مہرباں رہے رہے نہ رہے
کسی کے ہجر سے ہے العیاب عالم میں
جہاں میں کوئی بھی انساں رہے رہے نہ رہے
ہمیشہ دہر میں رہنا جو غیر ممکن ہے
تو پھر بلا سے یہ امکاں رہے رہے نہ رہے
کلام ہوگا میرا، تا ہے گلشنِ دنیا
اگرچہ بلبل بستاں رہے رہے نہ رہے

جدی ہے منزل ہر ایک کی وہاں تو یہاں
گـر اتفاق سے یاراں رہے رہے نہ رہے

نہ کیجو یار تو احسان بغیر آفریدی
کہ غیر پر تیرا احسان رہے رہے نہ رہے

مآل اپنے کی اے دل خبر رہے نہ رہے
یہاں پہ آہ کا تیری اثر رہے نہ رہے
ہم آپ ہو چلے رخصت بسانِ پروانہ
شمع کے نور کا شاید شرر رہے نہ رہے
نگاہ کی میں جو کم فرصتی پہ عمر کی آہ
عبث ہے ریست کئی دم کو گر رہے نہ رہے
اوداس ہـوکے گئے ہیں بہت ہماری طرح
اب آگے دیکھئے (۱) کوئی بشر رہے نہ رہے
یہاں کا حشر میں ہـوگا سنا، حساب کتاب
وہ باز پُرس کے پیچھے حشر رہے نہ رہے
نہ رہ سکے جو یہاں ہم تو پھر بلا سے میری
سمک سماؤ کـہ شمس و قمر رہے نہ رہے

کسی کے وصل کی امید میں یہ آفریدی
جئے جئے نہ جئے یا کہ مر رہے نہ رہے

---

(۱) اصل۔ اگئی دیکئی۔

اوس دل کو دل کہوں کیا جو سنگ ہے سو یہ ہے
اوجھل کا ایک پردہ فرسنگ ہے سو یہ ہے

ہے دل میں وہ سمایا اب تک نہ کیوں کہ پایا
غیرت جو ہے سو وہ ہے اور ننگ(۱) ہے سو یہ ہے

ظاہر ہے اوس کی مورت گر دور ہو کدورت
آئینہ دل صفا تھا پر زنگ ہے سو یہ ہے

جس شے میں رنگ ہوگا اوسکا بھی سنگ ہوگا
ہر رنگ کا رنگا ہے رنگ ہے سو یہ ہے

بل کھا کے اوسکا جانا عاشق سے جی چورانا
وہ تو لکدزی بھی سر چنگ ہے سو یہ ہے

ناجائز اور جایز عاشق کا دل نہ سمجھے
تجھ حسن کے مزے میں سر ننگ(۲) ہے سو یہ ہے

دیتا ہے کود جانا کیا سخت آفریدی
جو این وآں سے کودے غررنگ(۳) ہے سو یہ ہے

جس دل سے دل یہ اٹکا وہ جان ہے سو یہ ہے
ہے جی کی(۴) کیا حقیقت ایمان ہے سو یہ ہے

جنت کا تیری زاہد افسانہ ہے پہ مجھکو
یہاں یار حور اپنا غلمان ہے سو یہ ہے

---

(۱) پشتو میں ننگ کے معنی غیرت و ہمت ہیں یہاں انھی معنوں میں استعمال ہوا ہے
(۲) اصل: کذا۔ (سربھنگ؟۔) (۳) غررنگ یا غورزنگ پشتو لفظ ہے۔ بمعنی جست و خیز۔ چھلانگ۔ موج و طوفان دریا۔ (۴) اصل: جی کو۔

جز عشق عارضی ہے دنیا کی سب حکومت
پر دل کی سلطنت کا سلطان ہے سو یہ ہے

مجلس میں گر نہ بیٹھے وہ جا کے مدعی کی
اوس وصل کی نشانی پہچان ہے سو یہ ہے

غیروں سے مسکراوے ہنسا مجھے بہاوے
افسوس ہے سو وہ ہے ارمان ہے سو یہ ہے

ہر چند میں نے اوسکو سمجھایا سو طرح سے
وہ کب کسی کی سنتا نادان ہے سو یہ ہے

آتے ہی فوج خط کے سب لیں گے راہ اپنی
صدقے کوئی نہ ہوگا قربان ہے سو یہ ہے

مل بیٹھو ایک شب کو گر پاس ہم ہمارے
مشکور ہو کہوں گا احسان ہے سو یہ ہے

رنجش کا درمیاں میں کچھ دخل نہ لاؤ
جمہور مہوشاں میں شایان ہے سو یہ ہے

ہیہات غیر لوٹیں تجھ حسن کے مزے کو
بے کس غریب بے بس حیران ہے سو یہ ہے

گر زلف اوس کو دیکھو چاہ زنخ دری کو
زنجیر ہے سو وہ ہے زندان ہے سو یہ ہے

مجھ دل کی آہ آفت رونا ہے مثل طوفاں
بجلی کا ہے وہ کوندھا باران ہے سو یہ ہے

جوں شمع وہ فروزاں پروانہ ساں میں سوزاں
خنداں ہے سو وہ ہے گریاں ہے سو یہ ہے

غیروں کی یاد کرنا مجھ دل نہ دل نہ دھرنا
کچھ یاد ہے سو وہ ہے نسیان ہے سو نہ ہے

فسحت سے عاشقی کے مت ٹلیو آفریدی
چوگان کو یہی ہے میدان ہے سو یہ ہے

محھے تو رسوا ہی ایک دلبر نے دغابازی سے کیا کیا ہے
عجب کیا ہے ستم کیا ہے جفا کیا ہے خطا کیا ہے (۱)
کہ کھینچ خنجر کو ایک لمحہ میں سر کو تن سے جدا کیا ہے
ہمارے میں قربان اپنے عاشق کا حق خوب ادا کیا ہے
عجب طرح کا وہ بت ہے بدخو کہ شوخ ظالم ہے بے نجانا
دعا کبھی میں جو نہ تھا وہ، وفا جو کی میں جفا کیا ہے
کہا میں مشتاق مدتوں سے ہوں مجھکو پابوس کر نے دیجے
وہ بولا چل دور یہاں سے ٹلجا میں پا کو رنگ حنا کیا ہے
لیا ہے دل نقد سا ہمارا نگاہ اوس کی بڑی لوٹیری
نہیں ہے کوئی داد دینے والا جو را کیا یا بھلا کیا ہے
وفا کا پیمان مجھ سے جو تھا سو توڑ کر دل کو لے گیا تو
دریغ حسرت ہے آہ ظالم نہ کس کی خاطر دغا کیا ہے

کہاں وہ شرم و حیا گئی ہے رہے جو باقی سو بے وفا ہے
نہ مانی ایک بات آفریدی کی غیر کا پر کہا کیا ہے

(۱) جفا خطا اور دغا مؤنث ہیں مگر اس غزل میں مذکر باندھے گئے ہیں ۔

یہ دل تقدیر سے آزاد ہے و نہ (۱) پند حا ہے ہے
خیال آتشں مکھڑے سے داغ چند چاہے ہے
بملکِ عشق دازی کوئی لاوے سینہ دل کو
نواسکو توڑ کر وہ مجھ ستے پیوند چاہے ہے
سنی مدت سے دیتا ہوں میں ضبط اسک کو لیکن
یہ اب تک طفل ابتر گوشمال و پند چاہے ہے
بلذات غمِ عشق سا ہے (۲) جاں مدت سے
تعجب ہے جو کوئی مجھ سے دل خورسند چاہے ہے

طب عطار کی دوکان سے اوریدی کو کیا حاصل
نعمر از شربت دیدار لب گلقند چاہے ہے

ہے خزاں عمر کا افسوس غم سار وہی
غنچۂ دل میں ہے تازہ گلِ رحسار وہی
راحت و محنت اس باغ کی ہم کیا جانیں
جس کو سمجھے تھے کہ گل ہے سو ہوا خار وہی
حسن افزود کے تئیں روبہ کمیں خط نے کیا
صبر کم دل میں مگر حسرتِ بسیار وہی

---

(۱) اصل: کذا (وہ نہ) ۲) اصل: کذا۔

موسم گل میں ہم اور تو نھے بہم یاد وہ روز
چمن خوبی میں تھا حسن نہ گلزار وہی

آوریدی ہے مجھے یاد فلک پر اوڑنا
قفس تن میں ہے اب تک بھی گرفتار وہی

شہر میں اب تو عجب شور ہے غوغا بھی ہے
خبر آنے کی مسیحا کی نہ اچھا بھی ہے
کیوں نہ اوٹھے میری خاطر سے غبار آلودہ
اب تو جولاں گہی کو بادیہ پیما بھی ہے
اوس کے کوچے ستے مشکل ہے سلامت جانا
دست میں تیغ لوالے معرکہ آرا بھی ہے
باغِ عالم ہے عجب لالہ و نسریں سے بھرا
آنکھ کو کھول اگر دیدۂ بینا بھی ہے
سچ کہہ اسد دو جگ میں ہوں جو قرباں تیرے
عاشق باختہ دل کی تجھے پروا بھی ہے
تو جو خلوت میں بٹے جام مئے مگوں کا
جمع مخلوق ہوئی (۱) بر سرِ رسوا بھی ہے
جا نو اے تیرگئی بخت میری مرقد سے
سایہ ڈالے ہوئے اپنا قدِ رعنا بھی ہے
عقدہ خاطر کا کھلا اشک سے میرے یارو
قطرۂ خون یہ گویا (۲) گوہرِ دریا بھی ہے

---

(۱) اصل: ہوا۔ (۲) اصل: کذا۔ مصرع کا وزن درست نہیں رہتا۔ (گو، گوہر دریا بھی ہے؟)

وقت بسمل کے ہے(۱) تن رقص میں آیا ہے بہ شوق
ہے میرا خون پڑا وہاں پہ تماشا بھی ہے
شوق مایوس کا رکھتا ہوں دمِ مرگ مجھے
جان بلب آیا تو پھر دل بہ تمنا بھی ہے

کب تلک نالہ و زاری میں رہے آفریدی
آہ اس ہجر کی شب کی (۲) کبھی فردا بھی ہے

آخر کا حال اپنے زِ اول نظر میں ہے
آبادیٔ جہاں کا (۳) جنگل نظر میں ہے
نو رستہ گل کو بخشی ہے آمیزی رنگ کی
اس جز و کل کا بھول سے تا پھل نظر میں ہے
روئیدگی کے جوش سے جو کچھ کہ (۴) ہے نمود
شاخ و ثمر و برگ کی کونپل نظر میں ہے
شیریں و تلخ پھل ہے پھلاڑی جہان کی
یکسو انار یکطرف حنظل نظر میں ہے
لے قعر سے زمین کے تا وسعِ لامکان
خط شعاع صفحۂ جدول نظر میں ہے
نشو نما طلسم بنایا ہے اوس نے جو
از بسکہ اوس کھلاڑی کا چھل بل نظر میں ہے

(۱) اصل: کذا (۲) اصل: شب کو (۳) اصل: جہان کی (۴) اصل: کے

آتا نظر ہے اوس کا جھمکڑا ہر آن میں
ایک شعبدہ ہے جو کہ ہہ ہر پل نظر میں ہے
چاہے کرے ضعیف سلیماں کو جیسے مور
قدرت کا اوس کی طاقت و (۱) اور بل نظر میں ہے
فانوس میں چھپے نہیں جون روشنئی شمع
نور اوسکا تن کے پردے سے اوچھل نظر میں ہے
جس کے نشیں ہے مرتبہ ستائی کا حصول
اعلےٰ سے تا لگا کے بہ اسفل نظر میں ہے
صورت میں خوش قدوں کی سماتا ہے آپ ہی آپ
جما پھر اوس کی عاشق بیکل نظر میں ہے
مخفی نہیں ہے اوس سے کوئی چیز نیک و بد
دشتِ فتادہ، دانہ خردل نظر میں ہے
ایک شعلہ نور نے تھا کیا سوخت کوہ طور
اے لوٹیے فلک دہرا کاجل نظر میں ہے
ظالم کے ہاتھ سے جو نہ ہو ظلم سو عجب
اوس کے خیال کی (۲) میری ہلچل نظر میں ہے
ممکن نہیں کسی کی جو دے داد یہ فلک
ظاہر بہ صبح مہر کی مشعل نظر میں ہے

---

(۱) یہ واوِ عطف زیادہ ہے۔ (۲) اصل: کا۔

دنیا سے، دین سے اوسے کیا کام ہے یہاں
جس چشم دل کو عقدۂ ینحل نظر میں ہے

اندازہ سے زیادہ سہ بول آفریدی بس
میرے دل و دماغ کا مختل نظر میں ہے

جو میرا لے گیا دل، کون وہ انسان ہے کیا ہے ؟
پری ہے یا ملک یا حور یا غلمان ہے کیا ہے؟
نظر زلفوں پہ اوس کی جا پڑی جس کی، لگا کہنے
یہ دونو سانپ ہیں یا کاکلِ پیچان ہے کیا ہے؟
گیا ہوں بھول سب کچھ دختر رز جیسے ہاتھ آئی
جگر ہے جان ہے ایمان ہے ایماں ہے کیا ہے؟
ہمارے یار کے کچھ درمیاں جو بات بول اوٹھے
رقیبِ روسیہ غماز یا شیطان ہے کیا ہے؟
زمین پر جھانکتے ہیں روز و شب افلاک سے کس کو
مہ و خور یا کسی کا دیدۂ حیران ہے کیا ہے؟
میرے رونے کو دیکھا ہجر میں جس نے سو یوں بولا
جھڑی برسات کی یا موجۂ طوفان ہے کیا ہے؟
یہ جوشِ عشق لٹکے ہے نہیں مجھ کو تمیز اتنی (۱)
یہ مژگاں لختِ دل یا دُر ہے یا مرجان ہے کیا ہے؟
میری چھاتی پہ رکھ کر دست کی تشخیص حکما نے
یہ سینہ کانِ گندھک یا کہ آتشدان ہے کیا ہے؟

---

(۱) اصل۔ اتنا۔

جلے سینہ سے دود اوٹھا دماغ آشفتہ کر ڈالا
مکرر دل بھونا یا پھر جگر بریان ہے کیا ہے؟
نہ بھول اے خضر مرجانا ہے آخر تک جیا تو کیا
اگر مادام ہے کیا ہے وگر یک آن ہے کیا ہے؟

فنا فی الشیخ ہو تفریق افریدی نہ کر ہرگز
نبی ہے یا علی یا حافظ قرآن ہے کیا ہے؟

میرے سینہ میں امر روح یا وہ جان ہے کیا ہے
مسافر (۱) ہے کہیں کا یا کوئی مہمان ہے کیا ہے؟
وہ ہے کا رو برو آنکھوں کے دکھلائی نہیں دیتا
غضب ہے قہر ہے آفت ہے یا بحران ہے کیا ہے؟
زلیخا گر تو دیکھے شوخ میرا، بھول جاوے گی
کہے گی اوسکے آگے سچ مہ کنعان ہے کیا ہے؟
میں اوس کی زلف کے حلقہ کو یارو دیکھ حیران ہوں
یہ ہے گا دام یا پھندا ہے یا زندان ہے کیا ہے؟
نہ کر سکتا ہوں میں تفریق رخساروں کے بیچ اوسکے
ستارہ ہیں یہ دو یا مہرو مہ تابان ہے کیا ہے؟
دیا اوس شوخ نے ایک روز بوسہ مجھ کو میں بولا
میاں یہ حسن کا صدقہ ہے یا احسان ہے کیا ہے؟
لگا کہنے وہ میری دل دہی کو (۲) دیکھ حالت کو
یہ احمق ہے بچارہ سادہ دل نادان ہے کیا ہے؟

---

(۱) مصافر۔ (۲) اصل: کے۔

کریں کیوں کر نہیں ہم عشق کے چرچے کو ورد اپنا
ہمارے واسطے لایق ہے اور شایان ہے کیا ہے؟

اسے تو حوم کر اور چاٹ کر دڑھما ہے افریدی
سماوی نہ کسے کا ہے کو، پر دیوان ہے کسا ہے؟

یہ چہرہ مصحفی پر زلف الف لام ہے ہے کیا
و یا پھولے سفق کے بیچ ظاہر شام ہے کیا ہے؟
دھواں ہے شمع کا یا سانپ بیٹھا ہے حزینہ پر
مہر ہے ابر میں یا سنبلِ گلفام ہے کسا ہے؟
رخِ ہندی، پر زنگی خال نے تصویر جن کھیچی
ختن کا مسک یا اشہب کا عنبر خام ہے کیا ہے؟
یہ ہے دلالۂ جادو ادا یا دردِ عیارہ
یہ پیچ و تاب رستہ جان و دل کا دام ہے کیا ہے؟
قلعہ اسرر کا یا موج زن ہے نسر بدا دریا
عصائے موسوی عمر خضر مادام ہے کیا ہے؟
کمند افگن دروز و رہزن شگمر بے خطرہ
یہ این و آن کا عیش و نردبان بام ہے کیا ہے؟
گلی میں اوس کی ہے کیوں شور و غل یہ اژدہام اتنا
وہ شوخ استادہ ہے یا روزِ قتلِ عام ہے کیا ہے؟

---

(۱) اصل ۔ پڈھما ۔

نہیں ہوتا ہے وہ پہلو میں جب ، میں نہ سمجھتا ہوں
کہ ساقی کیا بلا، مے چیز کیا، اور جام ہے کیا ہے!
مجھے دیتا ہے وہ گالی ہم اوس لذت کو مت پوچھو
شکر ہے شہد ہے یا قند یا دشنام ہے کیا ہے!
نہیں ہٹنے کے رسوایان عشق اوس سوچ کے در سے
سمجھتے کب ہیں طوفان تہمت و الزام ہے کیا ہے

ہوا دار (ے) بریساں روزگار (ے) مثل آوردی
نظر آیا سر شوریدہ نہ بدنام ہے کیا ہے

لب جاں بخش وہ جب در سر بیداد آوے ہے
مسیحا کو مسیحائی نہ اپنی یاد آوے ہے
لگائی یاد شیریں نے یہ آتش جان میں گویا
جو ہوئے دود تلخ از مرقد فرہاد آوے ہے
گریباں مجھ پہ ہے جیسے قفس فصل بہاراں میں
غضب ہے یاد ملنا آسنیں فرہاد آوے ہے
ہوا ہے شربت لب صاحب قسمت کے نئیں روزی
شکار بیکسوں کے خنجر فولاد آوے ہے
ہوا تن سے جدا سر جب، میری پرخون آنکھوں سے
کہ سیل خون بشستن ساعد جلاد آوے ہے

بسان آتش زدہ لخت جگر لاتا ہوں آنکھوں سے
جفا کی طرز اوس کے وصل میں جب یاد آوے ہے
اگر مکھڑے کو اپنے آرسی میں دیکھے تو جانے
مرے ہاتھوں سے مری جاں یہ جو ناشاد آوے ہے
زمیں پر خاک مستانوں کی نخوت سے نہ پا رکھے
گلی سے اوس پری کی جو سحر کو یاد آوے ہے
پڑی ہے آنکھ اوس کی اوس پہ شاید رشک سے تب تو
فلک سے رعد جو روتا ہے تا فریاد آوے ہے
جو دیکھا چاک سینہ روز محشر جور جانا (ں) سے
کہا مجنوں نے یہ قاسم علی اوستاد آوے ہے

نہیں اس ہستئی موہوم کا عاشق ہی آفریدی
ازل سے تا ابد عاشق یہ مادرزاد آوے ہے

جلاتا شمع در پروانہ گرچہ اسی جھاتی ہے
بہ خاطر داشت پروانہ شمع آنسو بہاتی ہے
نظر نازوں سے کب پردہ ہے کوئی بیٹھے خلوت میں
نہی ہے بھمدگر فانوس میں صورت جھپاتی ہے
جلائی گرچہ پروانہ نے صورت اپنی عاشق ہو
شمع اوس سینہ سوزاں کی مگر کچھ (۱) نوکھاتی ہے
اگر ہے زندگانی بار پروانے کو شمع دیکھ
شمع پر آفریں سر پر جو وہ اگنی (۲) جلاتی ہے

---

(۱) اصل: کذا۔ یہاں کوئی لفظ رہ گیا ہے (۲) اصل: اگی۔

جو پروانے کا پاسِ دوستی ہوتا نہ شمع کو (۱)
یہ جا انصاف ہے کیوں اشک میں اپنے نہاتی ہے
میانِ عاشق و معشوق سمجھو رمز ہے ایک ہی
اگر ہے فرق کیوں گل پر (یہ) بلبل چہچہاتی ہے

گڑی ہے بے طرح ہرگز اوکھاڑے سے نہ اوکھڑے گی
تیرے دل میں جڑی مبخ آفریدی اژدہاتی ہے

شب وصال ہے پھر دل کدر ابھی سے ہے
کہ صبح ہو نہ جدا مجھکو ڈر ابھی سے ہے
کہا تھا دایہ نے مجھکو بہ وقتِ دادنِ شیر
کسی کے عشق کا اسکو اثر ابھی سے ہے
نہیں بلاغ وہ اب تک ہوا بہ سن تمیز
بقتلِ عاشقِ بے کس نظر ابھی سے ہے
رقیب کا نہ سخن گوش زد ہوا اوس کے
جفاؤ جور ستم کا خطر ابھی سے ہے
نہ اوس نے باندھی کمر ملک دل کی غارت پر
ہمارے دل کا پر اوجڑا نگر ابھی سے ہے
اگرچہ ہجر کا اوس کی بعید ہے عرصہ
پہ بے قراریٔ و جان و جگر ابھی سے ہے

---

(۱) اصل: ''جو پروانے کی پاسِ دوستی ہوتی نہ شمع کو''

ہنوز آہ نہ کھیچی ہے پر سخن سے مری
بسان برق چمکتا سرر ابھی سے ہے
بہ وصل شمع نہ گذری تھی شب پتنگا شام
پڑا لگن میں وہ بے بال و پر ابھی سے ہے

اگرچہ باقی ہے میعاد در جہاں بہ خیال
پر آفریدی ر دنیا بدر ابھی سے ہے

ضعیف ہم نہیں پر بن رقق ابھی سے ہے
خیال مرگ سے دل پر قلق ابھی سے ہے
جوانی اپنی کو کیا یاد ہم کریں گے آہ
توان و تاب میں اپنی فرق ابھی سے ہے
ہمارے واسطے ایسا دہن ہے پھیلائے
پڑا زمین میں دیکھا کہ شق ابھی سے ہے
اگرچہ ہے نہیں تعداد حسر کی معلوم
پر اوسکے روز کا خطرہ بحق ابھی سے ہے
ہنوز چاشنئی نزع کی چکھی بھی نہیں
کہ نام موت سے کڑوا حلق ابھی سے ہے

کمر بندھی ہو حقیقت میں جوں مسافر کے
عدم کے جانے کو یہ سب خلق ابھی سے ہے

فنا جہاں کو سمجھ بر زبانِ افریدی
بیادِ موت اسے (۱) ہر دم سوا ابھی سے ہے

کسی کے وصل میں ہجرت کا غم ابھی سے ہے
وہ سوچ سر بسرِ جور و ستم ابھی سے ہے
قرار غمزوں سے مجھ سے بہ چشم دزدیدہ
عتاب و قہر پر اوس کے قسم ابھی سے ہے
نہیں میں وہ ہوں کہ مل کے مجھ سے ہو بدنام
خفا ہو کس لئے ناحق صنم ابھی سے ہے
وہ لطف (۲) و مہر و مروت کہاں گئی تیری
کہ پاس خاطر مجھ سے کے کم ابھی سے ہے (۳)
کریں گے دل شدگان یاد کیا کہ ملتے ہی چشم
بسان آہوئی دم خوردہ دم ابھی سے ہے
ہنوز تو نہیں پہوچا بشہرِ خاموساں
مگر خیال میں ملکِ عدم ابھی سے ہے (۴)

ابھی تو وعدہ واعد نہیں ہے افریدی
تمرا تو پیس روی پر قدم ابھی سے ہے

---

(۱) اصل. کذا (سے؟) (۲) اصل: نہ لطف (۳) یہ مصرع یو نہی لکھا ہے۔
(۴) اصل میں یہ شعر مقطع کے بعد لکھا ہے۔

میں ہوں دیوانا کسی کا کون سمجھاوے مجھے
ناصحا با گفتگو بیہودہ بہکاوے مجھے

کیا ہے خاطر میں نہ جانوں نازنیں کے اسقدر
روز شب حسرت کی آتش سے جو پھوکواوے مجھے

آج کا وعدہ کیا تھا کل، پھر اب کہتا ہے کل
کل کے آنے پر بھلا کس طرح کل آوے مجھے

مدعی کے گھر میں جا کر بیٹھے باصد التفات
باخلاف وعدہ پہ افسوس بہلاوے مجھے

غیر کی محفل میں بلوا کر کہے چل دور ہو!
وا دریغا غیر کی صحبت میں سرماوے مجھے

زندگی ملکِ عدم سے کس لئے لائی یہاں
دیکھئے کیا کیا ہے قسمت میں، کہ دکھلاوے مجھے

لطف وصل کی خبر کب بے نصیبوں کو ملے
یا نہ نامہبر سے تو مکتوب بھجواوے مجھے

یار گارِ قیس اور قایم مقامِ کوہکن
خلق کہتی(۱) ہے و لیکن تو جو کھلاوے مجھے

آفریدی گر میرا اوس کو سخن منظور ہو
سلطنت کے تخت پر گویا کہ بٹھلاوے مجھے

---

(۱) اصل: کہتا۔

مدعی کے گھر اگر وہ سوخ بلواوے مجھے
جو ہے دل میں، حق تعالیٰ بر زباں لاوے مجھے

مثل عنچہ کے اگر بستر کہیں ناوے مجھے
خون میں جوں گل وہ سر تا پاے نہلاوے مجھے

وہ بلاۓ جاں کہ جسکے ہا تھ سے ہوں داد خواہ
آہ اگر روزِ جزا بھی رو نہ دکھلاوے مجھے

خواہ کو ہو یار کا نا خواہ کوئے مدعی
درگذرگاہ نکویاں کوئی گڑواوے مجھے

اوس کی فرقت سے نہیں ہے ممکن مجھکو یک گھڑی
جو نہ ہو جانانہ دربر جاں چہ کار آوے مجھے

یار گر اغیار کی مجلس میں جا بیٹھے تو پھر
زندگانی دوستو کس طور سے بھاوے مجھے

رنج و راحت کی نہیں کچھ آفریدی آرزو
میں بجالاؤں اوسی دم جو کہ فرماوے مجھے

جب سے اس عالم میں خالق نے کیا پیدا مجھے
کاروانِ عشق کا افسر کیا شیدا مجھے

خار مژگاں کا چبھویا چشم نے راحت کے بیچ
خواب کب آتے نہ بستر بخمل و دیبا مجھے

نور ایماں کا رہا باقی نہ قشقے کا نشان
کر چکا مردود عالم عشق بے پروا مجھے

غیر کو شربت پلاوے وصل کا، اور رشک سے
زہر ساغر بھر کے دے وہ لعل سکرخا مجھے
روؤ میرے حال پر اے آرزو مندو مجھے
لے چلا وہ قتل گہہ کو نرگس شہلا مجھے
جس طرح شاخِ شجر دے گل کسی کو صبحدم
لخت دل ہو اشک تحفہ برمژہ لایا مجھے
بغض سابق (۱) ناگہاں ظاہر کیا اوسنے تبھی
دور در سے تیرے پایا چرخ نے تنہا مجھے
چشم دونو باندھ کے گردن پہ رکھی تیغ کین
تشنہ لب مارا ارے ظالم لبِ دریا مجھے

کل سگ و درباں کی خوش آمد سے افریدی ملے
آج سے فرصت اگر دے مرگ تا فردا مجھے

وہ شوخ شب کو ہوا خواب میں دو چار مجھے
دل اپنے کا نہ رہا تب سے اختیار مجھے
کروں میں صبر بھلا کس طرح نہ چھوڑے ہے
کہ انقلاب زمانہ بیک قرار مجھے
برنگ سایہ نہ دی میرے شیں ہزار افسوس
سہ نصیب نے جا کہ بکوئے یار مجھے

(۱) اصل: بغض و سابق۔

حفا کی تیغ سے گر ہو ہزار ٹکڑے سر
حوس آوے اور بھی وہ تیغ آبدار مجھے
نہ لاؤں پند کو ناصح کی، اپنی خاطر میں
کیا کرے وہ نصیحت بڑا ہزار مجھے
کبھی کسے نہیں وہ سرگروہ ایسے ئئں
حو دیکھے قیس کسی دن نگریہ زار مجھے
فراق میں نہیں آرام دل کو یک لحظہ
ملے حو سوخ کسی جا پہ ایک نار مجھے
تمام طے کروں مطلب حو آرزو دل کی
در آوے رکھے ہمیشہ وہ ہم کنار مجھے

حو چاہے کاٹ لے قاسم علی کا سر لیکن
اسیر ناز نہ رکھ (۱) یہاں پہ انتظار مجھے

کعبہ بتخانہ میں حس کی تھی جو جستجو (۲) مجھے
بعد مدت دل میں دکھلایا اوسی نے رو مجھے
غم الم اندوہ حسرت ایک لحظہ میں اوٹھا
مرشد کامل نے حب تلقیں کیا یا ہو مجھے
عیش و عشرت صبر و عقل و ہوش سب رخصت ہوئے
یعنی چھوٹا ما سوا باقی رہا ایک تو مجھے

---

(۱) اصل: نہ رکھہ۔ (۲) اصل: کذا۔ وزن جست و جو بولنے سے درست ہوتا ہے۔

جس گھڑی اوٹھتا ہے پردہ میں وس کے وہم کا
کچھ نہیں آتا نظر تیرے سوا ہر سُو مجھے

نار اگر پاؤں کفن کے دوحت کو اوس یار سے
بس ہے اے قاسم علی اوس زلف کا یک مُو مجھے

ہم کس سے حال اپنا یہ درد دل کہیں گے
جس دم چھوٹے جہاں سے جا گور میں بھسیں گے

ہوگا نہ کوئی اپنا اوس تنگ تر مکاں میں
جز خاک بھا کہے کے بس اور کیا کریں گے

جاویں گے عیش و عشرت سب بھول اس جہاں کی
سب کچھ یہاں کا یہاں پر ہم چھوڑ کر چلیں گے

پھر بعد مرگ یاراں جلدی کریں گے از بس
بھلا دھولا کے لاشہ وہ دوش پر دھریں گے

پہونچا کے پھر مکانِ موعود پر ہمارے
با صبر فاتحہ پڑھ خاموش ہو رہیں گے

پھر دیکھیئے تو کیسے اپنے سے بن بڑے گی
مایوس سب سے ہو کر ماٹی میں جا ملیں گے

منکر نکیر آکر پوچھیں گے حق و باطل
دیگی زباں جو یاری ووہی جواب دیں گے

اعمال اپنا ظاہر جو کچھ کہ ہم کیا ہے
فضل و کرم سے خالق اپنے کے ہم بچیں گے

کچھ اور بعد اوس کے محشر کا دغدغہ ہے
ہر فرد سے سنا ہے وہاں پر حساب لیں گے
میزان میں عدل کے اعمال حسن و سر کا
مثقال کم سوا کے پلس (۱) نہیں تولیں گے
چھوڑا نہ شیخ جیو نے ڈاڑھی سوا جہاں میں
باوصف جانتے ہیں آخر کو ہم مریں گے

گر عدل ہو تو لٹے اور فضل ہو تو چھٹے
یہ مثل آفریدی دیکھیں گے اور سنیں گے

موہوم زندگی سے جس دم کہ ہم ہٹیں گے
اوس غم میں اقربا کے ناحق جگر پٹیں گے
کب چھوڑنے ملایک جس کا ہوا ہو وعدہ
اگلوں کو لیے گئے ہیں باقی رہے سٹیں گے
ہے رسم و راہ آنے جانے کی (۲) مدتوں سے
جیسوں کے ہنگے تیسے پر حشر تک اٹیں گے
جاویں گے پامال ہیں سب ہی جانے والے
اور آنے والے پیچھے داری ستے چھٹیں گے
رہنا نہ ہوگا اوسکا ایک دم کو پھر جو چاہے
جس دن عناصری کے اوس دم کہ دم گھٹیں گے

---

(۱) اصل: کذا (غالباً پلہ یعنی ترازو کے پلڑے کی جمع کے طور پر استعمال کیا ہے۔
(۲) اصل: آنا جانیکا۔

ہم نام حق کا ہر دم جب تک حشین رٹیں گے
یہ بار پسود دم کا اذکار سے بٹیں گے

حتنے ہیں آفریدی خالق جو چاہے مٹئے
پر اور کے مٹائے ہرگز نہیں مٹیں گے

اس بن عناصری میں جس دم کہ دم نہ ہوں گے
ہوگی عجب فراغت پھر کوئی غم نہ ہوں گے

ہر چند ہم جہاں سے ناراض پر جو دم ہیں
خواہش ستے ہماری کچھ بیش و کم نہ ہوں گے

نابود ہوگی دُنیا اپنے ہی بھاویں اوس دم
جس وقت اس جہاں میں اپنے قدم نہ ہوں گے

حرص ہوائے دنیا ناحق کرے ہے عالم
باوصف جانتے ہیں آخر کو ہم نہ ہوں گے

گر زندگی جہاں میں تا حشر جوں خضر ہو
یہ مت گمان کرنا اب ہم عدم نہ ہوں گے

خالق کی جو ہے خلقت اوس کو فنا ہے لازم
ارض و سما تو کیا ہیں لوح و قلم نہ ہوں گے

کیا تجھ سے آفریدی مسلح میں اس جہاں کی
گذرے کڑوڑ سنکھوں نیل و پدم نہ ہوں گے

ہم نے دو اوجاڑ اور بستی دیکھی — دنیا کے سبھی بلند اور پستی دیکھی
صورت پہ حال اپنی آیا حس دم — یک لحظہ حباب وار (۱) ہستی دیکھی
کتنوں کے معاش کی درستی دیکھی — کتنوں کی بخانہ فاقہ مستی دیکھی
دنیا ہے سان قحبہ خوشدل غمگیں — روتی ہے کبھی کبھی تو ہستی دیکھی
جس دست کی میں دراز دستی دیکھی — اوس دست کی آخر س سکستی دیکھی
حس نے ستم کیا مکاں کو تعمیر — دیوار پھر اوس مکاں کی کھستی دیکھی
باوصف عیاں ہے لیک بعضی خلقت — اوس شوخ کی دید کو ترسی دیکھی

یہ طرفہ ہے ماجرا کہ کعبہ دل میں
آفریدی کی ہم نے بُت پرستی دیکھی

سنتے تھے کہ دنیا ہے عجب جائے فزا کی
دیکھا تو ہے معمور سبھی رنج و بلا کی
کیا شرح کروں اپنی وفا اوس کی جفا کی
میں نے نہیں چھوڑا اوسے پر اوس نے دغا کی
میں رشک سے جلتا رہا جوں شمع شب آگے
گرم اوس نے بہ پہلوئے خود اغیار کی جا کی
نے ناز نہ انداز سے میری (۲) حق خدمت
بزم اپنی میں ٹھلا نہ کبھی اوسنے ادا کی

---

(۱) اصل: جناب ۔ (۲) اصل: کذا ۔ ''میرا،، چاہئیے مگر اس طرح قافیہ اور ردیف (ادا کی) درست نہیں رہتے۔

نے مہر مروت نہ مہربانی و الطاف
معشوقوں میں ننگ (۱) نہ غیرت نہ حیا کی
اپنا کوئی دل انکو نہ دیتا ہے خوشی سے
پر لیتے ہیں یہ چھین کے، سوگند خدا کی!
اظہار کیا اوس سے جو دوکھ درد کا اپنے
ناطعنہ و تشنیع نہ دشنام سزا کی
غیروں سے ملاوٹ ہے مگر مجھ سے روکاوٹ
معلوم نہیں اوس کی میں تقصیر ہے کیا کی
زنجیر میں زلفوں کی جکڑ دل کو مرے آہ
فرمایا کہ امید کبھی رکھ نہ رہا کی!
پوچھا میں خطا کون سی بات ہے یہ بولا
کیوں آنکھ لڑائی تھی یہ کیا تھوڑی خطا کی؟

وہ جور و ستم کرنے سے اپنے نہیں چوکا
پر اوس کو میں آفریدی نے ہر وقت دعا کی

محبت ماسوا کی جس نے کی گوری کالوٹی کی
یقیں کیجو کہ کافر ہوکے اپنی راہ کھوٹی کی
محبت ماسوا اللہ کی ہر کفر سے بدتر
فقیروں نے قناعت تب تو برسیلی لنگوٹی کی

---

(۱) ننگ پشتومیں غیرت و حمیت کے معنوں میں آتا ہے۔

قناعت کا خزینہ گر کسی کے ہاتھ لگ جاوے
نہیں پرواہ رکھتا ہے کسی صراف سوٹی(۱) کی

دل قانع کے تئیں نان جویں خوشتر ز تر حلوا
نہیں ہو احتیاج اوس کو پولاؤ گوشت روٹی کی

جگر کھانے میں اپنے فایدہ از بس، تو کیا جانے
وہ جانے چاشنی چکھی ہو جس نے، دل کی بوٹی کی

تن لاغر براہ عشق بہتر ہے بجا لاکے
کیا مضغے نے کیا حاصل اگرچہ شکل سوٹی کی

اب اس دنیا میں دنیا چھوڑ کر رہنا ہی بہتر ہے
کہانی تھی بڑی لیک آفریدی نے تو چھوٹی کی

تیغ ابرو کے تلے تیرے جو ہم سر دھر چکے
اپنی ہم دانست میں تیری گلی میں مر چکے

وصل میں ہے بیم ہجرت، ہجر میں امید وصل
تھا جو شیوہ عشق بازی کا سو ہم سب کر چکے

روتے روتے کچھ رہا باقی نہیں آنکھوں میں اشک
ہائے رے افسوس رے ہیہات یہ گوہر چکے

چار جانب سے اگر غماز غمازیں (۲) کریں
جان سے جب ہاتھ دھوئے پھر پیاری(۳) ڈر چکے

---

(۱) اصل: کذا ۔ (۲) اصل: کذا ۔ (غمازی کی جمع ۔) (۳) پیارے بھی پڑھا جاسکتا ہے

شیخ کعبہ کو پیادہ ہو نہ جا ہوجا سوار
کوڑیوں کے مول گھر دھوبی کے ہینگے خر چکے (۱)

شیخ جیواب کیوں عشق ریجھ کا کرتے ہو تم
کیا نچانے کے لئے صحرا میں سب بندر چکے

فریدی دہر کے ہر کام میں زر چاہئے
کون پوچھے ہے جہاں میں حسن کنے سے زر چکے

جب کسی نے آن کر دل سے مرے پرخاش کی
بات تب عاشق کری کی میں جہاں میں فاش کی

کیا کہوں حس نے کیا اوس حسن کو آراستہ
چوم لیجے انگلیاں یارو وسی نقاش کی

اے مصور جو ہوا منقوش میرے ہاتھ سے
وہ کہاں تصویر بن سکتی کسی سے ماش(۲) کی

کل ترے کوچے میں میں جا کر کے سر اپنا پٹک
رو پڑا تجھ تو نہیں پایا بہت تالاش کی

یارو ساقی اور شراب (و) سبزہ موجود آج ہے
آفریدی ہے کباب دل پہ جا شاباش کی

---

(۱) اصل: کذا ۔ (غالباً خرکی تصغیر کے طور پر استعمال کیا ہے؟) (۲) اصل: کذا ۔

عشق کی، وہ کون تھا جس نے، بنا بیداد کی
جان ایک عالم کی، باعث ہجر کے برباد کی

دام زلفوں کا بنا کر خال کا دانہ بچھا
مرغ دل کو خوب پکڑا آف تیرے صیاد کی!

پنجرے میں تن کے قیدی کر کے خود غایب ہوا
پھر نہیں پوچھی حقیقت خاطرِ ناشاد کی

دشت میں مجنوں موا ننھا رگڑ کے پانو کو
زیر کوہساں کے نکلی ہائے جاں فرہاد کی

زندگی کا کچھ بھروسا دہر میں مطلق نہیں
وامق و عذرا گئے جس وقت تونے یاد کی

یہ دل مجروح ہے کس کے شمار تار میں
کچھ نہیں رکھتا مگر یہ ساعت میعاد کی (۱)

جائے خاموشی ہے راز افشا نہ کر قاسم علی
فی‌الحقیقت جاننا وہ تو ہے جو فرہاد کی

ہاے کہتا ہوں پیارے میں تجھے اب دور کی
کچھ نہیں پرواہ رکھتا ہوں قصور وحور کی

جز تیرے دیدار کے رکھتا نہ دل اسواے اور
منصفی کرنا تجھی کو ہوگی اس مہجور کی

---

(۱) اصل: کذا۔

عشق کا بیمار جاوے کس اطبا کے کنے
ادویات دید سے لینا خبر رنجور کی

جس گھڑی معراج پر موسیٰ ہوا تھا مستقیم
پھٹ گئی چھاتی وسی دم کیوں بھلا کوہ طور کی

ہوسار اے آفریدی یاد میں لے اوسکی دم
روسیہ غمار رکھتا گرچہ خو زنبور کی

مجھ پاس ایک شب کو جو وہ یار رہ سکے
غماز پھیر اوس سے سخن کچھ نہ کہ سکے

اپنے تنور دل کا اگر کھولوں تابدان
کشتی کی طرح تختہ زمیں اوسپہ بہ سکے

بارِ امانت اوس کا اوٹھایا ہے میں نے جو
قدرت ہے کیا فلک کی کہ وہ بار سہ سکے

دے کر کے اوس کو دل بھی پشیماں ہوں یا اللہ
پاؤں میں پھیر دل کوئی گر ہو وجہ سکے

جلوہ کے جس کے آگے وہ آفریدی کا ہے یار
کیا تاب ہمسری کا جو کر مہرومہ سکے

ماہ وش دیکھے تھے در گبر مسلمان کئی
لیکن اوس شوخ میں ہیں شوخی کے برہان کئی

عور کر دیکھ دوتا زلف میں ہر حلقہ کو
پھر آفت زدہ مجھ سے کو ہیں زندان کئی

موئے زلفوں کے تیری بکھری ہوئی کرکے خیال
جمع کوچہ میں ہوئے آہ پریشان کئی

ستم و شرم حیا جورو جفا ناز و عتاب
اوس پری رو کے ہیں ہمراہ نگہبان کئی

آیا مکتب میں تو جس روز سے پڑھنے کے لئے
دیکھ بھولیں ہیں سبق، طفل دبستان کئی

جلوۂ حسن تیرا دیکھ کے واللہ باللہ
گم گئے عقل دل پیر و جوانان کئی

بیٹھ جا مکھڑا دکھا ورنہ تری فرقت سے
پھوٹ جاویں گے میاں دیدہ گریان کئی

بے لب لعل بھرے خون جگر سے مژہ پر
میں نے آویزہ کئے لعل بدخشان کئی

درد تیرا ہے نرالا کہ نہ جس کا ہو علاج
ہے والا نہ ہر ایک درد کو درمان کئی

تیر غمزیکے بھی یغمای سے دل کو افسوس
شہر آباد جو تھے ہوگئے ویران کئی

میں تو کیا چیز ہوں منجملہ حضرت انسان
عشق میں تیرے ہوئے بے سرو سامان کئی

ہم نصارا و یہودو و مسلمان کئی
ہوئے قربان تیری زلف پہ ایمان کئی

ایک طوفان سے آفاق میں ہے شہرت نوح
آبرو دی مژہ نے میری بہ طوفان کشی
یاد آتا ہے مجھے وسں بہی اوس دم حس وقت
ہو بگولے کے عقب خارِ مغیلان کشی
شستہ چاری پر فلک کی تو نہ جانا اے دل
ہے ہمیشہ سے یہ ٹھگ قاتل مہمان کشی
اپنے بیگانے کی الفت کے سبب دنیا سے
وقت چلنے کے بھی لیجاویں گے ارمان کشی

تو تو قاسم علی اس دہر سے جانا مسرور
آگے نالان گئے کر تیرے یاران کشی

نہ کھولی تجھ سے گرہ خاطرِ یاران کبھی
نہیں آیا بسرِ مرقدِ بے جان کبھی
تجھ سے امید وفا کی جو رکھے ہو نادان
خونِ عاشق نہ کیا زینتِ دامان کبھی
خضر لب چھوڑ نہ جاتا جو وہ ہوتا آگہ
راہ پیمائی کو تا چشمہ حیوان کبھی
تانہ حسرت ستے یہ جان میری تن سے جائے
آئیے میری طرف عیسیٰ دوران کبھی
رشتہ کار رہا غیر کا ہاتھوں میں تیرے
نہ سیا آہ میرا چاک گریبان کبھی

راہ میں خاک وفا سے ہو جو مجنوں دانا
اوسکی قربت نہ کرے لیلئ ناداں کبھی

ہو میسر مجھے کوچہ تیرا گر مثل بہشت
پھر میرا دل نہ کرے یادِ گلستاں کبھی

مثل گل تا نہ ہو جامہ میرا پارہ، مکھڑا
نہ دکھاوے وہ مجھے سرو خراماں کبھی

گرمئی حسن سے ہو زرد اگر مجلس میں
ہو مقابل جو تیرے شمع شبستاں کبھی

یار کے کوچے میں پاؤں جو نشستن کی جا
نہ کروں خواہش پھر مسندِ خاقاں کبھی

غیر کے کہنے پر مت دور کرے کوئی دن
کام آوے گا تیرے قاسم علی خاں کبھی

کسی کے عشق میں حالت نہ تنگ آئے جدائی سے
کسی کے شوق میں بیزار ہوں ساری خدائی سے
محبت میں کسی کی خانما (ں) اپنا بھولا نا ہے
کسی کے ذوق میں مارے گئے چشم نمائی سے
کسی کے واسطے چھوڑا ہے عیش و عشرت اپنا (۱)
کسی نے بھی نہ پوچھا کیا تیرا مطلب گدائی سے

---

(۱) اصل: کذا (مصرع کا وزن درست نہیں)۔

جو دانا ہو جہاں میں نام الفت کا نہ لے ہرگز
اس الفت نے چھوڑایا ایک عالم باپ بھائی سے
کہاں کا شوق اور الفت کہاں کا ذوق او یارے(۱)
بھلا ہم نے نہ دیکھا آشنا کا آشنائی سے
جدائی آشنائی میں بلا ہے اس طرح بایل (۲)
نہیں ہو فایدہ بر وقت جانکندن دوائی سے

دو راضی ہو رضا پر یار کے کوچے میں آفریدی
کسی نے کیا کیا حاصل بھلا اب تک دوہائی سے

ہم نہ محظوظ ہوئے ہیں کسی شے سے ایسے
جیسے مسرور ہیں پینے ستے مے سے ایسے
نہ ہمیں کام ہے حشمت ستے جمشید کے کچھ
بوریا بس ہے بہ از مسندِ کے سے ایسے
چھوڑ دنیا کو بہ دنیا ز حقیقت دنیا
خوب واقف ہوں رگ و ریشۂ وپے سے ایسے
دین دنیا کی محبت میں اگر غور کرو
ہے تنفر مجھے جس طرح سے قے سے ایسے
نے میں طاقت نہیں نائے کا کرشمہ ظاہر
بوجھ نائے کی صدا جو سنے نے سے ایسے

---

(۱) اصل: کذا (اور یاری؟) (۲) اصل کذا ۔ یہ لفظ حائل بھی ہو سکتا ہے ۔ کیونکہ ح کو ہ سے لکھنے کی اور مثالیں بھی موجود ہیں ۔

خوبرو اگلے زمانے کے ہیں اب تک موجود
آب حیوان جو تھے ہیں وہی ویسے ایسے

تو جو آوارہ ہے افریدی بنا کس جا پر
دل لیا کس نے تیرا کونسی لے سے ایسے

شیخ جو آتے ہیں دیکھو تو حرم سے ایسے
جیسے مجرم کو ہو تشہیر حکم سے ایسے
سنگ اسود کا کہ جیوں لیوے ہے حاجی بوسہ
بوسہ لینا ہی پڑا اپنے صنم سے ایسے
زاہد خشک سے اپنے تئیں نفرت آئی
جون گزیدہ سگ دیوانہ ہو نم سے ایسے
نہ غم دیں، نہ تفکر ہمیں دنیا کا رہا
ہم ہیں غافل نہ خدا فضل و کرم سے ایسے
ایک ہے یار شب و روز اوسی کا ہے خیال
دل نہ جاوے گا طرف غیر کے ہم سے ایسے
بیوفا کی تو جدائی سے ہے حالت بس تنگ
جاں بلب رہے ہیں مسرور ہیں غم سے ایسے

آفریدی متحیر ہے اگر پوچھے کوئی
کس لئے آئے تھے تم ملک عدم سے ایسے

ہر چند نہ مطلب نہ غرض کام کسی سے
اس دہر میں ہر مفت ہوں بدنام کسی سے
آیا ہوں تماشے کو کیا دید کا وا دید
نہ لایا نہ لے جاؤں گا ایک دام کسی سے
ہوں نخل ہمیشہ دنیا میں اوروں کو اثمار
بھر عمر لیا میں نہیں بادام کسی سے
آئنہ دل اپنے میں رہا دیکھا جہاں کو
مانگا نہیں پرجم کی طرح جام کسی سے
تقدیر پر شاکر ہوں عبث کیوں کروں تدبیر
کیوں مانگوں بھلا زیادہ ز قسام کسی سے
ہر ایک سے ملتا ہوں حقیقت میں جو پوچھو
ہرگز نہ چھوایا ہے پر احسام کسی سے
مجھ سے مجھے نزدیک ہے ہر چند وہ مغرور
پر میں نہ کیا ملنے کا پیغام کسی سے
کر غور دل اپنے میں میان دیرو حرم بیچ
اٹکا ہے کہاں کفر اور اسلام کسی سے
مدت وہ رہا بحث میں در بحث نہ آیا
پوچھوں گا یہ جا کر بلب بام کسی سے
ہوشیار ہو مت بھول طلسمات جہاں دیکھ
آخر کے لئیں کام ہے مادام کسی سے

افریدی جو سمجھا ہے تو رکھ دل میں وہ تفہیم
ہر راز الٰہی نہ کر ابرام کسی سے

فایدہ اکثر سنا ہے مردمِ منفرد سے
خوش ہے دلبر دل سفید اور رنگ زرد سے

جوں پیاسا سرد پانی پاکے خوسحالی کرے
ویسے ہی مشتاق کو فرحت ملے ہے درد سے

تیرے مکھڑے پر نہیں روئید گئے موئے خط
یہ دہواں اٹھتا ہے میرے دل کی آہ سرد سے

ہو نہیں سکتا رقیب روسیہ سے کچھ تبھی
ہے عبث رکھتا ہی وہ نامرد کنہ مرد سے

مشک عبر بر سر نامرد چھڑکا گر فلک
مرد کا چہرہ مدام آلودہ رہتا گرد سے

ہے میسر شاہ کو سرما میں گر قاقم سمور
اپنی دہونی پر گدا بھی بچ رہا ہے برد سے

خوبیٔ قسمت سے کوئی خار پاوے کوئی گل
حسن میرے یار کا خوشرنگ بہتر ورد سے

مت لگا بازی ہر ایک مہوش سے اپنی جان کی
اے کھلاڑی کہیل گر عاقل ہے تختہ نرد سے

یار ابرو کی چھوری خمدار لا ہا بھاگ جا
آفریدی مت گلا کٹوا تو ایسی کرد (۱) سے

---

(۱) اصل: کذا ۔ (کادر کا مصحف؟)

ہوا ہے شوخ میرا جب سے چیں جبیں مجھ سے
کیا کرے ہے فلک تب سے بغض کیں مجھ سے
مروں نہیں جو اگر مرگ سو دفعہ آوے
مگر جو دل نہ پھرے تا کہ نازنیں مجھ سے(۱)
سرور دل جو اگر ہے نہ کیجیو کوشش
تو بات عشق کی مت پوچھ ہمنشیں مجھ سے
جو پوچھنا ہو سو پوچھ آج پھر ملے ورنہ
نشان قالب بیجان بر زمیں مجھ سے
اگرچہ قتل ہے عاشق کا تیرے تئیں منظور
تو کیوں چھپاوے ہے خنجر درآستیں مجھ سے
یہ ذکر سے نہ خفا ہو تو سیج میں لاچار
بتوں کو جب سے دیا دل، گیا ہے دیں مجھ سے
کہوں پناہ پریشان ہوا جو وہ رکھے
عداوتِ قلبی (۱) زلف عنبریں مجھ سے
خصوصیت ہے رقیبوں کو اوس کی محفل میں
نہ دو بدو ہوا وہ چشم شرم گیں مجھ سے
بہ باغ و راغ شہر اور نگر تلاش کیا
ہزار حیف نہ ملتا ہے وہ کہیں مجھ سے

---

(۱) اصل: کذا۔ (۲) اصل: کذا۔ (قلبی سے وزن درست آتا ہے۔)

تراوت دل و حال اوسکا رح سخونے ہسرق
رخ اسطرح کا ہے اور خوے ابں چنیں مجھ سے

کبھی نہ پوچھا کسی نے کہ آج افریدی
رکھے ہے کس لئے یہ خاطر حزیں مجھ سے

ہوا کب اے فلک میرا حصول مدعا تجھ سے
ارے ظالم کسی کی کب ہوئی حاجت روا تجھ سے

بتوں کے جلوہ سے واقف نہیں تو زاہد خودبیں
تیرے سے کبھی راضی نہ ہووے گا خدا تجھ سے

گمان و شرک مکر و زور میں تو آپ ڈوبا ہے
بہشت و حور کی ناداں رکھے گا التجا تجھ سے

تم اپنے شیخ صدو کو مناؤ شیخ جیو صاحب
نہیں ہوگا کدر آئینہ اے ملعون صفا تجھ سے

یہ سوز عشق بیماری ہے اپنا ہاتھ اوٹھا اس سے
طبیب مہرباں ہرگز نہ ہووے گی دوا تجھ سے

غم ہجرت سے بتلا میں نہ روؤں کونسا دن ہو
نہ کرتا آہ و زاری کونسی شب مبتلا تجھ سے

تو کچھ بھی جانتا اے آفت جاں ہے کہ میں بردم
بہ زاری زار رونا ہوں گا میں مسکیں جدا تجھ سے

تو اپنے حسن پر مغرور ہے آخر نہیں سمجھے
بروز حشر داد اپنی میں لوں گا بر ملا تجھ سے

نہ ہوا ے نالہ بے طاقت نہ جا یوں دل ستے باہر
بجز اندوہ (و) غم بتلا کوئی ہے آشنا تجھ سے
جو کھولے دست ہر نامحرمے بند قبا تیرے
میں حیوں گل چاک جیب اپنی کروں شکوہ کے جا(۱)تجھ سے

ہنکالا (۲) در سے تونے بارہا، آتا ہے وہ پھر بھر
ابھی تک آفریدی کو ہے امید وفا تجھ سے

نہ تھا آزردہ جیسا اب ہے ویسا پیشتر ہم سے
نہ جانے کسی نے بدبر کردیا وہ عشوہ گر ہم سے
ز طرف غیر غمازی کو اوس کے کان تک شاید
کوئی ریبار (۳) جا پھوچا بنا پوچھے خبر ہم سے
خطاءً عمداً وقصداً بامید عطا اوس کی
ہوا سرزد خلاف حکم اگر نہی و امر ہم سے
بسان سنگ و آتش مشو ہے پر میں حیران ہوں
ذرا صدمہ سے جاتا ہے نکل کیوں جوں شرر ہم سے
جدا ہونا ہمارا اوسکا یارو غیر ممکن ہے
کہ ہر یک بند میں ڈالی گرہ جوں نیشکر ہم سے

---

۱) اصل: کذا۔ (کجا؟) (۲) اصل: کذا (ہنکارا ۔ ؟) (۳) پشتو کا لفظ ہے پیامی قاصد

میری دانست میں ہر فرد کو ہرگز نہیں پہوچا
کسی شے کے نئیں عالم میں نقصان و ضرر ہم سے

تمامی کائنات اوس کی میں داور جان افریدی
کسی مخلوق سے مطلب نہیں جو کچھ ہے پر ہم سے

یہ دونو زلف یا دو سانپ یا دو شب ہیں اندھاری
میرا دل پھس کے ٹھہرا تا ہے خوں آنکھوں سے ہے جاری

میان ِ ابر ِ ماہ ِ نو کہ رخسارا چمکتا ہے
تمیز و عقل اس میں گم گئی افسوس یکباری

اگر شمس و قمر کو اس کی صورت سے تناسب دوں
معاذاللہ ! بے موقع سخن کرنا سبکساری

بسان ِ غنچہ میں اس باغ میں ہوں تنگی ٔ دل سے
کہ جو نالہ کشی کرتا ہوں زخم ِ سینہ ہے کاری

مجھے کہتا تھا ناصح عشق کے پھندے میں مت پڑیو
یہ حرم عشق دینا ہوگا ناحق جی گنہگاری

سو پیش آیا اگر میں کاشکے پیدا نہیں ہوتا
سگ و دربان کی کاہے کو کرنا منت و زاری

گر اوس ظالم کے ہاتھوں یہ دل اپنا بازگشت ہووے
تو افریدی یہ سن لینا نہ لوں گا نام پھر یاری

گرہ گر طرۂ طرار سے یکبار کھل جاوے
صبا میں عقدحو ہو اوسکا ہر یک تار کھل جاوے
سہل ہے کھولنا تدبیر سے ہر ایک پھندے کا
پر اوس کی زلف کا پھندا بہت دشوار کھل جاوے
یہ کیساسحر ہے زلفوں میں تیری جب پھنس نظریں
برہمن کا اوسی دم رشتہ زنار کھل جاوے
تجھے گلذار بلبل چاہیئے، خواہش میرے دل کی
یہی مقصود ہے برزخ رخ دلدار کھل جاوے
بہار آنے سے زیادہ تر دل فرہاد روتا ہے
کہ داغ دل کا گل در دامن کہسار کھل جاوے
ہمارا چہچہہ اور شور غل یہ بس ہے اے بلبل
دل طائر کے درد عشق سے منار کھل جاوے
نہ کھولیں گے کبھی ہم راز اپنا غیر محفل میں
زباں کو کاٹ ڈالیں گر لب اظہار کھل جاوے
نہ دیکھو التیام زخم میں مرگاں کا مارا ہوں
کہ تیر عشق کا ایسا نہ ہو سو فار کھل جاوے
نہ دہو شمشیر خون عاشقاں چھپتا نہیں پیارے
یہ محشرمیں تیری لوہو بھری تلوار کھل جاوے
مجھے اور غیر کو مسلخ میں لے جا امتحاں کرلے
بمیزان محبت عشق کا آثار کھل جاوے

توجہ کر اگر ایک پل کو دیکھے سوئے آفریدی
تو پھر خدمتگذاری چاکری نیمار کھل جاوے

نظر طرف کو میری گر جو دلربا نہ کرے
خدا نصیب کسی کے بھی یہ بلا نہ کرے

جفائے چرخِ ستمگر کسہ چاہتا ہے دیکھ
میاں میرے تیرے دشمنی خدا نہ کرے

بنا ہے جو تیرا مکھڑا نگہ کہ عاشقِ زار
وہ کسطرح سے بھلا جھ پہ جاں فدا نہ کرے

ہر ایک شہر میں ہووے سادی بہتر ہے
کسی سے کوئی بھی اس دہر میں وفا نہ کرے

جومجھپہ گذری ہےمیں کیا کہوں، غرض بس ہے
خدا کسی سے کسی کو بھی آسنا نہ کرے

سوائے اس کے کروں کیا میں منتِ طالع
یہی ہے بس کہ مجھے اوس ستے حدا نہ کرے

سوائے قاسم علی کون رازدار ایسا
کہ جاں بلب ہو مگر سکوہ برملا نہ کرے

نہ وہ شکوہ جنوں تھا نہ آہ و زاری تھی
بجائے تارِ گریبان دم شماری تھی

بنام میری لکھا حشر میں قضا نین گناہ
کہ سرخ روئ مری فرط (۱) شرمساری تھی

---

(۱) اصل: فرطہ۔

گیا جو ناقہ تو مجنوں کے تیر نالہ سے
شبک دو طرف چلون عماری تھی
شہید ناز تیرے کا حلا جو آگ میں آہ
زمیں پہ لوٹنا تھا ننگ بیقراری تھی
خوشا سکندر قسمت سے خاک میں سووے
نصیب خضر میں لکھی قدم شماری تھی
ہزار شکر جو سب سے میں کی قطع امید
کہ صد ہزار بلا در امید واری تھی
کوئی بھی اوس متکبر سے جا نہے یارو
کہ یہ بھی شرط مروت نقسم یاری تھی
جو کل در اپنے سے مجھ کو نکال (۱) کے ظالم
بہم رقیب کے محفل میں میگساری تھی
سیاد اوس بت بے رحم آفریدی کو
کہ کل کی شام سے تا صبح اشکباری تھی

کیوں نہیں کوچہ تیرا رشک گلستاں ہووے
گل و لالہ کی جگہ خون شہیداں ہووے
بےکسی کے رفقا ہیں گے میرے دونو ہاتھ
کبھی ماروں ہوں بسر گہ بہ گریباں ہووے
قتل سے بے گنہوں کے نہیں خجلت اوسکو
ورنہ ہر کوئی نہ اپنے سے پشیماں ہووے

---

(۱) اصل: نہکال۔

نہ کئے ہیں جو گنہ عُذر کو اسکے بحشر
سر میرا بر قدم نرگس چشمان ہووے

چشم جادو سے تیری خانہ دیں صد ہیں خراب
پھر نگہ مست تیری غارت ایمان ہووے

آبلہ خوں کا پڑا سینہ میں دل کے اندر
شاید اوس کی تو دوا نشتر پیکاں ہووے

نہ کہوں گرچہ پری، آہ کہوں کیا تجھ کو
ایسا اسان نہیں دشمنِ انسان ہووے

دست و پا ماروں گا دیدار کے حاصل کے لئے
وقت مرنے کے رمق تن میں اگر جاں ہووے

کی منادی نگہ کافر اوسکے نین آج
نہ رہے دہر میں جو کوئی مسلماں ہووے

لاؤ بازار شہادت کا ہے کوچہ اوسکا
گردن لایق اگر خنجر بران ہووے

شور محشر کا نہ کچھ ڈر ہے نہ تھو (۲) افریدی
بسر مہر اگر فتنہ دوراں ہووے

یہی ہے آرزو سر پر میرے تیرا قدم ہووے
کہ تا اوسدم تلک جب تک کہ باقی تن میں دم ہووے

---

(۱) اصل: کذا ۔

میسر ہو مجھے آبِ بقا تیرے سوا لب کے
لگاؤں کب میں ہونٹھوں کو مجھے تیری قسم ہووے
جو دے تو اندمالِ زخمِ دل کے واسطے سنبل
کہ مرہم بوجھ کر اوسکو رکھوں ہر چند سم ہووے
خوشی ہے عالم دنیا کو گرچہ مال دنیا سے
رہوں مسرور دل میں تا مقدم تیرا غم ہووے
نہ لے جاوے گا غیر از چند گز کپڑا کفن کوئی
اگر شاہ عرب ہو یا کہ سلطانِ عجم ہووے
غرض پوشاک سے اپنی (۱) چھپانا تن کا ہے لازم
نہ آوے کام تاج اطلس نہ سقلات و علم ہووے
نہیں غفلت مناسب ہے ارے پیرو جواں سن لو
روا کب خواب ہے یارو جو وقت صبحدم ہووے
حساب اوس کے سے خوف آتا ہے ہنگام عدالت کے
مجھے ڈر کچھ نہیں گر یار کا فضل و کرم ہووے
نہ دے آزار پشہ کو تو تا مقدور دنیا میں
ہمیشہ کر تو اپنے نفس پر جتنا ستم ہووے
ہمیشہ التجا کرتا ہوں تیرے عشق کی (۲) حق سے
زیادہ اس ستے ہووے تو ہو لیکن نہ کم ہووے
تیرے پانے سے مطلب ڈھونڈھتا پھرتا ہوں ہر در پر
نہیں موقوف ہے بتخانہ ہووے یا حرم ہووے

---

(۱) اصل اپنا۔ (۲) اصل۰ کا۔

مجھے ہے یار کے ہمراہ دوزخ مثل جنت کے
کروں بن یار کیا جنت ہو یا باغ ارم ہووے

بفکر دین غم دنیا نہیں خاطر مکدر ہو
ارے قاسم علی فقرا کا جو دل سے خدم ہووے

گھٹنو کبھو چلے کبھی رہتے پڑے ہوے
گرگر کے بار بار پھر آخر کھڑے ہوے
سن تمیز کے تئیں پہنچے تو کیا کیا
آتے ہی شیب کے نشمار سڑے ہوے
ہر چند شعدہ سے زمانے کے ہیں خفا
میعاد تک رہیں گے ہم مجبور اڑے ہوے
اپنے عزیز یار برادر تھے آشنا
جتنے ہیں اس زمین کے نیچے گڑے ہوے
پالے گئے تھے ناز و نعم ساتھ جو کہ لوگ
چھاتی پر اونکی رہگذروں کے دڑے (۱) ہوے
جو سیج گل پہ سو نہیں سکتے تھے ناز سے
وہ خاک پھاکنے کو بھی مر کر کڑے ہوے

پیشین مردماں کو تو آفریدی یاد کر
جنکے ہیں داغ سینہ پر مرے جڑے ہوے

---

(۱) اصل: کذا

مجھے ہے عشق میں مہوش کے ضعف و ناتوانی بھی
نہ تنہا وقت پیری بلکہ ہنگام جوانی بھی!
کروں کیا کب تلک روؤں سناؤں کس کو میں قصہ
ستم کیا کیا کیا لازم ہے کچھ تو مہربانی بھی!
خبر حالت کی میری جب اوسکو کون اب دے گا
کہ ہے موقوف رسم نامہ پیغام زبانی بھی
اگر ایک جرعہ بخشے آب دو شمشیر سے اپنی
کرے قربان اسنے خضر عمر جاودانی بھی
نہ ہو اے دل تو ایمن، گو جفا کرتا ہے وہ ظاہر
کہ جور آسنا رکھتا ہے کچھ لطف نہانی بھی!
اجل اب اسقدر شیریں، حیات اپنی نہیں چاہوں
بجز شہد لب اوسکے تلخ مجھر زندگانی بھی

اماں چاہے ہے آشوب نگاہ اوسکے سے افریدی
بلائے آسمانی بھی، قضائے ناگہانی بھی

نہ ہر امیر دلانندہ پروری جانے
نہ ہر ملازم آداب چاکری جانے
اگر بہ خانہ کہا وے (۱) دو کہا سپہ سالار!
نہ جو کہ خانہ نشین کیا ہو دلاوری جانے
جو اپنے راز کو افشا کرے ہر ایک سے
ہے اوس کی لاف ہنر کیا ہنروری جانے
کہ انتظام ممالک کا ہے بہت مشکل
نہ ہر کوئی روش نسق سروری جانے
مقابلہ نہ تمام عمر میں کیا جس نے
وہ کس طرح سے کمیں گاہ صفدری جانے
جگہ جگہ پر اگرچہ خلق فراہم ہو
رسا معاملہ حالات لشکری جانے

(۱) اصل کذا

اگرچہ طبل وعلم توغ کو سنوارے کوئی — نہ جو کہ ملک کو لوٹے سکندری جانے
نہ ہو مروت (۱) جس کو الیق عدالت کی — اورعام خلق نکہ(۲) عدل گستری جانے
محیط بحر میں مشکل شناوری کرنا — نہ جو کہ جاوے نہ دریا شناوری جانے
جو چودہ علم میں ہو طاق غیرفضل خدا — وہ کیونکہ علم خدا یا پیمبری جانے
جو دیرو حرم سے پھیرے ہنود مومن کو — براہ راست کی شاید کہ رہبری جانے
نہ جو کہ باندھے ہے مضمون ایک دو مصرعہ — رموز معنی (و) درک ۔ خنوری جانے
نہ ہووے عشق جسے فہم علم سے ہرگز — وہ شخص کس طرح ادراک شاعری جانے
نہ رکھے عشق کا جو درد کیا کہوں اوسکو — کہوں جو بات عجب کیا جو سرسری جانے
مہوشوں کے فریبوں پر بھولیو نہ کبھی — کرے جو مکر وہ کیا کیمیاگری جانے

تجھے سرور ہے افریدی آتش عشق مگر
نگر کی آگ میں پھر یک سمندری جاے

خون دل اشک کے کیوں ساتھ نہیں مل جاوئے
اسے مقتول کے نئیں چھوڑ جو قاتل جاوے
یا کہ اوس شوخ کو اللہ عطا رحم کرے
یا نہ پہلو سے مرے عمزدہ یہ دل جاوے
ہورضا شکر ادا جا کے کروں مقتل میں
قتل کرنے میں اگر سستئی کاہل جاوے

---

(۱) اصل: کذا ۔ (۲) اصل: کذا (نکہ، نہ کہ ۔ ؟)

گریہ مجنوں ستے خلاب ہے صحرا کی خاک
اسقدر جانہیں باقی ہے کہ محمل جاوے
کیا کرے عمر خضر کوئی جو بخشے اوس کو
دامن قاتل اگر ہاتھ سے بسمل جاوے
یک بیک بادِ فنا بہتی ہے طوفانِ بلا
دوستو کشتی میری کیونکہ بہ ساحل جاوے
خطِ زنگی نے کیا غلبہ فرنگی رخ پر
ہے عجب آوے یہ ظالم بھی وہ عادل جاوے
شب وہ بدمست جو مجلس میں مغاں کی آیا
چاہا لے کر کے دل عاقل و جاہل جاوے
مجلسی بولے سبھی بیٹھیئے، ہسکر یہ کہا
بیٹھوں تب قاسم علی اوٹھ کے زِ محفل جاوے
سن کے اس رمز کو افریدی اوٹھا وہاں سے شتاب
ڈھل گیا غنچہ دہن جیسے کلی کھل جاوے
عقل و ہوش و خرد و صبر کو کھو دینا ہے
کیا ستمگر کی گلی میں کوئی گھایل (۱) جاوے
پھر دوبارہ میں کسی سے نہ کروں گا الفت
گر تزلزل سے فلک کے جو زمیں ہل جاوے

بے وفاؤں سے محبت جو کرے آفریدی
راہ حق چھوڑ عبث بر رہِ باطل جاوے

---

(۱) اصل. کہایل -

میں حاؤں گا تیرے کوچے سے تا جاں نہ جائے
حان اس بن ستے باہر میاں آسان نہ جائے

رسم بیدادی کی (۱) جس ملک میں دو عام کرے
دل و دیں کس کا رہے دَ کہ یہ ناواں نہ جائے

کبھی تجھ رہ سے اگر مرگ بھی گذرے ظالم
ہے عجب گر بری خصلت سے ہراساں نہ حائے

مثل شانے کی رکھے زلف تیری جو کہ بکف
آہ وہ کس طرح باحال پریشاں نہ جائے

کام کیا باگل و گلزار سے ہے عاسق کو
تیرا طالب طرف روضۂ رضواں نہ جائے

بیٹھ مت بد وضعوں میں یہ ڈرتا ہوں تیرا
بہ بدی نام کہ در بزم نکویاں نہ جائے

لے گیا عشق دل آوارہ کو در زلف بروز
سچ ہے لڑکا بہ خوشی پڑھنے دبستاں نہ جائے

ہر دم اے دل نہ بہا چشمۂ خوں آنکھوں سے
خلق خالق کی (۲) مبادا کہ بہ طوفاں نہ حائے

وقت مرنے کے برابر ہے جو کچھ ہو کہ نہ ہو
پر میرے پاس سے وہ یار مہرباں نہ جائے

---

(۱) اصل: کا (۲) اصل: کا (جامع اللغات میں اس لفظ کو مذکر بھی لکھا ہے)

شیخ مجھ کو نہ ڈرا اپنی مسلمانی تھام
ہم فقیروں کا کسی رنگ سے ایمان نہ جائے

صبر یعقوب کو کس طرح سے ہو افریدی
تا خبر مصر سے یوسف کی بکنعان نہ جائے

گر یار کی گلی سے کوئی جو ہم کو ٹالے
عاشق کب اس وضع کے ہم یہاں سے جانے والے

مانند شمع جلنا رونا تو رو بـرو ہے
لے شام تابہ صبح چاہے جلا، رولالے

پروانہ سان نہیں ہیں پل مارتے فنا ہوں
سوزو گداز اپنا تاسر بہ پا گلالے

اس جا پہ بوالہوس کی طاقت کہاں جو ٹھیرے
مشکل ہے جو قلم سا سو بار سر کٹالے

دل پر جو کچھ کہ گذری محرم ہے کون اوسکا
شاہد مگر ہیں انکھیاں جن سے بہے جو نالے

چشموں نین مجھ کو رسوا عالم میں کردیا ہے
میری طرح سے کوئی بتلا کہ داغ کھالے

کہتا تھا ماسبق میں اے دل نہ ہو جو عاشق
قاسم علی جو جیسا کوئی کرے سو پالے

تیرے مکھڑے کے آگے کس طرح کوئی بشر ٹھیرے
اگر ٹھیرے تو شق قربان ہونے کو قمر ٹھیرے
ازل سے تا ابد تک منتخب تو ہے سب عالم میں
تیرے دیدار پر کس وضع سے میری نظر ٹھیرے
بجز دیکھے سے ہے مجھ کو تیقن ذات سے تیری
بھروسا وصل کا یہاں ہےو پھر جس جا حسر ٹھیرے
ہوا مضطر یہ دل کیونکر کہوں شارع (۱) کسے جاکر
بتا کس جا یہ تب تک یہ میرا لخت جگر ٹھیرے

مطالب آفریدی کا یہاں ہے سو نو کردیجے
کہ ہفت اقلیم میں دیوان میرے کی قدر ٹھیرے

دیکھ لی ہم نے میاں چشم نمائی تیری
عمر گذری صنما کرتے بھلائی تیری
بے سبب عشق سے بیمار کیا تو نے یار
جس پر تقصیر نہ کی کچھ نہ برائی تیری
خاطر اوروں کی کرنا مجھے دینا دھوکا
لوٹ کھائی ہے رقیبوں نے کمائی تیری
ایک بوسہ نہ دیا لطف ستے بے انصاف
مدتاں گذری ہیں کرتے گدائی تیری

اصل: کذا۔

ہے ترازو میرے انصاف کی تیرے ہاتھوں
جس طرح چاہے وسے تول بسن آئی تیری
تیرے درسے نہ سوا اپنی کوئی اور پناہ
نہیں ہے کوئی کرے جو ہمہ طائی (۱) تیری
کرم و فضل سے ہے تیرے پناہ افریدی
حاکم دونو جہاں تو ہے دوھائی تیری

انتظاری میں تیرے دل جو گنوایا ہم نے
شجر حسن کا کچھ پھل نہیں پایا ہم نے
بے وفائی سے تیری آنکھوں سے سیلاب بہا
کشور دل کے تئیں آہ ڈوبایا ہم نے
نرگسی چشم نے تیری کیا عالم کو خراب
تیر مژگاں کا تیرا سینہ پر کھایا ہم نے
جھوٹی باتوں پر تیری بھول گیا اے ظالم
خون جی اپنے کا جو جی کو پلایا ہم نے
بیکسی پر میری پگھلا نہ تیرا دل ہر چند
قصہ فرہاد اور مجنوں کا سنایا ہم نے
ستم و جور و جفا ناز و ادا غمزہ تیرا
کون سا بار نہیں عشق اوٹھایا ہم نے
ہاتھ آیا نہیں کچھ دیر و حرم میں جاکر
نحن اقرب کا عمل آپ میں پایا ہم نے

---

(۱) اصل کذا (ہمتائی موزون لفظ ہےمگر اس سے وزن ٹوٹ جاتا ہے۔)

سوزن عیسیٰ سے رفو ہو نہ سکے زخم وہ ہے
رشتہ مرہم سے نہیں تب تو سلایا ہم نے

آفریدی نہ کر اب دل کا گلہ غیر ستے
دیدہ دانستہ اسے آپ جلایا ہم نے

نہیں تھا عشق کے اسرار سیتے کوہکن خالی
اگر واقف نہ ہوتا روح سے کرتا نہ تن خالی
سوا فرہاد کے تیشہ سے اپنا کون سر مارے
ووسی کا کام تھا پہچا اصل کو کربدن خالی
سنا جب قیس نے لیلیٰ کے مرنے کا حو کتنی سے
اوڑی روح اوس گھڑی باقی رہا تن پیرہن خالی
یہ عشق آفت بلائے ناگہانی ہے سو یارو
نہیں چھوٹا ہے اس آفت سے کوئی مرد و زن خالی
میں اس دنیا میں یارو اس طرح کے شیر ہیں دیکھے
کہیں جو کچھ وہی ہووے نہ ہو اونکا سخن خالی
یہ ہے مشہور نقل اے دوستو مدت سے سنتے ہیں
نہیں ہوگا کبھی بلبل ستے باغ (و) چمن خالی
بوڑھاپہ آگیا حیرت ہے مجھ کو یاد میں اوس کی
جوانی کا چلا جانا ہے میرا ہای ہن خالی

مقام نربدا سے آفریدی کوح کر جلدی
فرخ آباد کو چل چھوڑ دے ملک دکھن خالی

عالم دنیا ستے درد و الم ہے دوستی
دوستی کرنا مگر تالاش غم ہے دوستی

دوستی کیجے تو پھر مسکل ہڑے اوسکا نباہ
جس طرح سے چاہئیے ویسی تو کم ہے دوستی

دوستی کرنا بہت مشکل ہے آساں مت سمجھ
خاطریں لاکھوں نہ ہوں تو کیا پشم ہے دوستی

دوست سیتے چین پیشانی اگرچہ دوست ہو
واقعی ظاہر سراسر وہ ستم ہے دوستی

دوستی وہ چیز ہے سر کام آوے دوست کے
حق بجانب دوستی وہ از قسم ہے دوستی

میں نہیں پایا ہے لطف دوستی اس دہر میں
ایک عالم سے رہے مدت بہم ہے دوستی

جس کے تئیں دیکھا وسے مطلب کا اپنے آشنا
بعد بر آنے مطالب پھیر تم ہے دوستی

صاحب اغراض کی کیا دوستی پر اعتبار
یہ دو روزہ دوستی بھی متہم ہے دوستی

بے وفا عالم سے مت کر دوستی قاسم علی
آزماینس کر چکا بس کر ختم ہے دوستی

آشناو یار کی اب میرہن ہے دوستی
جان لے پہچان گر تیرا چلن ہے دوستی

کیا سراسر دوستی جیسی ہے کی ویسی نہ کی
آشنائی نام ہے اور یک سخن ہے دوستی

کام میرا ہے مجھے جسا ملے تسا ملوں
مجھ کو (جیسے) گیوٗکو حنگ پشن ہے دوستی

دوستی ہر ایک سے کرتا ہوں میں بھی اس طرح
خارو گل سے جس طرح اندر چمن ہے دوستی

دوستی پر آفریدی بھول مت ہر ایک کے
کیا یقیں بر اسپ و بر شمسیر و زن ہے دوستی

ابرواں بس ہیں تیرے خمدار اوٹھتے بیٹھتے
کھیچ مت میرے لئے تلوار اوٹھتے بیٹھتے

تیر سے مژگاں کے خوں آلودہ ساید عاشقاں
مرگئے کوچے میں کیا دو چار اوٹھتے بیٹھتے

جوکہ اوس شوخ ستمگر کے گیا کوچے کے بیچ
ہوگیا ہے وہ دل افگار اوٹھتے بیٹھتے

نرگسی چشماں ہیں تیری، واسطے عشاق کے
بے محابا ہر نگہ خوں خوار اوٹھتے بیٹھتے

زلف وہ کافر ہے جس کی دید سے دم قبض ہو
الٹے جیسے دل کو ڈس کر مار اوٹھتے بیٹھتے

چاہ میں تیری زنخداں کے پڑے ڈوبے کئی
زندگی سے اپنی ہو بیزار اوٹھتے بیٹھتے

دو لب شیریں ستے جس نے چکھی ہے چاشنی
وہ مزا کس طور بھولے یار اوٹھتے بیٹھتے
ایک دم مت بھول اپنے یار کی تصویر کو
یاد رکھ وسکے تئیں ہر بار اوٹھتے بیٹھتے
گر حقیقت عشق کی معلوم ہوتی اپنے تئیں
دل کو اٹکاتا نہیں زنہار اوٹھتے بیٹھتے
پیشتر ہنستا تھا میں کیا عشق بھی کچھ چیز ہے
اب ہوا میرے گلے کا ہار اوٹھتے بیٹھتے

آفریدی عشق کا شکوہ بھلا کس واسطے
تو جو کرتا ہے بصد تکرار اوٹھتے بیٹھتے

دل میں ہے اپنے وہ ہر دم یاد اوٹھتے بیٹھتے
بھولتا کوئی دل ناشاد اوٹھتے بیٹھتے
عشق کے فرماں سے مشکل کام کو آسان بوجھ
کوہکن مشہور تھا فرہاد اوٹھتے بیٹھتے
مدتیں گذریں و لیکن کان میں آتی میرے
اب تلک وہ قیس کی فریاد اوٹھتے بیٹھتے
کیا کہوں حالات عشق عذرا کا اور وامق کا میں
آہ کرکے مر گئے بیداد اوٹھتے بیٹھتے

آفریدی عشق کی کچھ انتہا پائی نہیں
تھک گیا شاگرد بھی اوستاد اوٹھتے بیٹھتے

رباعیات

لباسی دوست پر مت کجیو دل اعتبار اتنا
کہ جس سے درمیاں (دو) دوستوں کے آپڑے فتنا
یہ مخلص خاص تیرا فی الحقیقت آفریدی ہے
کہ یہ جس طور تھا وس طرز سے ہے اب ملک وتنا

جس گھڑی یار میرا مجھ ستے چھٹ جاوے گا
کشور دل کا اوسی دم سبھی لٹ جاوے گا
خاطر جمع کا وہ وقت کہاں آفریدی
تیغ ابرو سے جو غماز بھی کٹ جاوے گا

مددگارِ دوعالم ہے علی مرتضٰی پیدا
ہمارے واسطے حق نے کیا مشکل کُشا پیدا
نہ کرغم آفریدی آخرت اپنی کا تو ہرگز
شفیع روز محشر ہو شہیدِ کربلا پیدا

یقیں نہیں تھا جو وہ یار مجھسے چھوٹے گا
متاع حسن کی آکر رقیب لوٹے گا
غم جدائی کا باعث سے اب ہوا ظاہر
دل آفریری کا شیشہ سا مفت ٹوٹے گا (۱)

میں نہیں اول محبت کا کہیں جر چا کیا
اوس نے اس عالم میں کر حمراں مجھے رسوا کیا
چاہا آفریدی نے راز افشا نہ ہووے عشق کا
فتنۂ روز قیامت اوس نے پھر برپا کیا

معشوق کونسا ہے دکھلا صدیق (۲) ترا
دیکھا عجب طرح کا اے دل طریق تیرا
ہر ایک سے ٹھٹھولے کرتا ہے آفریدی
لیکن کہیں نہ دیکھا سینہ حریق تیرا

---

(۱) اصل . لوٹے گا - (۲) اصل: ضریق -

حسن تیرا جو جب ہوا محسوب
تب سے عشاق کا بندھا اسلوب
دام میں تیری زلف کے پیاری
اب تو اچھا ہے آفریدی خوب !

حسن پر تیری یار آپ سے آپ
خلق ہے بیقرار آپ سے آپ
آفریدی ہے تیرے عشق کے بیچ
دل پارہ فگار آپ سے آپ

جو دن کہ گذرتا ہے سو نزدیک رہی موت
آخر کے تئیں موت ہے وہ موت یہی موت
عرصہ ہے بہت تنگ جو کرنا ہو سو کرلے
اے قاسم علی وقت ہے ہنگام ہے یہ دوت (۱)

کرتا نہیں میں تجھ ستے کوئی سوال جھوٹ (۲)
پیاری نہ کیجیؤ تو کبھی قیل و قال جھوٹ
اقرار شام کا تھا جو بوسہ کا پھر کہاں
سچہ بول آفریدی سے کرنی (۳) میں‌ڈال جھوٹ

(۱) اصل: کذا۔ (''ساعت،، حاشیہ) (۲) اصل: چھوٹ (۳) اصل۔ کذا۔ کونتی۔

اب ستمگار سے درخواست نہ کر داد عبث
نالہ بے ہودہ نہ کر بلکہ بھی فریاد عبث
دل بے رحم ستے دل جو لگایا تُونے
آفریدی دل و دیں کیوں کیا برباد عبث

ابرواں اپنے غرور دل سے رکھتا یار کج
سروقد لیکن کجی سیتے رکھی (۱) رفتار کج
آفریدی کیا ستم ہے ایک بھی سیدھی نہیں
خود وہ کج ہے، حرف کج، اور بحث کج تکرار کج

رشتہٴ دل کے تئیں بے عشق ہے محلوج (۲) ہیچ
جز ممالک عشق ہر یک ملک ہوی مخروج ہیچ
آفریدی جو موا ہے ہجر سے فی الواقعی
وسکو خطرہ کچھ رہا باقی نہیں یا جوج ہیچ

جو یار پایا ہے آغوش میں یہی ہے صلاح
شراب سبزۂ آبِ رواں کباب مباح
ملے ہے کس کو بھلا وقت یہ تو آفریدی
تو پہلے ہاتھ سے ساقی کے پی شراب اقداح

---

(۱) اصل: رکھتی۔ (۲) اصل: مہلوج۔

کان میں اوس کے طلائی کیا پڑا بالا ہے سرخ
یہ ہے بالا یا پڑا مہتاب کا ہالا ہے سرخ
آفریدی ایک بالا کیا ہے سرخ اوس کان میں
سر سے لے تا پا لباس اوسکا، وہ خود لالہ ہے سرخ

کسی کا راغ مطالب کسی کا باغ مراد
عوام خلق کو منظور ہے چراغ مراد
نہیں ہے اپنی مراد آفریدی اس کے سوا
اگرچہ ہے بھی تو ساقی ویار ایاغ مراد

رکھتا ہے اپنے حسن پر وہ دل ربا گھمنڈ
جیسے عبادت اپنی اوپر پارسا گھمنڈ
شایاں ہے اوس کے حسن پر اوس کا غرور بھی
افریدی تو نہ کیجئو بجز خدا گھمنڈ

مجھ کو تو شراب سے مستی ہے اور
تن قید کے چھوٹنے سے ہستی ہے اور
قاسم علی دہر اور حرم کے اندر
حق اور ہے، شوق بت پرستی ہے اور

کیا غضب کیا بلا ہے آفت و پیار
جس کے شکوے کی (۱) انتہا نہ شمار
ہے کہاں زیر چرخ سوئے وفا ؟
آفریدی فلک ہے نا ہنجار

اوٹھایا سر کے اوپر ہم نے تیرے غم کا پہاڑ
جو کچھ رہا ہو بقا اور کہ ستم کا پہاڑ
نہیں بھرے گا کوے عشق سے یہ آفریدی
ابد تلک جو رکھا جاوے گر عدم کا پہاڑ

نہ خیال آیا کبھی کیجئے جو جمع کنوز (۲)
غیر خوش طبعئی و دلچسپی و آواز قبوز (۳)
آفریدی وہ کہاں طفلگی و برنائی
دیکھئے کس وضع اب دقی کٹے میری عجوز (۴)

آفریدی میری بعقل و تمیز — ہے بری بہتر و جہاں میں دو چیز
کچھ سوا دینے کے ہے کیا ہنر — ہے برا مانگے کچھ کسی سے عزیز

) اصل٠ کا - (۲) حاشیہ پر خزانہ لکھا ہے - (۳) اس لفظ کے معنی حاشیہ پر ''سرود،،
ے ہیں- (۴) عام معنی بڑھیا کے ہیں مگر یہاں غالباً ''بڑھاپے،، کے لئے استعمال کیا گیا ہے -

شوخ مرا جا ملا ہے گرچہ بااغیار ژاژ
میں نہیں ہوں لیکن اوس سے ایک دم بیزار ژاژ
جو کہ قول اقرار افریدی سے تھا سو برقرار
تاابد تک ایک ہے ہرگز نہیں اقرار ژاژ

زلف کافر نے کیا تیری پریشان افسوس!
جی کی جی ہی میں رہی اے دل حیران افسوس!
آفریدی وہ کہاں عقل و فہم دانائی
گرپڑا کس طرح در چاہ زنخدان افسوس!

عشق کا پھر ہوا دوبارہ جوش　نہیں باقی رہا ہے اپنا ہوش
آفریدی کسی سے مت کہنا　جو کہ ظاہر تجھے ہی گوش بہ گوش

طبیب عشق کرلے اپنے رنجوران کی تشخیص
بجز دیدار کیا ہے اور جانبازان کی تشخیص
ہوا جو عشق کا بیمار افریدی اوسے ہرگز
نہ ادویات کام آوے نہ کچھ لقمان کی تشخیص

عاشق کو اپنے آہ رکھے نازنیں مریض
ہونا ہے جان بوجھ کے کیوں دوربیں مریض
روسبزہ آفریدی رکھے چہرہ پر غبار
چرخ اوس کے اشتیاق میں ہے نازنیں مریض

افسوس عاشقاں کی نہ سنتا ہے یار عرض
اغیار کی قبول ہے اوسکو ہزار عرض
آفریدی تیرے در پہ پڑا اپنی مدعا
قدموں ملے دوبارہ کرے خاکسار عرض

خطِ آزادی لکھا تھا سوخ بے وردا غلط
دل میں رکھتا اور کچھ ظاہر لکھا انشا غلط
آفریدی جو ملے چھاتی لگا آنکھوں میں رکھ
دستخط اوس کا اگر املا ہے سر تا پا غلط

دمبدم ہنستی سنے اپنی زباں رکھتی ہے شمع
خار اپنے پا میں تا تار زباں رکھتی ہے شمع
آفریدی جل موا پروانہ اپنے آپ سے
اختیار اپنے بھی مرنے کا کہاں رکھتی ہے شمع

نرگسی چشم ملے نا گل رخسار بہ باغ
لطف اوس وقت ہے لیکن نہ ہو اغیار بہ باغ
آفریدی نہ ڈر اغیار سے رکھ یار سے کام
گل کسی نے نہیں پایا ہے بلا خار بہ باغ

جس طرح کوچے میں تیرے پھرتے ہیں ہم ہر طرف
اے ستمگا، ہماری طرز ہیں کم ہر طرف
دل سے افریدی کے اپنے حسن کے صدقے سے یار
کیجئے گا دو جہاں کے جتنے ہیں غم، ہر طرف

گر نہیں ہوتا ازل سے دل کو غم کا اشتیاق
واقعی ہرگز نہ کرتا یہ رقم کا اشتیاق
افریدی شعر کا کہنا تجھے واجب ہوا
جب سے ہے داوات اور کاغذ قلم کا اشتیاق

لیلےا چھپے جو جان ستے جان ہو ہلاک
مجنوں نہ کس طرح بیابان ہو ہلاک
آفریدی دل کو سونپ چکا زلفِ یار میں
سچ ہے بہ ملک کفر مسلمان ہو ہلاک

اے خوش الحاں مطربا آبیٹھ لے کر عود و چنگ
ہے شراب (و) سبزہ، ساقی یار حاضر بزم رنگ
افریدی کھول دے آغوش میں لے یار کو
ہے مہیا واسطے تیرے یہ محفل بیدرنگ

دل آوری کا اپنے ڈھونڈھتا پھرتا سراغ دل
نہیں پاتا بصد نالاش انـــدر باغ و راغ دل
دل افریدی کا شاید لا مکاں پر اوڑ گیا یارو
شعاع آفتاب آتی (۱) نظـــر دود چـــراغ دل

چھوڑ مت یـــار کا اے طبـــع ملون دامن
مغفـــرت کا ہے ترے اوسکا مبرہن دامن
گوشہ دامن کا پکـــڑا جس میں چھپا افریدی
حشر تک چھوڑئیو مت ہاتھ سے کودن دامن

الفت رکھے ہے صدق سے گر اپنے جی سے تُو
پروانہ ساں بہ شمع گذر جا ابھی جی سے تُو
افـــریدی منـــہ لگاتے مئے عشق، گر پڑا
پیتے ہی ایک جام کے ناداں ابھی سے تُو

(۱) اصل. آتا۔

ہم نہیں قائل پھتر کے، اگر پارس ہو
چاہئیے ونکو طلا نقرہ کوئے حارص ہو
نقرہ ہے ایک طلا دوسرا ہاتھ افریدی
غنی دل اوسکو کہو حرص کو جو مارس (۱) ہو

دیکھئے عشق دکھاوے میرے رب کیا کیا کچھ
جسکے ہیں دوقلموں رنج و تعب کیا کیا کچھ
دل و دیں جان و جگر ہوش و خرد لیکے و باز
آفریدی سے کرے گا وہ طلب کیا کیا کچھ

عشق سے اپنا جیسے حال تباہ
اوس مصیبت سے ہے خدا آگاہ
آفریدی جو کچھ ہوا سو ہوا
کیجیئو پھر نہ دوسرے پر نگاہ

عشق کے ٹکسار میں دل چاشنی کھا کر تولا
حسن کے پتھر سے دی اغیار اب اسکو حلا
افریدی قلب ایسے مت بوجھ یونہی صاف دل
اشرفی بازار میں اسکی بنا کر دے چلا

---

(۱) اصل: کذا۔

مرگونـــدھا چوٹی گویا ناگــنی لہراتی ہے
زہر پینے کو میری سخت پھٹی (۱) چھاتی ہے
دیکھ لے قاسم علی کھول کے دونو انکھیاں
سیر اس گلشنِ دنیا کی چــلی جاتی ہے

غم ہجران کا کھانے کو میری چھاتی ہے
آنکھ دشمن ہے جو خود آپ بلا لاتی ہے
عیوض دیــد کا پاوے گا مرا آفــریدی
روتے روتے ہی عبث جی یہ جو جھجلاتی ہے

ہاتھ اوٹھا کر یار تیرا مسکرانہ، واچھڑے!
مسی آلودہ بھی دنداں کا چورانہ، واچھڑے
وہ سحندانی کہاں جو ابتدا تھی دل فریب
دور سیتے آفریدی کو دہرانہ، واچھڑے!

عشق کے چوگان میں دل داغ کھانہ بات ہے!
بوسہ لب لے کے، صدقے ہوکے جانہ بات ہے!
آفریدی خواب سے بیــدار ہو، آئی بہار
بلبلو اب باغ میں دہومیں مچانہ بات ہے!

(۱) اصل: کذا۔

شوخ جب آکے محبت سے لپٹ جاتا ہے
سخن اغیار کا اوس وقت پہ گھٹ جاتا ہے
لڑتی ہے حس گھڑی نظروں میں نظر آفریدی
بوالہوس چھوٹ نے دم دیکھ کے کٹ جاتا ہے(۱)

افسوس بہارِ زندگانی اپنی
پیری سے خزاں ہوئی جوانی اپنی
کل ذکر کرے گا اور کوئی اپنا
قاسم علی بس ہے یہ کہانی اپنی

اتمام نہ ہووے گی کہانی اپنی
جب تک کہ رہے گی زندگانی اپنی
دُنیا میں کلامِ افریدی لیکن
ہم چھوڑ چلیں گے یہ نشانی اپنی

طفلی گئی اور گئی جوانی اپنی
پیری نے دکھائی ناتوانی اپنی
اب تیرے پن میں آفریدی سمجھے
جوں شمع سحر ہے زندگانی اپنی

---

(۱) اصل: کذا۔ (چھوٹتے؟)

زلف کیوں کر کہوں دل دیکھ کے ہٹ جاتا ہے
سانپ کالا ہے ابھی کاٹ اولٹ جاتا ہے
آزما اس نے میرے دل کو لیا آفریدی
دل کو سوراخ سمجھ سب تو جھپٹ جاتا ہے

عشق میں ہرگز وفا ہم نے نہ دیکھی یاد ہے
کیا غم مجنوں کیا، یا ماتم فرہاد ہے
گردشِ افلاک سے افریدی اب تک کان میں
وامق و عذرا کی آئی داد اور بیداد ہے

مخمس

تن من مرو جر گئیو اگن عشق نے آکے اٹھائی
پھوکن ہارو ہر کوئی اری کاہو ناہ بوجھای
بے انصاف نہ پوچھن وارو درد بگانہ دوہای
کاٹت کاٹت دن سب گذرو رین سٹاٹی جگائی

تاپر کا ہوکے ہاتھ ناؤ مورت ناہ دکھائی

کوئی ڈھونڈے دیر میں واکو، کوئی حرم کو جاتا
کوئی سمرن واکی پھیرے کاہو کو مالا جپاتا
کوئی کہے میرے رام رے راما کوئی کہے میرے داتا
کوئی گیا میخانہ ڈھونڈت آپ میں کوئی پاتا

بوجھن وارو بوجھ تؤ جادم سون پریت سمائی

پانچ دنا کے جینے پر مت جا تو اپنی اصل کو بھول
کارن میں دنیا فانی کی اتنا نہ ہو غافل مشغول
نجھ پر ہنسیں سب اہل معانی بات نہیں کرنا وہ قبول
چھوڑ بسیرا جانا ہے ہردم ہے غنیمت تنکے شمول

کرلے بندگی رب کی اے دل یہی ہماری کمائی

چلے ہارے چل سبے اور ہم رہے ہیں باقی
میرا پیا حاضر ناظر ہے لا پیالہ دے ساقی!
ڈھیر دنا تک واکی موکو کس کس ہے مشتاق
بھلی بھئی جو بھیانکو (۱) بچھڑو سانج (۲) بھیو ہے ملاق

پی کو پاکر من میں رکھنا بھول نہ جانہ بھائی!

ڈگر باٹ ٹریا تاکے پھڑو نہارو من بھٹکاؤ
یا پر ظالم رکت کو پیاسو چٹھیا لکھ نہیں پٹھواؤ
رووت رووت جا کے پاچھی ندیا سے اپن آنسو بہاؤ
ہے ہے غضب بہات، افسوس، اف یا پر بھی وہ یا تھ ناؤ

کابیری بھکائی دیؤ ہوں کاکے کہیں برائی

---

(۱) اصل: کذا ۲) اصل. کذا (سانجھ ۔؟)

جب سے کاہو کی پیت لگی ہے کوئی ندیت دلاسا
مور جلم پن کس کس بھیلو غم نے کیا جو پراسا
کون سنت دوکھیا کی بتیاں کا کی کیجے آسا
اے دل واپر کیوں تو بھولا جو تہیں بولا ماسا
تہتن کے گھر گھا لے جانے کینی کا سے بھلائی

پردے میں وہ بیٹھو چھپو ہے، کجری آنکھ دکھاتا
ہاتھ کمنیاں بھون کے لیکر پلکن تیر چلاتا
کوئی تاکو مسجد ڈھونڈھے کوئی کنشت میں جاتا
وہ بھی ظالم یہاں وہاں ہر چھل بٹے دکھلاتا
پیا پیا کر بیا کی بتت پڑھت بھجن بھگتائی

بھگت پنڈت زاہد ملاں گرو پیر جھٹ دھاری
کوئی بھکو بستی میں بیٹھو کوئی پھرت بن ساری
کوئی رہت ہے دور بھی واسوں کوئی بھیؤ درباری
ہون دیاکھت ہون آپ میں واکو اورنکی مت ماری
جن کے کارن مونڈ مونڈاؤ تا ہے نے حبل سو جھائی

حبل ورید کو بوجھا کوئی واکو وا پہچانا
مرنے سے حو پہلے موا ہے وانے جانو ٹھکانا
دیکھ فثم وجہ اللہ کو چار طرف کا بہانا
قاسم علی وہ دل میں پیٹھو تو وا میں دھس جانا

اپنے آپ نبیڑ افریدی تو کو کہا پرائی

چاربیت

روٹھا ہے یار تجھ سے
اے دل اوسے منالے
تجپر اگر خفا ہے
شاید تیری خطا ہے
لایق تجھے وفا ہے
جاکر گلے لگالے

اوسکی گلی میں جانہ
کہنا یہی فسانہ
میں تجھ پر ہوں دیوانہ
مرتا ہوں آ جلالے
دل دے چوکا ہوں پیارے
آجا تُو گھر ہمارے

عاشق ہیں ہم تمہارے
چاہے ہنسا رولالے
قاسم علی فدا ہے
تجھ حسن کا گدا ہے
اسکی یہی ندا ہے
مل جا مجھے ملالے

رباعی

خاتمہ دیوان افریدی بہ دین منوال ہے
ہجرت حضرت رسول‌الله کا احول ہے
ہاتف (۱) غیبی سے پوچھا میں‌جو اوسکا سال و ماہ
یہ کہا ماہ رجب غیور اوس کا (۲) سال ہے

---

(۱) اصل: ہاتفے (۲) اصل: اوسکے۔

فارسی کلام

غــزل

میکــنم آغــاز بسم الله خالــق را ثــنا
بســکی دل را کشایش داد نام ربنا
جاده دل پوسیده بود اکنون کشاده کرده او
در تفکر ذات خود توفیق را داده بما
چشم دل بینا بکن بینم تــرا تا در جهان
دیدن تــو راحت جانم بــود ایجان ما
شــد پشیمان آن کسی مغرور باشد غیر تو
ذات تو دایم بــود باقی و دیگــرها فنا
گــر دل آئینه مظهر حــق بین درو (۱)
منظــر رعنا بــود دل هم گذر گاه خدا
دل عجب چیزیست بے پایان دریاے محیط
قبــهٔ نور عرش دل را گویدم باشد روا

---

(۱) اس مصرع میں کوئی لفظ چھوٹ گیا ہے۔

خلق مابین آسمان شد مابین دل
وسعت دل را محقق کن ز کامل اولیا
پیر کامل را وکیل حق بکن پیش برو
تا ترا از واحد مطلق کناند آشنا

از شریف شرع پا بیرون منه تا زنده‌ٔ
رنج رب‌العالمین باشد چو رنجد مصطفی
حب آل او بکن هم دوستی اصحاب او
تا شفاعت واجب آید درحقت روز جزا

افریدی قادری قاسم علی بی چارهٔ
کم ترین مسکین غریب (و) خاک پایان گدا

صورتت راکسی نمود احیا | بتوانای قوتت ز کجا
از کجا یافتی تو شنوایٔ | که ترا کرد همچنان بینا؟
هیچ دانی دل و زبان ترا | مضغهٔ لحم کرد کو گویا؟
حیف ای بی خبر نه می‌دانی | از کجا آمدی روی به کجا؟
ماهئی غافل نمیداند | لذت آب را درون دریا
چون برآید بروی خشک زمین | میدهد جان به تشنگی آنجا
مرد باید که باخبر باشد | نشود تاکه منفعل فردا
راه تاریک پل صراط بدان | رفتن آنجا محقق است ترا
مشعل ذکر گر بود همراه | خاطر جمع باش مرد خدا
از عبادت جمیع بهتر دان | دمبدم نام حق به ذکر اخفا
ذکر آموختن ز کامل پیر | به بود مر ترا بهر دوسرا

دور از رهزنان ریای باش　　　تانفتی ز وسوسه به بلا
احتــراز است لازم از ناجنس　　　زنگ آئینه تـا بود به صفا
چه به بیداری و چه درخفتن　　　ما سوا را مده درون دل (تو) جا

آ فـر یـدی بـه صـحـبـت غـیری
منشـین غـور و عـقل را فـرمـا

سلامت بـمانـد دل از انزوا　　　به خلوت نشین دور از ماسوا
اگر گوشه حاصل نباسد ز جان　　　نشستن بنا اهل دان ناروا
همان مرد عزلت نشین عالم است　　　که ماوای دم گرد از تن جدا
به مجلس سخن از دهن کرده باش　　　در دل کشاده بجانب خدا
بلاغ است کامل براه خدا　　　که ظاهر و باطن بود استوا
به باطن خراب از به ظاهر درست　　　علامات مجذوب ز آب و هوا
اگر باطنش نیک بد ظاهر است　　　علامات مجذوب شد بے روا
چو کامل مثال آب عالم درخت　　　شجر تازه باشد ز آب و هوا

نشین زیـر سایـه تـو قاسم علی
عـوام است بیـمار، کامل دوا

عجب میپرسی ای زاهد ز عاشق دادهٔ دلها
خبر داری ز فرض و سنت و واجب نوافلها

مکن تکلف ز استفسار عاشق دین و ایمانی
فواید (۱) نست ای ملعون ز تکرار مسایلها

من از روزیکه دادم دل بتانرا دین ودع کردم
به گردانیدم اکنون روی خود از بحث باطلها

دوی را چون بدر کردم به چشم دل یکی بینم
یکی را دیده ام با صدق دل در هر مسایلها

نه در دل تاب نی در دیده خواب آید مرا یکدم
که برد از کف قرارم بے قراری کرد مشکلها

سبی افسانهٔ پر درد من گر بشنوی از من
کنی صحرانــوردی حب بگذاری قبایلها

ز غیرت با شبی اندوه عهد من مبدل شد
چو دست مدعی دیدم به گردن او حمایلها

گرفتار بدروی شدم از راه نادانی
جوابی کی دهد بد کیش بر پیغام سایلها

به ملک عشق بازی آفریدی خوب میدانی
بجز اندوه حسرت نیست اینجا هیچ حاصلها

---

(۱) اصل: کذا (فوائد ـ ؟)

نمیرسد خط شادی دل الم زده را
نشاط باغ بهار است هیچ غم زده را
ز دوریٔ تو نمردیم و زنده درگوریم
بپرس حال من خستهٔ ستم زده را
نوشته شد بازل نام من به عشاقان
چرا نمی شمری جان من رقم زده را
به پیش غیر روا نیست کشته راکشتن
مزن به طعنه و تشنیع یک قلم زده را
بهر دلی که رسد زهر عشق بشگافد
بالمام ندیدیم و زخم سم زده را
به پیش شمع تو پروانه نام عشق مگیر
که میکشند درین بزم مرد دم زده را
بوادیٔ که سحر ساز عشق شد مجنون
بغیر دام گرفت آهوان رم زده را
حباب وار جهان است گر بود فهمی
بسایهٔ منشین قصر بیخ نم زده را

غنودگی مکن آفریدی درمان دو عدم
که خواب نیست روا جز فنا عدم زده را

احتیاج زر نمیدارم نه محتاجیم ما
مهرسان زر از شعاع خویس اخراجیم ما

با بهار و با خزان چون نخل یکجا قانعیم
هیچ جاپای قناعت رانه امشاجیم ما
با تفکر مملکت اوقات چون ضایع کنیم
در گروه فقر صاحب مسند و تاجیم ما
حاتم و رستم مرا از گنج قارون کار نیست
هر چه می آید بدستم مال، تاراجیم ما
زنده ام لیکن قیام زندگی دانسته ام
چون حباب بحر در گرداب امواجیم ما
هستیم هیچ است دارم صورت آدم چه شد
هم چو نقش پا در افتاده به منهاجیم ما

در کمین گاهم سکار انداز ما باشد عبث
چون سرشتم آفریدی گشت اماجیم ما

یار ما حاضر هر جا بود اغیار کجاست
گل وحدت همه اسیاست بلی خار کجاست
آنچه انواع خلایق بنظر می آید
همه بروقت بکار آید و بیکار کجاست
غیر حکمت نشده فعل حکیمی مطلق
عقل کل را بعبث کار سروکار کجاست
هست گر باور بیمعنی یک صورت نیست *
معنی اخفا ست بهر تن مگو اظهار کجاست

معنی صورت دانست که باطن بین است
بجز آب به جهان روئیده گلزار کجاست
گر به صورت نشود معنی گویا ورنه
فی‌الحقیقت بصور قوت گفتار کجاست
حرکت آستین بی دست نه باشد تحقیق
مرده رابین که بجز هستی رفتار کجاست
دانش زندگی از دانش دیگر اولا
بس بود فهم مگو عارف هوشیار کجاست

چشم باید که تو نظاره کنی آفریدی
کور دلهای ندانند که غم خوار کجاست

دیده ام در عشق اشک نارسائی ریخت است
این نه میدانم که از بهر چرائی ریخت است
کان شنیدم بارها وان از برای بوسه یک
آبروئی عاشقان را دلربائی ریخت است
آبرو گر ریخت عاشق کی توان گردد ازان
میتوان دانست کز بوسه بهائی ریخت است
درمیان هجر باید دید حال فاصلان
مثل دریا موج زن شد اشکهائی ریخت است

چشم را دریا بگویم یا که باران فلک
مشتمل اشک افریدی لختهای ریخت است

از عدم آمده در دہر فتادیم عبث
باز عدم ہست من از مادرزادیم عبث
ہمہ ہیچ است کہ مابین دوعدمین بود
پس ہمہ غم عبث و در ہمہ شادیم عبث
رشتۂ کار عبث گرکشاد است چہ غم
ور بہر کار اگر عقدہ کشادیم عبث
ہیچ آوردہ نبودم نبرم ہیچ متاع
نچہ دادیم عبث ہر چہ نہادیم عبث
گر ندانم کہ مرکب بہ چہ مضمون شدم
زآتش و خاکی و ہم آبی و بادیم عبث
فرق در ناطق و مطلق چہ بود جز تفہیم
وان فراموش چو شد این ہمہ یادیم عبث

سر نوشت ازلی حک نشود آفریدی
بامعاشیم عبث ور بمعادیم عبث

روز اول یاد باشد کردۂ اقرار چہ ؟ (۱)
ایکہ قربانم قرارت راکنون انکار چہ
روئی گردانیدن از من کی روا باشد ترا
بیوفائی‌ها باغوائی رقیب ای یار چہ ؟

---

(۱) اس غزل کو یہاں ''چ،، کی ردیف میں ہی لکھا ہے۔

وقت بردن دین و دل باخاطرم خاطر چه بود
جمع خاطر کرده بودی شد بخاطر بار چه
ره نوردانِ جنون را رنج‌ها دادن چه سود
گشتهٔ بی وجه از دل‌داده‌گان بیزار چه
درد دل گاهی نه پرسیدی ز رسوایان عشق
اعتراضی اینقدر بر عاشقان زار چه
میزنی تیغ جفا هردم بگفته مدعی
مشورت ها کردهٔ فرما توبا اغیار چه
حاضرم دل داده ام سرمیدهم باخاطرت
ای فدایت جانمن کج گفت و کج رفتار چه
من ز تیر مژه و ز ابرو کمانت دل فگار
کشته ام از مدتی خواهد شد آخر کار چه

میشود معلوم ز انداز خرام ناز تو
بهر خون ریزی در افریدی شدی تیار چه

ای بصورت انس پس شیطانست کردار چه
ناز در این ریش و فش ای شیخنا بسیار چه
باغرور زهد وبر رندان مشرب طعنه ها
میزنی مردان حق را ای سگ مردار چه
شک مکن در اتحاد کفر دین ای پارسا
ارتباط دانه هایٔ سبحه با زنار چه

بوسه‌ها برسنگ اسود دادن ایمان است عین
از پرستار بتانها میکنی تکرار چه

آنچه میدانی بدان ای آفریدی راز را
این چنین رسوا نمودن بر سر بازار چه

کجاست بادهٔ ساقی پر از سراب سبوح
در آورد بخمارم چو اضطراب سبوح
شراب را ز قرنبیق زود تربرآر
بیا بمیکده پرکن زمی شتاب سبوح
قبول دختر رز گر کند بیا آنجا
مرو بصومعه که آنجا شود خراب سبوح
برآر دل نشود مطلب کسی مسرک
که نیست واقف اسرار انتخاب سبوح
سبوچه‌هائی پر از می کباب دل بریان
روا بود بحضورت بلا عذاب سبوح
کند بمه یک بد و حودش هوشیار خمار
چو شد تمام بود صبح آفتاب سبوح

بنوش قاسم علی دمبدم شراب از شوق
غنیمت است مهیا درین شباب سبوح

نکنم شکوه کسی که ز دل و جان خود
دل و حان داده ام از خود بمهربان خود
سوزش عشق چنان نیست که روشن نبود
شمع ظاہر چه کند حالت سوزان خود
رشکم آید که زنـد پنجه بزلفس شانه
چون بـدستم ندہد کاکل پیـچان خود
نه نشانید بـه پہلو نـه طلب کرد مرا
یـا سارت زدن چشمک مـژگان خود
طاقت و صبر و خرد ہوش و قرار از من آه
برد شوخی نه یکی جلوه محبان خود
بر لب لعل کسی بوسه زدم می نازم
خضر نازی دو چه بر چشمهٔ حیوان خود
پیش یـارم نبود قـدر ز یـارب بسو
ای زلیخا به در این یوسف کنعان خود
ہیچ جا نیست که لیلی نبود حون جای
کـرد مجـنـون چـرا کنج بیابان خود
عشق آن آفت حان است که داند شیرین
زده فـرہـاد بسر تـیـشـهٔ بـران خود
من نه آنم که کنم خاطر رنجیده کسی
حاطر آشفته خودم از دل حیران خود

آفریدی چه کنم چونکه بقول آفریدی
دل و جان داده ام از حود بمهربان خود

تاریخ و روز و ماه و سن

آفریدی قادری قاسم علی
آمد از ملک عدم چون در وجود

یک ہزار و یکصد و ہشتاد و سہ
در سن ہجریست تولیدش نمود

چار حرف مجفغ واجد بدان
بستم ماه رجب دوشنبہ بود

نام والد ما بود برہان خان
آنکہ در نضبغ سن ہجری بزود

چارشنبہ هفتدہم اولا جماد
باز عدم راکرد از دنیا ورود

نام جدم ہست خان نیک نام
از ولایت آنکہ در ملک ہنود

روز جمعہ را دہم ذالحجہ بدان
کوچ اولا براٹک کردہ فرود

یعنی آمد در ہزار و یکصد و
ہجدہم سالیست بالایش فزود

آنکہ موہوم عدم را صورت اجسام داد
آنچہ او آغاز کار (ی) کرد ہم انجام داد

استخوان و پوست و لحم بی ورگ (۱) از قطرۂ
از کرامات خدا وندی بخاص و عام داد

قوت تاب و توان از علت غائی کسی
مضغۂ ناچیز را جان و جگر ابرام داد

---

(۱) اصل۔ بی رگ واز۔

هم تمیز و عقل بینائی فراست فهم را
بهر فرق حق و باطل در دل انام داد

خوردن و نوشیدن و پوسیدن و انواع چند
در خور مقسوم عالم پختهٔ هم خام داد

درگروه خلق راکب ساخته انسان را
مرکب اسپ و شتر فیل و دگر انعام داد

با سلیمان داد خاتم خضر را آب حیات
داد آئینه سذ والقرنین جم را جام داد

غور فرمائید احسانست خالق را بخلق
از کلام خود بنهی و امر هم اعلام داد

لا وبالی بست درگاهش ندارد انتها
شد رسالت ختم برکس برکسی الهام داد

با جلالی وجمالی قدرتش معموره ایست
کفر بر کافر عطا بر مومن واسلام داد

در قبیح و هم صبیح و هر دو او ظاهر است
خوبرویان را رخ چون صبح زلف شام داد

آنکه طل اسم فنا را منکشف کرده بمن
هم بقا را میتواند کان مرا مادام داد

نی تلاش دین و نی فکر(ی) ز دنیا داشتم
شکر لله انکشاف هر دو استحکام داد

در جهان بگذاردت هر چند تا روز قیام
مر ترا از شعر آفریدی بخوبی نام داد

در جهیدن رگ و پی نبض یاندان خود
ای دلا می‌نگرم قدرت سبحان خود
مشت خاکم خرد و هوش که داد ست مرا
تا نفس می شمرم مایهٔ ایمان خود
از مکافات منافع نگذشتیم که تا
وقت مردن نظر ناید نقصان خود
مدتی شد که براهت شدم ای یار ترا
انتظارم که کنی سر سر قربان خود
گر نیامد بنظر بر فلک از باعث ابر
دیده ام ماه نو از چاک گریبان خود
داده روزی چو مرا جا بدر لطف به بین
میکند تا بقیامت بمن احسان خود
نشد افسوس که میکرد مرا هم بستر
بغلط در شب سه گاه بخوابان خود
عاشقم بی سروپا محو خیالات کسی
که خبر نیست مرا از دل حیران خود
بس بود شمع مزارم که فروزم به برم
داغ دل سوخته تا گور غریبان خود
رشکم آید نه زنم چون سر خود را برسنگ
غیر را کرده چرا آه سخندان خود

آنکه در گاؤ خر فرق ندارد چه کنم
آفریدی گله ؤ شکوه قدردان خود

(۱) باوجود وصل او در بیم ہجرانم ہنوز
چون کنم ہنگامہ خندیدن کہ گریانم ہنوز
از تف دل در شب وصل تو ای آرام جان
شمع سان ہر خار مرگان پر فروزانم ہنوز
مثل ماہِ نو رخِ دلدار آمد در نظر
چون درونِ حلقۂ زلف پریشانم ہنوز
طاقت دیدارِ او دیدن ندارم چون کنم
شمس(۲) آمد بر رخم سر درگریبانم ہنوز
یاد می آید مرا در وصل شبہائی فراق
از سرشک لالہ گون ترہست دامانم ہنوز
ہر نفس چون ارہ بی دیدانہ از دم میکشم
می تراشم سنگ دل را سخت حیرانم ہنوز

آفریدی بی بری ہرگاہ بر مقصود دل
آن زمان گفتن بود واجب کہ انسانم ہنوز

واعظا وعظ نہی را بر شیدا مفروش
ابلہی چون در ادراک بہ دانا مفروش
آن کلامیکہ اثر در دل تو ہیچ نکرد
بامن خستہ جگر ہرزہ سخن را مفروش
گر بخواہی کہ شود لعل شکرخا مسرور
پس دل خویس بہ پیغام تمنا مفروش

(۱) یہ غزل اصل میں حاشیہ پر لکھی ہے۔ (۲) اصل : شمش۔

پائداری نکند قصر طلسمات جهان
کار دین را بعبث مطلب دنیا مفروش
غور کن زندگیت مثل حباب است ایدل
فرصت امروزه تو بر وعدهٔ فردا مفروش
خاکساری چو دهد دست غنیمت بشمار
بستر بوریه در مخمل و دیبا مفروش

آفریدی بفسون زاهد خوش گفت حزین
مذهب عشق به تسبیح و مصلا مفروش

در حریمش غیر را دیدم ستم گردید حیف!
شهد میخوردم ز وصل از بخت سم گردید حیف!
وحشی مطلب بدام الفتم افتاده بود
بی محابا از کفم یکباره رم گردید حیف!
بامن دلخسته سابق مهربانی آنچه داشت
آن عنایات و کرم اشفاق کم گردید حیف!
دوست بامن دشمنی دارد بگفته مدعی
بهر رنجانیدنم با او قسم گردید حیف!
دوش دستش را حمایل در گلوی شخص غیر
چون بخواب آمد نظر رنج والم گردید حیف!
من نمی فهمیم آه این خواب را تعبیر چیست
وه چسازم چون ته و بالا دلم گردید حیف!
عمرم آخر شد به هجرانش چه بینم با رقیب
خنده زن چون گل بوصل الفتم گردید حیف!

عهد و پیما نیکه بامن داشت آن عیاره خو
آه برگشته مزاجش یکقلم گردید حیف!
منکه راز عشق را ہر چند پنهان داشتم
لیک رسوا دربدر از چشم نم گردید حیف!
چون نفهمیدم که برنا میشدم از طفلگی
آن تنزل را تنزل دمبدم گردید حیف!
گرد باد آسا غبار پیشگان ہم بر نخاست
ہر قدر عالم ز عالم منهدم گردید حیف!
درنگ و بو خلق اسرارش نمیدانم که چیست
از عدم موہوم چون شد باز عدم گردید حیف!
یک غم ملک عدم میبود غم دیگر فزود
اختیار ہر تنفس از قدم گردید حیف!
نام و ننگ و غیرت و بالفعل مفقود است بس
از رضای حق ہو (۱) ملک عجم گردید حیف!

آفریدی در عجم چون غیر قف ادخال یافت
عالم آنجا بی حیاء و بی‌شرم گردید حیف!

یار سویم آمد واز راه چون گردید حیف!
این نمیدانم چرا طالع زبون گردید حیف!

---

(۱) اصل: 'ھو' ہے مگر بعد میں اس کے ساتھ دوسرے قلم سے الف بڑھا کر 'ھوا' بنا دیا گیا ہے۔

منکه از خرمن جدا چون دانه باهم بر سرم
مثل سنگ آسیا گردون دون گردید حیف!

بارقیم شب دو چشم چار آن عباره داست
چون نظر برمن فتاده سرنگون گردید حیف!

آنکه میدانستم از ساده دلی ساده دلش
او فلاطون زمانه دوفنون گردید حیف!

بیقرارم گرچه شادم در خلاف کسی
دوستان خوانند این کس راجنون گردید حیف!

بر در لیلی و شی حیران کسی بنند مرا
گوید این چون دس مصرو سکون گردید حیف!

سینه ام قانون غم مضراب دل شد این دودم
از برای چند تار ارغنون گردید حیف!

سخت حیرانم چه سازم چون کنم کر راه چشم
لخت لخت دل من حیران برون گردید حیف!

آتش عشق آفریدی را چنان ہجرش گداخت
از سر تا پا بسان شمع خون گردید حیف!

جاهل آن باشد که جهلش شد سهی (۱)
از جهالت میکند عالم عقق (۲)

---

(۱) حاشیہ پر اس کے معنی مرض مشہور لکھے ہیں۔ (۲) حاشیہ پر "نام عاقاز" لکھا ہے۔

باتمیز و عقل و دانش کو بود
هر لباسی را شناسد چون سرق
ای برادر شد بجا عقلش درست
آنکه غیرو اقربا کرده خوق (۱)
دوست را آزار کی باشد ز دوست
دشمنان را مینماید چون شرق (۲)
فیلو اعنق شق کنم از دشمنان
بعد ازان بادوستان باشد رنق (۳)
از حباب کبریا گو غافل است
(۴) واعی در دو جهان گردد سنق(۵)
خود شناسی پیشهٔ از اولیاست
این مقام عارفان باشد ز حق
هرکه خود را یافت او حق را شناخت
کانکه دارد ذکر حق در دل غرق
هرکه شد مطلق بکار معرفت
اونباشد هیچ جا هرگز خرق (۶)
ما سوا راکی دهد جای بدل
آنکه شد در یاد یار خود غرق
همه نشان از عاشق عارف ببین
رنگ زرد و چشم تر آه رنق (۷)

---

(۱) بمعنی 'کشاده، (حاشیہ) (۲) 'چشم خون آلود، (حاشیہ) (۳) 'سرور، (حاشیہ)
(۴) یہ اور اس سے اگلا شعر دونوں حاشیہ پر اسی قلم سے لکھے ہوئے ہیں۔
(۵) 'ناگوار، (حاشیہ) (۶) بمعنی 'شرمندہ، (حاشیہ) (۷) بمعنی 'سرد، (حاشیہ)

بـر شـکالم در جـواب بـر کـدام
خشک میباشـد زبـارانـم حبق (۱)

آفـریـدی رحم دل بـود است لیک
عقعقان (۲) را می نماید جون صعق (۳)

عشق بازم لب قال کشادم بستم
حال در فال حنه فی الحال کشادم بستم

اہل دنجیم ز وصلش چه مرا داده جواب
گفت جاموس که صدفال کشادم بستم

دخترِ رز بشب ماه چو آمد بنظر
نغلط بند ر شروال کشادم بستم

عقدۂ زندگیٔ خویش میان دو عدم
چه طلسمی است که صدسال کشادم بستم

به نشد آه جنونم عبث از نستر غم
گرچه صد ره رگ قیفال کشادم بستم

نکسی دید مرا شد بچه نامم مشهور
ہم چو عنقا نه پروبال کشادم بستم

آفریدی که کند حوصلـه بـر ہمچو غزل
در چنین قافـیه اشـکال کسادم بستم

یکی را با یکی در دہر با اشرار می بینم
گـرفتار غم انـدوه عالم دوار می بینم
اگرچه دیده ام ہر کینه اکثر خلق را لیکن
دل خود را گرفتار بـزلف یار می بینم

---

(۱) بمعنی 'پودینه، (حاشیه) ـ(۲) 'نام جانوران، (حاشیه) (۳) 'آواز سخت،(حاشیه)

نقوش عشق گشته اندرون سینه ام منقوش
نهال شوق را معمور (۱) با اثمار می بینم
دل دارم که ارامش طپیدن بس بود مطلب
سر دارم که چون حلاج (۲) را بردار می بینم
نعشق از دل بدر گردد نه آید یار در دستم
جفا های زگردش چرخ ناهنجار می بینم
نمیدانم ستمگر شوخ بیرحمی چه خواہد کرد
کنون او را بمحفل خانهٔ اغیار می بینم

درین وادی چو آفریدی قدم انداخت از اول
قدومس مستحکم (۳) تا بآخرکار می بینم

هوا هوس بشبابی که داشتم، دارم
شراب ناب و کبابی که داشتم، دارم
نگشته خوی من از وعظ ناصحا تبدیل
بعشه حور و خوابی که داشتم، دارم
سرائیدم بخیالیکه با بلند آواز
دف و سرود ربابی که داشتم، دارم
عنان رخس سوار (ی) چگونه نگذارم
بدست خویش رکابی که داشتم دارم

---

(۱) اصل: مامور (۲) اصل: ہلاج (۳) اصل کذا۔ مصرع کا وزن درست نہیں ۔

چرا نعمر گذارم بشادمانیها
که این دودم چو حبابی که داشتم، دارم
غبار دہرکجا جا بخاطرم گیرد
برو چو آئنہ آبی که داشتم، دارم
قسم بحضرت جبار لا شریک لہ
بدل خطور حسابی که داشتم، دارم
امید فضل وکرم خاطرم جمع دارد
وگرنہ بیم عذابی که داشتم، دارم

مباش از غم امکان فسرده افریدی
علی ولیٔ حبابی کہ داشتم، دارم

دلی (۱) بذکر نگاریکہ داسنم، دارم
خوسسم و دست بکاریکہ داشتم، دارم
بداغ سینۂ خود ہمچو لالہ صحرایٔ
شگفتہ باغ و بہاریکہ داشتم، دارم
میان ماؤ و معشوق ما عجب رمزیست
باتفاق قراریکہ داشتم، دارم
ز حال ما نبود آگہی رقیب مرا
شنود و گفت ز یاریکہ داشتم، دارم
بسوز و ساز بسازیم و دم گہی نزنیم
بسان شمع شراریکہ داشتم، دارم

اصل : دلّ ـ

ز شام تا سحر ایشمع چو نتو پیش کسی
سر بگردن باریکه داشتم، دارم
شهیدِ نازِ تو گشتم چو بسملی که (۱) زید
مگر بچند دم آریکه داشتم، دارم
بلطف عشق اگر خاک ره شدیم و بمن
چو گرد باد غباریکه داشتم، دارم

عبور بحر نه کردم هنوز افریدی
فتادنی بکناریکه داشتم، دارم

شمع سان گو همه شب سوز و گدازی دارم
بحضور مهه خوش طِفع نیازی دارم
گرچه پروانه صفت سوختم و بر سر شمع
شکر لله که هم سوز و سازی دارم
خاکساریم فتادیم چو سایه بزمین
در حقیقت سرخود را بفرازی دارم
بسلامم ز چپ و راست پیام است مرا
باشارات عجب شغل نمازی دارم

گفتن درد دل خود چه ضرور افریدی
چون زبان ناطقه باخامه طرازی دارم

(۱) اصل: بسمل -

بندهٔ بی زر و بی دام که بودم هستم
آه افسوس چو بدنام که بودم، هستم
دست را بستهٔ خدام که بودم هستم
کافر زلف با سلام که بودم، هستم
گاه رفتیم نه بیرون ز سر کوی کسی
پیش ازین مورد دشنام که بودم، هستم
وعده ها یاد بکن ان عهد دوش چه بود
منتظر تا سحر از شام که بودم، هستم
همه رفتند ز کویت چو خط آمد برخت
من همان عاشق ناکام که بودم، هستم
درد خود را بکه گویم زکه اظهار کنم
در غم ورطهٔ ایام که بودم، هستم

آفریدی بکجی راه نرفتیم هنوز
متهم در خلق عام که بودم هستم

شب هجر کسی رسید چه غم
دیده را دیده گرندید چه غم
در فراق کسی ز بیتابی
خون دل از مژه چکید چه غم
ز آتش شوق در دل مارا
صر صر گرم اگر وزید چه غم
دل من گر بمسلخ دنیا
هم چو بسمل اگر طهید چه غم

در حقیقت یکیم چون من و یار ور بچندی شدم بعید چه غم
غم دوریست بر تر از غمها چون غم دیگری مزید چه غم
از فسانــه نمی شود تسکین نه شنندم وگــر شنید چه غم
گر فتاد است قفل بــر در دل ور بدست آید و کلید چه غم

چــون غــم شام رفــت آفــریـدی
صبح وصلش اگـر دمیـد چـه غـم

دل مرا گوید که ور از ما سوا باید شدن
از فراخی این جهان در انزوا باید شدن
بر قدر باشد ترا جا در لحد بس اینقدر
در زمین یک درعهٔ بودن بجا باید شدن
گرکند غلبه هــواؤ حرص یاد مرگ کن
اینچنین امراض را هم این دوا باید شدن
فکر نام و ننگ دور افگند عالمرا ز جا
بگذر از ناموس چون بیدست وپا باید شدن

بر جوانی حود مشومغرور آخر مردن است
آفــریدی ساکن کویٔ رضا بایــد شدن

بی زرو ملک میرم، تنه ناہایا ہو!
عاشق مست فقیرم، تنه ناہایا ہو!
دست در کار زدم دل بریاری دارم
منت کس نه پذیرم، تنه ناہایا ہو!
جبه سای بدر کعبه دل خو کردم
ہر دری را نه گزیرم، تنه ناہایا ہو!
مسند شوکت و بادشهان ارزانی
بوریائیست سریرم، تنه ناہایا ہو!
چه کنم چاره که در زلف گرہگیر کسی
مدتی شد که اسیرم، تنه ناہایا ہو!
من ہمانم که بمحشر نگذارم دامن
ساقی کوثر گیرم، تنه ناہایا ہو!

آفریدی چه شده رفت گرایام شباب
وند لا یعقل پیرم، تنه ناہایا ہو!

من کیم ہیچ ندانم، تنه ناہایا ہو!
که ہمه اوست نشانم، تنه ناہایا ہو!
چون بخود می نگرم او بنظر می آید
طرفه تر دیدهٔ و دانم، تنه ناہایا ہو!

من ز دریا سر برداشته ام همچو حیات
نیست تشکیک ازانم، تنه ناهابا هو!
نطق فهم است اگر فهم بود نطق بس است
می سراید ز زبانم، تنه ناهایا هو!
مقتضای بشری کرد پریشان مارا
ورنه آن بود که آنم، تنه ناهایا هو!
گاه در کعبه روم که بدل خود جویم
گاه در دیر مغانم، تنه ناهایا هو!
از سر سام بگوشم رسد آواز سروش
تا سحرگاه بجانم، تنه ناهایا هو!
کردهٔ یار منور دل احزان مرا
باز در ره نگرانم، تنه ناهایا هو!

بشگفانید کسی غنچهٔ دل آفریدی
هم چو گل خنده دهانم، تنه ناهایا هو!

سینه ام سوختهٔ هم دلم افروختهٔ
از کسی شیوهٔ عیاریٔ آموختهٔ
تیر مژگان بدلم آه نمودی پیکان
زخم بر زخم زدی زخم کسی دوختهٔ

پارهٔ چند ز بیرحمی تو شد جگرم
ورغلانیده کدام است نه اندوختهٔ
من به هجر تو بمردیم کنم فریادی
تو بحسن دگران چون دل خود سوختهٔ

گرچه رفتی بفریب تو بجانب غماز
دل قاسم علی از بهر چه بفروختهٔ!

تیر مژگان صنما سوی من انداختهٔ
وه چه سازیم، ز ابرو چو کمان ساختهٔ
هدف (۱) سینه من شد به نگاه چشمت
به بلندی چه قدر ساخته افراختهٔ
سخنان ز رقیبان بتو کردند اثری
لیک با ما تو سلوک حسن چه پرداختهٔ
بجفایت تو (۲) نه آزرده ام ای یار هنوز
به تظلم تو اگر ملک دلم تاختهٔ

فایده چیست گرت دست بمالی بردست
چون دل خویش تو خود قاسم علی باختهٔ

---

(۱) اصل: حذف (۲) اصل: کذا ـ (بجفائی دو ؟)

سرفـرازی تو مراکی بـه نگاهی گاهی
نه دهی اژید خود می بـه نگاهی گاهی
نالـهٔ لیل و نهارم ز غم هجر تو شد
منـزلم دل نشده طی بـه نگاهی گاهی
من چه نالم که یکی عالم دیدم نالان
نوحه هر سوست که هی هی بـه نگاهی گاهی
سخـن لطف نکرد است گهی او با ما
اختلاط از دگران وی بـه نگاهی گاهی

آفـریـدی ز غم فصلت میرد هـردم
بشنود نـغطمط از نی بنگاهـی گاهـی

بردهٔ (۱) چون صنما جان ـه نگاهـی گاهـی
نکنی مهر کرم بان بـه نگاهی گاهی
گر بیک لحظـه در آغوش آئی آیٔ یار
آنچه خواهی بدهم آن بـه نگاهی گاهی
میچکد خون بفـراق تو ز چشمانم ها
سنگ دل نرم نشد شان بـه نگاهی گاهی
بسر زلـف تـو آویخته بـودم لیکن
اوفتادم بـه زنخدان بـه نگاهی گاهی

دیدهٔ شموء وفـا از کسی جز افـریدی
عاشقان ـو هـزاران بنگاهـی گاهـی

(۱) اصل: پردهٔ .

شوخ چشمی چه خجل چشمک آهو کردی
آهوی چین توی یا برمن جادو کردی
سنگ باران شود آنگاه بمحراب عاشق
کان زمان چین بجبین، عقد بابرو کردی
قاف تا قاف معطر شود این جمله جهان
شانه هرگاه حواله تو بگیسو کردی
مار زلف تو گزیده نشود به ز کسی
گرچه افسون مسیحا عقس فو کردی
خوبی حسن تو بی زیور خوبست ولی
چون به پا پایل (و) در ساعد باهو کردی
سرو قد تو عجب یار تاثر دارد
ناله ام فاخته سان شوق بکوکو کردی
هر چه می دید درآئینه سکندر دیدم
سرنگون مرات ما از منِ زانو کردی
مست چشم تو ندید است کسی احول چشم
رنگ خونش بتوهم خم سالو کردی
مرض عشق دوای نه پذیرد ز کسی
ای طبیبا به غم یار چه دارو کردی
موج اشک من دریای محیط است هنوز
هر یکی قطرهٔ اشکم همه لولو کردی

خواب بی یار حرام است پرین آفریدی
بستر (ی) کز نمد و گرچه به پهلو کردی

فارسی رباعیات

سرچشمهٔ فیض فال درویشان است
کانراکه بقال و حالش ایمان است
آنکس که نشد مطیع فقر آفریدی
باالله که جای او به نیران است

این هر دو سخن قاسم علی خان بجایست
فهمیده بایمان کسی روشن رایست
مقبول خلق باشد و مردود الهی
مردود خلق شد کسی مقبول خدایست

بدلم هست کنم چاک گریبان خود
سوئی وادی بروم باتن عریان خود
خندهٔ وگریهٔ ودر گوشهٔ تنهائی ها
بکن افریدی براحوال پریشان خود

هوشیاری باید از دشمن ضرور
گر شوی غافل قصورب شد قصور
آفریدی باورش هرگز مکن
ورغلانند گر ترا با مکرو زور

بگذر از طفلانه‌خو باخصلت دیرینه باش
دور از خاطر کدورت کن مصفا سینه باش
صبر کن بر بر جفا مشکور برمقسوم شو
آفریدی مثل سگ از حای حق بی کینه باش

عاشقان را از نشاط عیش دین دنیا چه حظ
گر نباشد وصل او در جنت الماوا چه حظ
آفریدی یار در آغوش چون نبود ترا
با صدای مطرب و از ساغر (و) مینا چه حظ

کل یوم در نظر آمد بتر گردید حیف
کفر بر اسلام غالب تر زبر گردید حیف
آنکه وقت صبح دم رو قابل دیدن نبود
آفریدی بادشاه بحروبر گردید حیف

چون زبداعمال‌نامه خود سیاه آورده ام
بر امید رحمتت اکنون پناه آورده ام
آفریدی بندهٔ بیچاره گرچه مجرم است
جرم ما را بخش چون حالت تباه آورده ام

بلشکر غم آن دلربا چو پامالم
برای این بفراق ز درد می نالم
بجست و جوی او ظاهر است آفریدی
گواه شعر من است و بصورت حالم

من ز دنیا حسرت، و از هجرت آه آورده ام
نامه خود را ز عمل بد سیاه آورده ام
آفریدی را پناهی جزتوکی باشد به (۱) بخش
ملتجی ام التجا در بارگار آورده ام

از دو لب آن شکر وانی ریخت در کام سخن
عمرم آخر چون قلم گشته در ارقام سخن
آفریدی هیچکس آگه نشد از راز تو
فهم می بائیست بر آغاز (و) انجام سخن

---

(۱) اصل : به.

از عدم چیزی نبردم وه چه آوردیم آه
نامهٔ خود را زبداعمال چون ابر سیاه
درگذر از جرم آفریدی االلهلعالمین
بخش از فضل وکرم میخواهم ایخالق پناه

این دل آنست بزلف رسن آویختهٔ
این سر آنست بخاک قدم آمیختهٔ
گفته بودی بازل آنچه نمود آفریدی
خون بی جرم صنم بهر چرا ریختهٔ

کسیکه مست شود در جهان بجام علی
چگونه ورد نسازد مدام نام علی
یقین قاسم علی کن ز دل بر این مصرعه
علی امام من است و منم غلام علی

متفرقات

غزل ماتمیہ (۱)

از مدت سال چار رفتہ — سالاشی روزگار رفتہ
باز آمدنش نشد درایںجا — افسوس دگر دیار رفتہ
اف اعظم علی برادر من — ہیہات کہ از کنار رفتہ
لخت جگر از حگر جداشد — در کوچہ مرگ سار رفتہ
در روز روانگی بزودی — بر مرکب شہسوار رفتہ
در عمر بسی و پنج افسوس — در تحت زمین بغار رفتہ
از ہجر دلم شکست اکنون — در عمر چو نوبہار رفتہ
اندر جگرم رسید داغی — از دہر چو داغدار رفتہ
این تیشہ غم دلم خراشید — ہر چند بکردگار رفتہ
نی طاقت صبر و ہوش عقلم — چون او غم خود گذار رفتہ
غمناک جدائیش نمودہ — بیچارہ شدم چو بار رفتہ
من زندگی چگونہ سازم — بی بال پرم فرار رفتہ

---

(۱) یہ ''مرثیہ'' قاسم علی نے اپنے بھائی اعظم علی خان کی موت پر کہا ہے۔ جو دکن میں ۱۹ اپریل ۱۸۱۰ء کو وفات ہوا۔ یہ مرثیہ اور اس کے بعد آنے والی نظم 'تواضع' اور رباعیات ہم نے اس کی ایک اور تصنیف ''رسالہ آفریدی'' سے لی ہیں

ایا چه کنم چه چاره سازم از چشم سراب وار رفته
گویا بجهان نبود پیدا مایوس ز هند بار رفته
فرزندی که نشانیش نیست چون سرو بغیر بار رفته
صبیه مگر از نشان باقی آن رفت همین گذار رفته
من دانم او بفرقت من با دیدهٔ اشکبار رفته
دنداروی گردنش خراشید آلوده بخون فگار رفته
آن بازوی قوتم چگونه از دست من نزار رفته
تیری غم خود بسینهٔ ما پیکان نموده پار رفته
فی خویش ناقربا برادر هنگام نزاع بکار رفته
در مملکت جنوب افسوس مدفون شده زینهار رفته
واصل شده آن باصل خود زود از جامهٔ مستعار رفته
فردوس کند خدا مقامش صبر است که آن نگار رفته
تاریخ وفات شان چو جستم هاتف کرده شمار رفته
در چاردهم ربیع الاول پنجشنبه ز اختیار رفته
رگ داغ حروف پنج هجری افسوس باضطرار رفته

کن قاسم علی تو صبر اکنون
خوش آن بر کردگار رفته

تواضع

تواضع از همه اشغال بهتر
تواضع بهترین منوال بهتر

تواضع مرد را بر مرد لازم
تواضع از گروه فرد لازم

تواضع هر که شیوه اختیار است
بذکر در ذکوران‌ها شمار است

کسی کز میهمان روپوش گردد
شمارش روبهه و خرگوش گردد

بدنیا آنکسان مردان عیانند
که دایم میزبان از میهمان نند

به پیشانی کشاده میزبان شو
ضرور افتد اگر هم میهمان شو

بیا ای آفریدی پند بس کن
تواضع از کسان ناکس و کس کن

رباعیات

آن عمارت هست عمارت ساز نیست
این عمارت نیز آخر ساز نیست
آفریدی بیوفای هائی دهر
دیدهٔ کورفت باز آواز نیست

شنیده ام که نمیرد شهید هیچکدام
برای اینکه بماند درین جهانش نام
بقا چو نام بود از کسی نمرد آنکس
خدا کند ز همه مومن نیک انجام

غم فراق ندارم ز هیچ کس اینجا
بس است یاد الهی بهر نفس اینجا
منم عجفل بیگانه گان چو شمع گداز
زند کجا بضیایم هر مگس اینجا

بحیرتم کہ کجا یار و آشنا رفتند
کہ آمدند ز کجا ہم کدام جا رفتند
ہزار حیف مرا رفتنت ہم یک روز
چہ طرفہ ائیست کہ گویند دربقا رفتند

نمک حرام بنا حق چہ روسیاہی کرد (۱)
دو چشم کور شہ ہند بیگناہی کرد
چو او حرکت این ناگوار کردہ ز شاہ
شہا خموش شدہ بر رضا نہ آہی کرد

دوست آن باشد بوقت مفلسی آید بکار
ورنہ باسد دوستے از بہر چہ ای ہوشیار
گر رسد مقدور کوتاہی کند لعنت بکن
آفریدی حاجت از دوستان دایم بر آر

من کہ مفلس و گہ اہل دول میباشم
شاکر و صابر و بر ثبت ازل میباشم
آفریدی بسبب گردش افلاک دورنگ
گاہ نیشکر خشک چو نل میباشم

(۱) نواب غلام قادر روہیلہ کے متلق کہا ہے۔ جس نے شاہ عالم کی آنکھیں نکلوا دی تھیں

من بعمر خود نگاهی غم معیشت داشتم
هم فلاجیت و عسرت از خدا انگاشتم
بلکه کی دارم غم از عاقبت واسم علی
حامی خود چون علی مرتضی پنداشتم

حصه هر دو جهان آنچه جدا میخواهم
مشتمل رهبر خود فضل خدا میخواهم
آنچه من خواسته ام یافته ام در همه عمر
آفریدی تو چه دانی که چها میخواهم

گر شدی سلطان عالم باز چیست
گنج قارون جمع کردی باز چیست
چونکه میدانی که مردن لازم است
تا قیامت زنده مانی باز چیست؟

صفت انسان را نهایت تو چه فهمی زاهدا
نیز مرشد از معماکی سوی تو آشنا
آفریدی واقف اسرار او باید شدن
مستعارت زندگی ورنه چه کارآید ترا